دعا اور اہل بیت علیہم السلام

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی

مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

786/550

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے“

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم : "اِنـي تارک فيكم الثقلين، كتـاب الله، وعترتي أهل بيتي ما ان تمسكتم بهما لـن تـضـلّـوا أبـدا وانهما لن يفترقا حتّیٰ يردا عليّ الحوض".

حضرت رسول اکرم صلی الله علیه وآله وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے درمیان دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت اہل بیت (علیہم السلام)، اگر تم انھیں اختیار کئے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں"۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲/۷، سنن دارمی: ۴۳۲/۲، مسند احمد: ج ۳، ۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹. ۳۶۶/۴ و ۳۷۱. ۱۸۲/۵، اور ۱۸۹، مستدرک حاکم: ۱۰۹/۳، ۱۴۸، ۵۳۳. وغیرہ.)

دعا اور اہل بیت علیہم السلام

10,007
ACC No. 11,081 Date 14/4/10
Section اخلاقیات Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY
NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No.2
KARACHI
PH: 2211795

دعا اور اہل بیت علیہم السلام

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی

مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

آصفی ، محمد مهدی
[الدعا عند اهل البیت (علیهم السلام) اردو]
دعااور اهل بیت علیهم السلام / مولف محمد مهدی آصفی ؛ مترجم ضرغام حیدر نقوی، -- قم: مجمع جهانی اهل بیت (ع)، ۲۰۰۶ م – ۱۳۸۵ .
۴۸۶ ص . ISBN 964-529-086-4
فهرستنویسی بر اساس اطلاعات فیپا .
۱. دعا. ۲. دعا -- فلسفه. الف. نقوی، ضرغام حیدر، مترجم، ب. مجمع جهانی اهل بیت (ع). ج. عنوان. د. عنوان: الدعا عند اهل البیت (علیهم السلام)، اردو.
BP ۲۶۶/۱۶ د ۷.۴۶ ۲۹۷/۷۷۸
۱۳۸۵
کتابخانه ملی ایران ۸۴-۴۷۰۹۳م

نام کتاب: دعا اور اہل بیت علیہم السلام
مؤلف: آیۃ اللہ شیخ محمد مہدی آصفی مدظلہ
مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی
مصحح: سید مراد رضا رضوی
پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ
ناشر: مجمع جہانی اہل بیت (ع)
کمپوزنگ: سید حسن اصغر نقوی
طبع: اول
تاریخ نشر: ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶ء
تعداد: ۳۰۰۰
مطبع: لیلا
ISBN: 964-529-086-4
WWW.ahl-ul-bayt.org
info@ahl-ul-bayt.org

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ
اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ
سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ﴾

سورۂ مؤمن آیت/۶۰

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو
میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے
اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ
جہنم میں داخل ہوں گے''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے، کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب وعقل آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانہ میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامران زندگی حاصل کرنے کیلئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائیگا۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت وطہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری ویکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل وخرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت وبیداری کے علمبردار خاندان نبوت ورسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہونچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی اور تحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج واشاعت کے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، آیت اللہ شیخ محمد مہدی آصفی مدظلہ کی گرانقدر کتاب دعا اور اہل بیتؑ کو جناب مولانا سید ضرغام حیدر نقوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمے سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست کتاب

حرف اول ---------------------------- ۹

دعا کی تعریف

مدعو ---------------------------- ۲۳

داعی: (دعا کرنے والا) ---------------------------- ۲۳

دعا: (طلب، چاہت، مانگنا) ---------------------------- ۲۳

مدعوّ لہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟) ---------------------------- ۲۳

دعا کی قدر و قیمت ---------------------------- ۲۷

قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے ---------------------------- ۳۰

دعا، روح عبادت ہے ---------------------------- ۳۲

دعا سے روگردانی خداوند عالم سے روگردانی ہے ---------------------------- ۳۵

بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے ---------------------------- ۳۸

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں ---------------------------- ۴۷

قبولیت دعا کی دو جزائیں ـــــــــــ ۵۰
دعا اور استجابت دعا کا رابطہ ـــــــــــ ۵۳
دعا، رحمت کی کنجی ہے ـــــــــــ ۵۴
عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں ـــــــــــ ۵۷
دعا اور عمل کے درمیان رابطہ ـــــــــــ ۶۰
دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ ـــــــــــ ۶۵
حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حاجت ـــ ۶۷
ضرورت ہونے سے پہلے دعا کرنا ـــــــــــ ۷۴
دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین ـــــــــــ ۷۶
بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں ـــــــــــ ۷۷
پہلی قسم کے موانع دعا ـــــــــــ ۸۲
موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم ـــــــــــ ۸۸
دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی ـــــــــــ ۹۰
جب دعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے ـــــــــــ ۹۳
دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ ـــــــــــ ۹۵
رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں ـــــــــــ ۱۰۲

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں

۱۔ اللہ کی معرفت ـــــــــــ ۱۱۹

۲۔اللہ سے حسن ظن ۱۲۴
۳۔اللہ کی بارگاہ میں اضطرار ۱۲۹
۴۔خدا کے بتائے ہوئے راستوں سے جانا ۱۳۲
۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ ۱۳۲
۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا ۱۳۶
۷۔مشکلات اور راحت و آرام میں ہمیشہ دعا کرنا ۱۴۱
۸۔عہد اللہ کو وفا کرے ۱۴۵
۹۔ دعا اور عمل کا ساتھ ۱۴۶
۱۰۔سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ۱۴۹
۱۱۔ گنا ہوں سے اجتناب ۱۵۰
۱۲۔ اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا ۱۵۱
۱۳۔آزادانہ طور پر کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا ۱۵۲
۱۴۔نفس کو دعا، حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کیلئے آمادہ کرنا ۱۵۳
۱۵۔خدا کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا ۱۵۵
۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو ۱۵۷
۱۷۔دعا میں اصرار کرنا ۱۵۸
۱۸۔ایک دوسرے کیلئے دعا ۱۶۱
۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا کرنا ۱۶۳
۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا کرنا ۱۶۵

۲۱۔دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا ---------------۱۷۰

موانع اور رُکاوٹیں

کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں --------------۱۷۳
گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ--------------------۱۷۴
اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار -------------------۱۷۴
دلوں کیلئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا -------------------۱۷۷
دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب --------------------۱۸۰
گناہوں سے دل کا منصرف ہوجانا --------------------۱۸۲
گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ -----------۱۸۳
دعاؤں کو روک دینے والے گناہ --------------------۱۸۴
قبولیت اعمال کے موانع--------------------۱۸۷
صعود اعمال کے موانع اسباب--------------------۱۸۷
اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب --------------------۱۹۴

جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا -----------۲۰۳
دعائے کمیل کی رو سے اللہ تک رسائی کے وسائل -----------۲۰۴
دعاءِ کمیل کی عام تقسیم--------------------۲۰۵
تصمیم دعا کی فکر --------------------۲۰۶
۱۔اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے--------------------۲۰۷

ب:اللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے ---------------- ۲۰۸
دعائے کمیل کے چارو سیلے ---------------------- ۲۱۶
پہلا وسیلہ ---------------------- ۲۱۶
دوسرا وسیلہ ---------------------- ۲۱۷
تیسرا وسیلہ ---------------------- ۲۱۹
چوتھا وسیلہ ---------------------- ۲۲۲

دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا چاہئے

۱۔دعا میں محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنا ---------------- ۲۳۰
محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے ---------------- ۲۳۲
۲۔مومنین کیلئے دعا ---------------------- ۲۳۳
۱۔عام مومنین کیلئے دعا ---------------------- ۲۳۴
عمومی دعا کے کچھ نمونے ---------------------- ۲۳۹
سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا ---------------- ۲۴۰
قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے ---------------- ۲۴۲
۱۔ اپنے لئے دعا ---------------------- ۲۴۲
دوسروں کیلئے دعا ---------------------- ۲۴۴
۳۔اجتماعی دعا ---------------------- ۲۴۵
دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح وتفسیر ---------------- ۲۴۸
ب۔صرف مومنین کیلئے دعا ! ---------------------- ۲۵۲
۱۔غائب مومنین کیلئے دعا ! ---------------------- ۲۵۳

ب:چالیس مومنوں کیلئے دعا! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۵۶
ج:دعا میں دوسروں کو ترجیح دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۵۶
۳۔والدین کیلئے دعا کرنا !۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۶۳
۴۔انسان کا اپنی ذات کیلئے دعا ! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۶۵
الف۔ ہر لازم چیز کیلئے دعا ! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۶۵
ب۔بڑی حاجات چھوٹی حاجات پر پردہ نہ ڈال دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۷۰
ج: خداوندعالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۷۳
د۔دعا میں سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کردینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۷۷
ھ۔خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۸۱
ب۔جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۸۳
ا۔کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۸۳
۲۔حل نہ ہونے والی چیزوں کے لئے دعا کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۸۷
۳۔دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۸۸
۴۔ مصلحت کے خلاف دعا کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۹۰
۵۔فتنہ سے پناہ مانگنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۹۱
۶۔مومنین کے لئے بددعا کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۹۳
محبت بھرے دلوں سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۹۷
مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۹۹
مومنین سے سوء ظن، قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۳۰۰
خداوندعالم مومنین سے بغض رکھنے والوں پر اپنا کرم نہیں فرماتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۳۰۰

اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں میں حبّ خدا

اللہ سے لو لگانا ۳۰۳
اللہ کی محبت ۳۰۵
ایمان اور محبت ۳۰۹
محبت کی لذت ۳۱۱
محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی ۳۱۴
محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے ۳۱۶
محبت کے درجات اور اسکے طریقے ۳۱۶
محبت میں انسیت اور شوق کی حالت ۳۲۸
دوسری صورت ۳۴۹
دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک ۳۵۶
اصل اختیار ۳۶۰
ہم پھر مناجات کی طرف رخ کرتے ہیں ۳۶۲
دعائے قاع اور قمہ یعنی اپنی اوقات کی صحیح معرفت اور صرف خدا سے امید ۳۶۴
تین وسیلے ۳۷۰
پہلا وسیلہ :حاجت ۳۷۰
دوسرا وسیلہ: دعا ہے ۳۷۸
تیسرا وسیلہ: محبت ۳۷۹
اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت ۳۸۷
اللہ کیلئے خالص محبت ۳۹۱

بندے سے متعلق خداوند عالم کی حمیت ---------------------- ۳۹۵
اللہ کیلئے اور اللہ کے بارے میں محبت ---------------------- ۳۹۷
محبت کا پہلا سر چشمہ ---------------------- ۴۰۱
۱۔ اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے ---------------------- ۴۰۲
۲۔ ان کو اپنی محبت والفت عطا کرتا ہے ---------------------- ۴۰۲
۳۔ بندوں سے خداوند عالم کا اظہار دوستی ---------------------- ۴۰۶

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام ---------------------- ۴۱۱
حدیث کے سلسلہ میں (اصول اربعمأۃ) چار سو اصول ---------------------- ۴۱۲
میراث اہل بیت علیہم السلام طغرل بیگ کی آتش زنی ---------------------- ۴۱۳
اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث ---------------------- ۴۱۴
دعاؤں کے کچھ مصادر کا تلف ہونے سے محفوظ رہنا ---------------------- ۴۱۴
کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں ---------------------- ۴۱۵
سید ابن طاووس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر ---------------------- ۴۱۵
سید ابن طاووس ؒ کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر ---------------------- ۴۱۶
سید ابن طاؤس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں ---------------------- ۴۱۶
سید ابن طاووس ؒ سے متأخر دعاؤں کے مصادر ---------------------- ۴۱۸

دعا اور قضا وقدر

تاریخ اور کائنات میں قانون علیت ---------------------- ۴۲۳

خدا وند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۶
ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۷
قانون تسبیب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۲۸
قانون توفیق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۱
کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۱
خداوند عالم کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین رابطہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۲
تکوین (موجودات) میں بداء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۴
محو اور اثبات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۵
''بداء'' پر ایمان کی تردید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۸
دعا اور بداء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۳۹

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو

تاریخ میں خاندان توحید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴۵
اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴۶
زیارت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۳
زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی و مفاہیم کا جائزہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۵
زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۶
ا۔ زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے تعلق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۶
الف: شہادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۸
مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۸
مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امام علیہ السلام کی گواہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵۹

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۶۱
وارثت کی گواہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۶۳
شاہد ومشہود۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۶۵
ب:الموقف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۶۷
ولایت و برائت (دوستی اور دشمنی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۷۰
رضا اور غضب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۷۲
سلم اور تسلیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۷۳
انتقام کیلئے مدد کی دعا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۷۷
انتقام اور خون خواہی کیلئے دعا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۷۹
ا۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا۔۔۔۔۔۔۔۔۴۸۰
۲۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے دعا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۴۸۱

دعا کی تعریف

دعا کی تعریف

دعا یعنی بندے کا خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا۔

دعا کی اس تعریف کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے مندرجہ ذیل چار رکن ہیں:

۱۔ مدعو: خداوند تبارک وتعالیٰ۔

۲۔ داعی: بندہ۔

۳۔ دعا: بندے کا خدا سے مانگنا۔

۴۔ مدعولہ: وہ حاجت اور ضرورت جو بندہ خداوند قدوس سے طلب کرتا ہے۔

ہم ذیل میں ان چاروں ارکان کی وضاحت کررہے ہیں:

۱۔ مدعو: یعنی دعا میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ خداوند قدوس کی ذات ہے:

۱۔ خداوند قدوس غنی مطلق ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ﴾(۱)

''کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی حکومت صرف اللہ کیلئے ہے''

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت/۱۰۷۔

﴿وَ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَايَخْلُقُ مَايَشَاءُ﴾(۱)

''اور اللہ ہی کیلئے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی کل حکومت ہے''

۲۔خداوند عالم کا خزانہ جودوعطا سے ختم نہیں ہوتا:

﴿اِنَّ هٰذَالرِزْقنامَالَهُ مِنْ نِفَاد﴾(۲)

''یہ ہمارا رزق ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے'' سورۂ ص آیت ۵۴۔

﴿كُلّاًنُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَاكَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوراً﴾(۳)

''ہم آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش سے اِن کی اور اُن سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے''

اور دعائے افتتاح میں وارد ہوا ہے:''لَاتَزِيْدُهُ كَثْرَةُ العَطَاءِ اِلَّاجُوْداًوَكَرَماً''

''اورعطا کی کثرت سوائے جودوکرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی''

۳۔وہ اپنی ساحت وکبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا،کسی چیز کے عطا کرنے سے اس کی ملکیت کا دائرہ تنگ نہیں ہوتا،وہ اپنے بندوں پر اپنی مرضی سے جو جودوکرم کرے اس سے اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ بندوں کی حاجتوں کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا۔

اگر کوئی بندہ اس کو پکارے تو وہ دعا کو مستجاب کرنے میں کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں کرتا ہے چونکہ خود اسی کا فرمان ہے:﴿اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا'' مگر یہ کہ خود بندہ دعا مستجاب کرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔چونکہ بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہوتا کہ کونسی دعا

---

(۱)سورۂ مائدہ آیت ۱۷۔

(۲)سورۂ ص آیت ۵۴۔

(۳)سورۂ اسراء آیت ۲۰۔

قبول ہونی چاہئے اور کونسی دعا قبول نہیں ہونی چاہئے فقط خداوند عالم اس چیز سے واقف ہے کہ بندے کیلئے کونسی دعا قبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسا کہ دعائے افتتاح میں آیا ہے:

﴿وَلَعَلَّ الَّذِی اَبْطَأَ عَنّی هُوَخَیْرٌلِی لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ،فَلَمْ اَرَمَوْلیً کَرِیْماًاَصْبِرَعَلیٰ عَبْدٍلَئِیْمٍ مِنْکَ عَلَيَّ﴾

''حالانکہ تو جانتا ہے کہ میرے لئے خیر اس تاخیر میں ہے اس لئے کہ تو امور کے انجام سے باخبر ہے میں نے تیرے جیسا کریم مولانہیں دیکھا ہے جو مجھ جیسے ذلیل بندے کو برداشت کر سکے''

۲۔داعی: (دعا کرنے والا)

بندہ ہر چیز کا محتاج ہے یہاں تک کہ اپنی حفاظت کرنے میں بھی وہ اللہ کا محتاج ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿یَاأَیُّهاالنَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾(۱)

''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے''

﴿وَاللّٰهُ الغَنِيُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ﴾(۲)

''خدا سب سے بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فقیر اور محتاج ہو''

انسان کے پاس اپنے فقر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو فقیر بنا کر پیش کرنے سے اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اور جتنا بھی انسان اللہ کی بارگاہ کا فقیر رہے گا اتنا ہی اللہ کی رحمت سے قریب رہے گا اور اگر وہ تکبر کرے گا اور اپنی حاجت و ضرورت کو اس کے سامنے پیش نہیں کرے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے

---

(۱) سورۂ فاطر آیت ۱۵/

(۲) سورۂ محمد آیت ۳۸۔

دور ہوتا جائے گا۔

۳۔دعا: (طلب، چاہت، مانگنا)

انسان جتنا بھی گڑگڑا کر دعا مانگے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے قریب ہوتا جائے گا۔انسان کے مضطر ہونے کی سب سے ادنیٰ منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اختیارات کا مالک خدا کو سمجھے یعنی خدا کے علاوہ کوئی اس کی دعا قبول نہیں کرسکتا ہے اور مضطر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس دوسرا کوئی اختیار نہ رہے یعنی اگر کوئی اختیار ہے تو وہ صرف اور صرف خدا کا اختیار ہے اور اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں ہے جب ایسا ہوگا تو انسان اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں نہایت مضطر محسوس کرے گا... اور اسی وقت انسان اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہوگا:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾ (۱)

''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

مضطر کی دعا اور اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور دعا میں اس اضطرار اور چاہت کا مطلب خدا کے علاوہ دنیا اور مافیہا سے قطع تعلق کر لینا اور صرف اور صرف اسی سے لو لگانا ہے اس کے علاوہ غیر خدا سے طلب اور دعا نہیں ہو سکتی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دعا انسان کو کوشش اور عمل کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے، جس طرح کوشش اور عمل، دعا کرنے والے کو اللہ سے دعا کرنے سے بے نیاز نہیں کرتے ہیں۔

۴۔مدعوّ لہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟)

انسان کو خداوند قدوس سے اپنی چھوٹی اور بڑی سے بڑی تمام حاجتیں طلب کرنا

---

(۱) سورۂ النمل آیت ۶۲۔

چاہئیں خدا اس کی حاجتوں کو پورا کرنے سے عاجز نہیں ہوتا اور نہ اس کے ملک وسلطنت میں کوئی کمی آتی ہے، اور نہ ہی بخل اس کی ساحتِ کبریائی سے سازگار ہے۔

انسان کیلئے خداوند عالم سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی حاجت طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے (یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جوتی، جانوروں کیلئے چارا اور اپنے آٹے کیلئے نمک بھی مانگ سکتا ہے) جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم چھوٹی بڑی حاجتوں کو پورا کر کے اپنے بندے کو ہمیشہ اپنے سے لولگانے کو دوست رکھتا ہے۔ نہ چھوٹی دعائیں، اور نہ ہی بڑی حاجتیں ہونے کی وجہ سے خداوند عالم اپنے اور بندوں کے درمیان پردہ ڈالتا ہے۔ خداوند عالم تو ہمیشہ اپنے بندوں کی چھوٹی اور بڑی تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے بندے کے دل کو ہر حال میں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

انسان اور خدا کے درمیان دعا اور حاجت کے مثل کوئی چیز واسطہ نہیں بن سکتی ہے۔ دعا کے یہی چار ارکان ہیں۔

دعا کی قدر و قیمت

﴿وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾(۱)

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

دعا یعنی بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اور یہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہے اور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے۔

یہی تینوں باتیں ہماری دعاؤں کی قدر و قیمت کو مجسم کرتی ہیں، دعا کی حقیقت کو واضح کرتی

---

(۱) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

ہیں، ہم اپنی بحث کا آغاز تیسری بات سے کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے مطلب کو بیان کرنے کے بعد پھر پہلی بات بیان کریں گے۔

قرآن کریم نے صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنِ﴾(۱)

''اور میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے''

اسی آخری نقطہ کی دین اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔

اور عبادت کی قدر و قیمت یہ ہے کہ یہ انسان کو اسکے رب سے مربوط کر دیتی ہے۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہونے کیلئے اصلی اور جوہری امر ہے اور بغیر جوہر کے عبادت، عبادت نہیں ہے، عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے، اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔

اور یہ دوسری حقیقت پہلی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔

اور پہلی حقیقت انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے ..اور عبادات میں دعا کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کر سکتی ہو

سیف تمار سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿علیکم بالدعاء فانکم لاتتقربون بمثله﴾(۱)

''تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے''

جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہوگی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہوگا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہوگا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا۔

---

(۱) سورۂ ذاریات آیت ۵۶۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔

انسان کے اندر اللہ کی نسبت زیادہ محتاجی کا احساس اور اس کی طرف زیادہ مضطر ہونے اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں ہونے کے درمیان رابطہ طبیعی ہے۔ بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہوگی اتنا ہی انسان اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے برعکس بھی ایسا ہی ہے یعنی جتنا انسان اپنے کو بے نیاز محسوس کرے گا خدا سے دور ہوتا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ☆ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾(۱)

''بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے''

بیشک انسان جتنا اپنے کو غنی سمجھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور جتنا اپنے کو فقیر محسوس کرتا ہے اتنا ہی اللہ سے لولگاتا ہے۔ قرآن کی تعبیر بہت دقیق ہے:

﴿أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾ انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا بلکہ انسان اللہ کا محتاج ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾(۲)

''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے''

لیکن انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے، انسان کا غرور صرف خیالی ہے۔

جب انسان اپنے کو اللہ سے بے نیاز دیکھتا ہے تو اس سے روگردانی کرتا ہے اور سرکش ہو جاتا ہے۔

جب اس کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کی طرف اپنے مضطر ہونے کا احساس کرتا ہے تو پلٹ جاتا ہے اور خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے۔

---

(۱) سورۂ علق آیت ۶۔۷۔

(۲) سورۂ فاطر آیت ۱۵۔

جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑ گڑا تا ہے تو اللہ بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے لو لگانا ہی دعا کی حقیقت، اسکا جوہر اور اس کی قیمت ہے۔

قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے

خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں حاضری کیلئے اپنے بندوں کے سامنے چار راستے رکھے ہیں جن میں دعا سب سے اہم راستہ ہے ان چاروں راستوں کا قرآن وسنت میں تذکرہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انسان کے لئے چار چیزیں انجام دینا اس کے حق میں مفید ہے اور اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے: ایک ایمان اور دوسرے شکر، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ آمَنْتُمْ﴾ (۱)

''خدا تم پر عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار اور صاحب ایمان بن جاؤ''

تیسرے استغفار خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (۲)

''حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا جب تک ''پیغمبر'' آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں''

چوتھے دعا، خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ﴾ (۳)

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا''

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

---

(۱) سورۂ نساء آیت ۱۴۷۔

(۲) سورۂ انفال آیت ۳۳۔

(۳) سورۂ فرقان آیت ۷۷، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۱۔

''یامعاویة !من اُعطیَ ثلاثة لم یُحرم ثلاثة: من اُعطی الدعاء اُعطی الاجابة، ومن اُعطی الشکر اُعطی الزیادة، ومن اُعطی التوکل اُعطی الکفایة :فانّ اللّٰہ تعالیٰ یقول فی کتابه: ﴿وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُه﴾(۱)

ویقول: ﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَ نَّکُمْ﴾(۲)

ویقول: ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾(۳)

''اے معاویہ! جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں ہوگا: جس کو دعا عطا کی گئی وہ قبول بھی کی جائیگی، جس کو شکر عطا کیا گیا اس کے رزق میں برکت بھی ہوگی اور جس کو توکل عطا کیا گیا وہ اس کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُه﴾

''اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے''

﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَ نَّکُمْ﴾

''اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے''

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا''

عبداللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کا فرمان ہے:

''ثلاث لایضر معهن شئ: الدعاء عند الکربات، والاستغفار عند الذنب، و

---

(۱) سورۂ طلاق آیت ۳/۔

(۲) سورۂ ابراہیم آیت ۷/۔

(۳) سورۂ غافر آیت ۶۰/، خصال صدوق جلد ۱ صفحہ ۵۰، المحاسن للبرقی صفحہ ۳، الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۵۔

الشکر عندالنعمة''(۱)

''تین چیزوں کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے: بے چینی میں دعا کرنا، گناہ کے وقت استغفار کرنا اور نعمت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا''

اللہ سے لو لگانے کے یہی ذرائع ہیں اور اللہ سے لو لگانے کے بہت زیادہ ذرائع ہیں جیسے توبہ، خوف وخشیت، اللہ سے محبت اور شوق، امید، شکر اور استغفار وغیرہ۔

انسان پر اللہ سے لو لگانے کے لئے اس طرح کے مختلف راستوں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اسلام خدا سے رابطہ رکھنے کے لئے صرف ایک راستہ ہی کو کافی نہیں جانتا ہے۔

خدا سے رابطہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا سب سے اہم وسیلہ دعا ہے کیونکہ فقر اور نیازمندوں سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو خدا کی طرف نہیں پہونچا سکتی ہے پس دعا خداوند عالم سے رابطے اور لو لگانے کا سب سے وسیع باب ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿الحمدلله الذی أُنادیه کلماشئت لحاجتي واخلوبه حیث شئت لسّري بغیر شفیع فیقضي لي حاجتي﴾

''تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جس کو میں آواز دیتا ہوں جب اپنی حاجتیں چاہتا ہوں اور جس کے ساتھ خلوت کرتا ہوں جب جب اپنے لئے کوئی رازدار چاہتا ہوں یعنی سفارش کرنے والے کی حاجت کو پوری کرتا ہے''

دعا، روح عبادت ہے

دعا عبادت کی روح ہے؛ انسان کی خلقت کی غرض عبادت ہے؛ اور عبادت کرنے کی غرض

أمالی شیخ طوسی صفحہ ۱۲۷۔

خداوند عالم سے شدید رابطہ کرنا ہے؛ اور یہ رابطہ دعا کے ذریعہ ہی محقق ہوتا ہے اور اس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿الدعاء مخ العبادۃ ؛ولایھلک مع الدعاء احد ﴾(۱)

دعا عبادت کی روح ہے اور دعا کرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتا ہے''

اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

﴿افزعوا الی اللّٰہ فی حوائجکم،والجأوا الیہ فی ملمّاتکم،وتضرّعوا الیہ،وادعوہ؛فإنّ الدعاء مخ العبادۃ ومامن مؤمن یدعوا اللّٰہ الّا استجاب،فإمّا ان یُعجّلہ لہ فی الدنیا أو یُؤجّل لہ فی الآخرۃ ،وإمّا أن یُکفّر عنہ من ذنوبہ بقدر مادعا؛ما لم یدع بمأثم ﴾(۲)

تم خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو نالہ وفریاد کے ذریعہ پیش کرو،مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو،اس کے سامنے گڑگڑاؤ،اسی سے دعا کرو، بیشک دعا عبادت کی روح ہے اور کسی مومن نے دعا نہیں کی مگر یہ کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوئی ، یا تو اسکی دنیا ہی میں جلدی دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کو آخرت میں قبول کرے گا، یا بندہ جتنی دعا کرتا ہے اتنی مقدار میں ہی اسکے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

گویا روایت ہم کو خداوند عالم سے دعا کرنے اور ہم کو اس کی بارگاہ میں پیش ہونے کا طریقہ سکھاتی ہیں۔

ان فقرات: ﴿افزعوا الی اللہ فی حوائجکم ﴾''اپنی حاجتیں خدا کی بارگاہ میں پیش کرو'' ﴿والجأوا الیہ فی ملمّاتکم﴾ ''مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو'' ﴿وتضرّعوا الیہ﴾''اسی

---

(۱)بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

(۲)بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

کی بارگاہ میں گڑگڑاؤ'' کے سلسلہ میں غوروفکر کریں۔

اوردوسری روایت میں حضرت رسول خدافرماتے ہیں:

﴿الدعاء سلاح المؤمن وعمادالدین﴾(۱)

''دعامومن کا ہتھیاراوردین کاستون ہے''

بیشک دعا دین کا ستون ہے اوراس کا مطلب اللہ کی طرف حرکت کرنا ہے اوراللہ کی بارگاہ میں اپنے کوپیش کرنے کا نام دعا ہے۔

اور جب اپنے کوخداوندعالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا نام دعا ہےتو دعا خداوندعالم کے نزدیک سب سے محبوب اورسب سے اکرم چیز ہے۔

حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿مامن شی ء اکرم علیٰ اللّٰہ تعالیٰ من الدعاء ﴾(۲)

''خداوندعالم کےنزدیک سب سےاکرم چیزدعاہے''

حنان بن سدیرا پنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

''ای العبادۃافضل؟فقال:"مامن شئ أحبّ الیٰ اللّٰہ من أن یُسأل ویُطلب مماعندہ،ومااحدابغض الیٰ اللّٰہ عزّوجلّ ممن یستکبرعن عبادتہ ولایسأل مما عندہ" (۳)

''کونسی عبادت سب سے افضل ہے؟تو آپ (امامؑ) نے فرمایا: خداوندعالم کے نزدیک سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اورخداوندعالم کے نزدیک سب سے مبغوض ترین

---

(۱) بحارالانوارجلد۹۳صفحہ۲۸۸۔

(۲) مکارم الاخلاق صفحہ/۳۱۱۔

(۳) مکارم الاخلاق صفحہ۳۱۱۔اورمحاسن برقی صفحہ۲۹۲۔

شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خداوند عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا''

بدھ کے دن پڑھی جانے والی دعا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿الحمدلله الذی مرضاته فی الطلب الیه، والتماس مالدیه وسخطه فی ترک الالحاح فی المسألة علیه﴾(۱)

دعاء کمیل میں فرماتے ہیں:

''فَاِنَّکَ قَضَیْتَ عَلٰی عِبَادِکَ بِعِبَادَتِکَ وَاَمَرْتَهُمْ بِدُعَائِکَ وَضَمِنْتَ لَهُمُ الاِجَابَة،فَاِلَیْکَ یَارَبِّ نَصَبْتُ وَجْهِیْ وَاِلَیْکَ یَارَبِّ مَدَدْتُ یَدِیْ...''

''اس لئے کہ تو نے اپنے بندوں کے بارے میں طے کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں اور تو نے اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تو اس کے قبول کرنے کا ضامن ہے پس اے خدا! میں نے تیری ہی طرف لو لگائی ہے اور اے پروردگار تیری ہی جانب اپنے ہاتھ پھیلائے ہیں''

دعا سے روگردانی، خداوند عالم سے روگردانی ہے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾(۲)

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

اس آیۂ کریمہ میں عبادت سے استکبار کرنا دعا سے روگردانی کرنا ہے، پس سیاق آیت دعا

---

(۱) دعا یوم الاربعاء۔

(۲) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

اوراس کے بعد فوراً فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾(۱)

''اور یقیناً جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''۔

اس آیۂ کریمہ میں دعا سے اعراض کرنا عبادت نہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ اللہ سے روگردانی کرنا ہے۔

اوراس آیت کی تفسیر میں یہی معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں:

﴿هی والله العبادة،هی والله العبادة﴾

''خدا کی قسم یہی عبادت ہے،خدا کی قسم یہی عبادت ہے''۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''انّ الدعاء هو العبادة؛انّ الله عزّوجلّ یقول:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾(۲)

''بیشک دعا سے مراد عبادت ہے اور خداوند عالم فرماتا ہے:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جولوگ میری

---

(۱)سورۂ مومن آیت ۶۰۔

(۲)وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۳۔

عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے“

اور اللہ کے نزدیک دعا اور دعا کی مقدار کے علاوہ انسان کی کوئی قیمت وارزش نہیں ہے اور خداوند عالم اپنے بندے کی اتنی ہی پرواہ کرتا ہے جتنی وہ دعا کرتا ہے اور اس کو قبول کرتا ہے:

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ﴾(۱)

”پیغمبرآپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا“

بیشک دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کے مساوی ہے جیسا کہ دعا سے اعراض (منھ موڑنا) کرنا اللہ سے اعراض کرنا ہے۔

اور جو اللہ سے منھ موڑتا ہے تو خداوند عالم بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

﴿وما احد ابغض الی اللّٰه عزّ وجلّ ممن يستكبر عن عبادته، ولا يسأل ما عنده﴾(۲)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿لتسألنّ اللّٰه أو ليغضبنّ عليكم، انّ اللّٰه عبادا يعملون فيعطيهم، وآخرين يسألونه صادقين فيعطيهم ثم يجمعهم في الجنة، فيقول الذين عملوا: ربنا عملنا فاعطيتنا، فبما اعطيت هؤلاء؟ فيقول: هؤلاء عبادي اعطيتكم اجوركم ولم التكم من اعمالكم شيئا، وسألني هؤلاء فاعطيتهم واغنيتهم، وهو فضلي اوتيه مَنْ أشاء﴾(۳)

---

(۱) سورۂ فرقان آیت/۶۰

(۲) وسائل الشیعہ جلد۴: صفحہ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۴۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد۴: صفحہ۱۰۸۴ حدیث ۸۶۰۹۔

بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے

جب بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کیلئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اور جب بندہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے تو خدا بھی اسے پسند نہیں کرتا ہے۔

کبھی کبھی خداوند عالم اپنے مومن بندے کی دعا مستجاب کرنے میں اس لئے دیر لگا دیتا ہے تا کہ وہ دیر تک اس کی بارگاہ میں کھڑا رہے اور اس سے دعا کر کے گڑگڑاتا رہے۔ کیونکہ اسے اپنے بندے کا گڑگڑانا بھی پسند ہے اسی لئے وہ دعا اور مناجات کا مشتاق رہتا ہے۔

عالم آل محمد یعنی امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ اللّٰه عزّ وجلّ ليؤخّر اجابة المؤمن شوقاًالىٰ دعائه ويقول: صوتاً احبّ أن اسمعه. ويعجّل إجابة دعاء المنافق، ويقول: صوتاً اكره سماعه﴾(۱)

''خداوند عالم مومن کی دعا کے شوق میں اس کی دعا کو دیر سے مستجاب کرتا ہے اور کہتا ہے: مجھے یہ آواز پسند ہے اور منافق کی دعا جلد قبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿أكثروا من أن تدعوا اللّٰه، فإنّ اللّٰه يحبّ من عباده المؤمنين أن يدعوه، وقد وعد عباده المؤمنين الاستجابة﴾(۲)

''تم خداوند عالم سے بہت زیادہ دعائیں کرو بیشک اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس کے مومن بندے اس سے دعائیں کریں اور اس نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۷ صفحہ ۲۹۶۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۶، حدیث ۸۶۱۶۔

﴿احبّ الأعمال إلیٰ اللّٰہ عزّوجلّ فی الأرض :الدعاء﴾(۱)

''زمین پر اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل: دعا ہے''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿إنّ المؤمن یسأل اللّٰہ عزّوجلّ حاجة فیؤخرعنہ تعجیل اجابتہ حبّاً لصوتہ واستماع نحیبہ﴾(۲)

''بیشک جب کوئی مومن اللہ عزوجل سے کوئی سوال کرتا ہے تو خداوندعالم اس مومن کی دعا کی قبولیت میں اس کی آواز کو دوست رکھنے اور سننے کی خاطر تاخیر کرتا ہے''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ العبد لیدعوفیقول اللہ عزّوجلّ للملکین:قداستجبت لہ،ولکن احبسوہ بحاجتہ،فانّی اُحبّ ان اسمع صوتہ،وانّ العبدلیدعوفیقول اللہ تبارک وتعالیٰ:عجلوا لہ حاجتہ فانی ابغض صوتہ﴾(۳)

''جب ایک بندہ خداوندعزوجل سے دعا مانگتا ہے تو خداوندعالم دو فرشتوں سے کہتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کرلی ہے لیکن تم اس کو اس کی حاجت کے ساتھ قید کرلو، چونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے، اور جب ایک بندہ دعا کرتا ہے تو خداوندعالم کہتا ہے: اس کی حاجت روائی میں جلدی کرو چونکہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں ہے''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ العبد الولی للہ لیدعواللہ عزّوجلّ فی الامرینوبہ،فیُقال للملک

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۰۸۹،حدیث ۸۶۳۹۔

(۲) قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱،اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۱۱۲،حدیث ۸۷۳۱،اصول کافی جلد۲،صفحہ ۵۲۶۔

الموکل به: اقض لعبدي حاجته، ولاتُعجّلهافانّي اشتهی ان اسمع صوته ونداءه وانّ العبدالعدولله عزّوجلّ یدعواللہ عزّوجلّ فی الامرینوبه، فیُقال للملک الموکل به: اقض حاجته، وعجّلهافانّي اکره ان اسمع صوته وندائه﴾(۱)

''اللہ کو دوست رکھنے والا بندہ دعا کرتے وقت اللہ کو اپنے امر میں اپنا نائب بنا دیتا ہے تو خداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے: میرے اس بندے کی حاجت قبول کرلو مگر اسے پوری کرنے میں ابھی جلدی نہ کرنا چونکہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب اللہ کا دشمن بندہ اللہ سے دعا کرتے وقت اس کو اپنے کسی کام میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے تو خداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے اس کی حاجت کو پورا کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا ہوں''

خداوند عالم کو ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے سے سوال کریں بلکہ اگر وہ اپنی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تو اس کو یہی پسند ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں مومنین کے سوال کو پسند کرتا ہے اور اپنے سامنے ان کے گریہ و زاری اور دعا کرنے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿انّ اللہ احبّ شیئاًلنفسه وابغضه لخلقه، ابغض لخلقه المسألة، واحبّ لنفسه ان یُسأل، ولیس شیء احبّ الیٰ اللہ عزّوجلّ من ان یُسأل، فلایستحي احدکم من ان یسأل اللہ من فضله، ولوشسع نعل﴾(۲)

---

(۱) اصول کافی جلد۲ صفحہ ۵۲۷، وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۱۲، حدیث ۸۷۳۲۔

(۲) فروع الکافی جلد ا صفحہ ۱۹۶، من لایحضرہ الفقیہ جلد ا صفحہ ۲۳۔

''خداوند عالم ایک چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے لیکن اس کو مخلوق کیلئے پسند نہیں کرتا، وہ اپنے لئے اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اللہ کے نزدیک اس سے سوال کرنے کے علاوہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے پس تم میں سے کوئی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرنے میں شرم نہ کرے اگرچہ وہ جوتے کے تسمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ اللّٰه يحبّ العبد أن يطلب اليه في الجرم العظيم،ويبغض العبد أن يستخفّ بالجرم اليسير﴾(۱)

''اللہ بندے کی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو بڑے جرم میں پکارے اور اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کو چھوٹے جرم میں نہ پکارے''

محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ:﴿اصابتني فاقة شديدة واضاقة،ولاصديق لمضيق ولزمني دينٌ ثقيل وعظيم ،يلحّ في المطالبة،فتوجّهت نحو دارالحسن بن زيد.وهويومئذأمير المدينة.لمعرفة كانت بيني وبينه،وشعربذلک من حالي محمد بن عبد الله بن علي بن الحسين عليه السلام،وكان بيني وبينه قديم معرفة،فلقيني فى الطريق فأخذ بيدي وقال:قد بلغني ماأنت بسبيله،فمن تؤمّل لكشف مانزل بک؟

قلت:الحسن بن زيد.فقال اذن لايقضي حاجتک،ولاتسعف بطلبتک، فعليک بمن يقدرعلى ذلک،وهو اجودالاجودين،فالتمس ماتؤمّله من قبله،فإنّي سمعت ابن عمي جعفربن محمد يُحدّث عن ابيه،عن جده،عن ابيه الحسين بن

---

(۱)المحاسن للبرقی صفحہ۲۹۳، بحارالانوار جلد۹۳صفحہ۲۹۲۔

علـي،عـن ابيـه عـلي بن ابيطالب عليه السلام عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قـال: اوحـىٰ اللّٰه الىٰ بـعـض انبيـائـه فـى بـعـض وحيـه: وعزّتي وجلالي لأقطعن أمل كل آمل امّل غيري بـالإيـاس،ولأكسـونّـه ثـوب الـمـذلّة فى الناس،ولأبعدنّه من فَرَجِي وفضلى،أيأمل عبـدي فـى الشـدائدغيري والشدائدبيدي؟ويرجو سواي واناالغني الجواد؟بيدي مفاتيح الابواب وهى مغلقة،وبابي مفتوح لمن دعاني.

الـم تـعلموا انّ من دهاه نائبة لم يملك كشفهاعنه غيرى،فمالى أراه يأمله معرضا عني وقد اعطيته بجودي وكرمي مالم يسألني؟

فـأعْـرَضَ عـني،ولم يسألني،وسأل فى نائبته غيري،وأنااللّٰه ابتدئ بالعطية قبل المسألة .

أفـأسـأل فـلا أجُـوَد؟ كلّا.أليـس الـجـود والكرم لي ؟أليس الدنياوالآخرة بيـدي؟فـلوانّ اهل سبع سماوات وارضين سألوني جميعاواعطيت كل واحد منهم مسـألتـه مانقص ذلک من ملكي مثل جناح البعوضة،وكيف ينقص مُلک أناقيّمه فيابؤسا لمن عصاني،ولم يراقبني.

فـقـلـت لـه: يـابـن رسول اللّٰه،أعدعليّ هذاالحديث،فأعاده ثلاثاً،فقلت: لا واللّٰه ماسألت احدا بعدهاحاجة .فمالبث أن جاءَ ني اللّٰه برزق من عنده ﴾(۱)

''میں شدید فقر وفاقہ کی زندگی گزار رہا تھا،میری تنگدستی کو دور کرنے والا بھی کوئی میرا ساتھی نہیں تھا اور مجھ پر دین کی اطاعت بڑی مشکل ہوگئی تھی اور میں اپنی ضروریات زندگی کیلئے چیخ اور چلا رہا

---

(۱) بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴۔

تھا تو میں نے اس وقت اپنا وظیفہ معلوم کرنے کے لئے حسن بن زید (جو اس وقت مدینہ کے امیر و حاکم تھے) کے گھر کا رخ کیا اور ان تک میرے حالات کی خبر میرے قدیمی ہمنشین محمد بن عبد اللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام نے پہنچائی، میری ان سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: مجھ کو تمہارے حالات کے بارے میں خبر ملی ہے میں تمہارے بارے میں نازل ہونے والی مشکلات کے بارے میں سوچ رہا ہوں؟

میں نے کہا: حسن بن زید، اس نے کہا تمہاری حاجت پوری نہیں ہوگی اور تم اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تم ایسے شخص کے پاس جاؤ جو تمہاری حاجت روائی کی قدرت رکھتا ہے اور تمام سخاوت کرنے والوں سے زیادہ سخی ہے اپنی مشکلات کیلئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے چچازاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے جد سے پھر ان کے والد سے حسین بن علی علیہما السلام سے انھوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: خداوند عالم نے اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل کی کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں ہر اس شخص کی امید مایوسی میں بدل دونگا جو میرے علاوہ کسی اور سے امید لگائے گا، اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے اپنے فضل و کرم سے دور کر دونگا۔ کیا میرا بندہ مشکلات میں میرے علاوہ کسی اور سے امید کرتا ہے حالانکہ میں غنی جواد ہوں؟ تمام ابواب کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ تمام دروازے بند ہیں اور مجھ سے دعا کرنے والے کیلئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جس کو کوئی مشکل پیش آئے اس کی مشکل کو میرے علاوہ کوئی اور دور نہیں کر سکتا تو میں اس کو غیر سے امید رکھتے ہوئے اور خود سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی سخاوت اور کرم کے ذریعہ وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کا اس نے مجھ سے مطالبہ نہیں کیا ہے؟

لیکن اس نے مجھ سے روگردانی کی اور طلب نہیں کیا بلکہ اپنی مشکل میں دوسروں سے مانگا

جبکہ میں ایسا خدا ہوں جو مانگنے سے پہلے ہی دیدیتا ہوں۔

تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں جود وکرم نہ کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیا جود وکرم میرے نہیں ہیں؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہیں؟ اگر سات زمین اور آسمان کے لوگ سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کو عطا کردوں تو بھی میری ملکیت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں آئیگی اور کیسے کمی آ بھی سکتی ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں، لہٰذا میری مخالفت کرنے والے اور مجھ سے نہ ڈرنے والے پر افسوس ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول اس حدیث کی میرے لئے تکرار فرمادیجئے تو آپ نے اس حدیث کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم آج کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا تو کچھ ہی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق عطا فرمایا''

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں

دعا دو طرف سے اللہ کی رحمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے: اللہ کی طرف سے توفیق اور دعا کی قبولیت۔ بندے کی دعا اللہ کی دی ہوئی توفیق کے علاوہ قبول نہیں ہوتی ہے اللہ اپنے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق کا رزق عطا کرتا ہے چونکہ بندہ اس توفیق کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں دعا پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا لہٰذا دعا سے پہلے اس توفیق کا ہونا ضروری ہے اور جب بندہ خدا سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

تو پہلے اللہ سے دعا کرنے کی توفیق لازم ہوتی ہے اور پھر دعا بارگاہ معبود میں قبول ہوتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں دعا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، یہ دونوں اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں جو بندے کیلئے اس کے دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد کھلے رہتے ہیں۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے:

---

(۱) سورۂ مومن آیت/۶۰۔

﴿مَنْ فُتح له منكم باب الدعاء فتحت له أبواب الرحمة﴾(۱)

''تم میں سے جس شخص کیلئے دعا کا دروازہ کھل جائے اس کیلئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿فذكروك بمنّك وشكروك﴾

جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو یہ اللہ کی عصمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ (خدا) بندہ کے شکر کا مستحق ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام ہی مناجات خمس عشرہ میں فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّابِکَ وَلَکَ وَلَاوَسِیْلَةَ لَنَااِلَیْکَ اِلَّااَنْتَ﴾

''ہم تیری وجہ سے ہیں اور تیرے لئے ہیں اور ہمارے پاس تیرے علاوہ تیرے پاس آنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے''

بندہ اپنے پروردگار کو اس کے احسان وفضل کی بنا پر ہی یاد کرتا ہے (پہلے خداوند عالم کا فضل و کرم ہوتا ہے پھر بندہ خدا کو یاد کرتا ہے)، بندے کیلئے اللہ تک پہنچنے کیلئے اس کے فضل اور رحمت کا ہی وسیلہ ہے، جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو اس کے فضل سے ہی یاد کرتا ہے، جب دعا کرتا ہے تو یہ اس کی دی ہوئی توفیق ہی سے دعا کرتا ہے اور جب اس کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اسی کی دی ہوئی رحمت کی وجہ سے ہی اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

﴿لَمْ یَمْنَعُکَ جَهْلِيْ وَجُرْأَتِيْ عَلَیْکَ اَنْ دَلَلْتَنِيْ اِلیٰ مَایُقَرِّبُنِيْ اِلَیْکَ وَوَفَّقْتَنِيْ لِمَایُزْلِفُنِيْ لَدَیْکَ﴾

''تو میری جہالت اور میری جرأت نے تجھ کو میری رہنمائی کرنے سے نہیں روکا، اس چیز کی

---

(۱) درمنثور کے نقل کے مطابق المیزان جلد۲ صفحہ۴۲۔

طرف جو مجھ کو تجھ سے قریب کر دے اور تو نے مجھ کو توفیق دی اس امر کی جانب کہ جو مجھ کو تجھ سے قرب عطا کرے"

دعا کیلئے سب سے نازک چیز دعا کی توفیق ہونا ہے، بندہ کو خداوند عالم سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو دعا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَاُعْمُرْ لَيْلِي بِاِيْقَاظِي فِيْهِ لِعِبَادَتِکَ ،وَاِنْزَالِ حَوَائِجِي بِکَ﴾(۱)

"اور میری راتوں کو عبادت کیلئے شب بیداری اور تنہائی میں تہجد اور سب سے الگ ہو کر تجھ سے لو لگانے اور اپنی حاجتوں کو تیرے سامنے پیش کرنے کیلئے آباد رکھنا"

حضرت امام جعفر صادقؑ ،اللہ سے دعا کی توفیق طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

﴿فَاَعِنِّيْ عَلىٰ طَاعَتِکَ وَوَفِّقْنِي لِمَااَوْجَبْتَ عَلَيَّ مِنْ کُلِّ مَايُرْضِيکَ فَاِنِّي لَمْ اَرَاَحَداًبَلَغَ شَيْئاًمِنْ طَاعَتِکَ اِلَّابِنِعْمَتِکَ عَلَيْهِ قَبْلَ طَاعَتِهِ،فَاَنْعِمْ عَلَيَّ بِنِعْمَةٍاَنَالُ بِهَارِضْوَانَکَ﴾(۲)

"پس اپنی اطاعت پر میری مدد کر اور مجھے اپنی ادائیگی کی توفیق دے اس طرح کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تیری اطاعت تک پہونچا ہو مگر اطاعت سے پہلے تیری ہی نعمت توفیق کے ذریعہ لہٰذا مجھ پر نعمت نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری خوشنودی حاصل کر سکوں"

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اَللَّهُمَّ اجْعَلْنِي اَصُوْلَ بِکَ عِنْدَالضَّرُوْرَةِ وَاَسْأَلُکَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَاَتَضَرَّعُ اِلَيْکَ عِنْدَ الْمَسْکَنَةِ وَلَاتَفْتِنِّي بِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِکَ اِذَااضْطُرِرْتُ﴾(۳)

---

(۱) صحیفۂ سجادیہ دعا/۴۷۔ (۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۰۔

(۳) صحیفۂ سجادیہ دعا/۲۰۔

''پروردگار! مجھے ایسا بنا دے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں اور حاجت کے موقع پر تجھ سے سوال کروں، مسکینی میں تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈال دینا کہ مجبوری میں تیرے غیر سے مدد مانگنے لگوں''

قبولیت دعا کی دو جزائیں

بندہ کی دعا قبول ہونے کی اہمیت خداوند عالم کے یہاں دو جہتوں سے ہے ایک جہت سے نہیں ہے اوران میں سے ایک جہت دوسری جہت سے زیادہ عظیم ہے۔

کم اہمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوال کے ذریعہ اس مطلب کا اظہار کرے جس کے ذریعہ انسان اللہ سے صرف دنیا یا صرف آخرت یاان دونوں کوایک ساتھ طلب کرتا ہے۔

بیش قیمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم بنفس نفیس بندہ کی دعا کا جواب دے تو اس کا مطلب خداوند عالم کا اپنے بندہ کی دعا قبول کرنا ہی ہے کیونکہ جتنی مرتبہ بھی خداوند عالم قبول کرے گا اتنی ہی مرتبہ گویا بندہ کی طرف توجہ کرے گا۔

دنیا کی ہر چیز کی قیمت اور حد ہوتی ہے لیکن خداوند قدوس کا اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کوئی حد ہے۔

لیکن جب بندہ پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے تو اس وقت بندہ کی سعادت کی کوئی حد نہیں ہوتی اوراس سعادت سے بلند کوئی اور سعادت نہیں ہوتی جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں سے مخصوص کر دیتا ہے اوراسکی دعا قبول کر کے یہ نشاندہی کراتا ہے کہ جس چیز کا بندہ نے خدا سے سوال کیا ہے وہ کتنی قیمتی اوراہم ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

''لقد دعوت اللّٰه مرة فأستجاب،ونسيت الحاجة،لأنّ استجابته بإقباله

علیٰ عبده عند دعوته اعظم واجل مما یرید منه العبد، ولو کانت الجنة ونعیمها الأبد ولکن لایعقل ذلک الّا العالمون، المحبون، العابدون، العارفون، صفوة اللّٰه وخاصته"(۱)

''میں نے ایک مرتبہ خداوند عالم سے دعا کی اور اس نے قبول کر لی تو میں اپنی حاجت ہی کو بھول گیا اس لئے کہ اس کا دعا کی قبولیت کے ذریعہ بندہ کی طرف توجہ کرنا بندہ کی حاجت کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے چاہے وہ صاحب حاجت اور اس کی ابدی نعمتوں سے متعلق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بات کو صرف خداوند عالم کے علماء، محبین، عابدین، عرفاء اور اس کے مخصوص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں''

پس دعا اور استجابت دونوں اللہ اور بندہ کے مابین ایک تعلق ولگاؤ ہے یعنی سب سے افضل و اشرف تعلق ہے۔ اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان اس سے افضل کونسا تعلق ولگاؤ ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے اللہ اس کو قبول کرے اور اس سے مخصوص قرار دے۔

اس تعلق کی لذت اور نشو ونما اور بندہ پر خداوند عالم کی توفیق وعنایات میں اسی وقت مزہ ہے جب انسان اپنی مناجات، ذکر اور دعا کو خدا سے مخصوص کر دے۔

ہم (مولف) کہتے ہیں اللہ سے اس تعلق ولگاؤ کی لذت یہ بندہ پر اللہ کی عنایت ہے کہ بندہ اس طرح خداوند عالم کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے کہ انسان خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔

اور کون لذت اس لذت کے مقابل ہو سکتی ہے؟ اور کونسی دولت خداوند عالم کے حضور میں پیش ہونے، اس سے ملاقات، مناجات اور اسکا تذکرہ کرنے اور اسکے جلال وجمال میں منہمک ہونے کے مانند ہو سکتی ہے اور دعا کرنے کیلئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا یہ خدا کے سامنے حاضر

---

(۱) مصباح الشریعۃ صفحہ ۱۴/ ۱۵؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

ہونے اس سے ملاقات، مناجات اور اسکو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ایک عارف کا کہنا ہے: اللہ کے حضور میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سوال کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور خدا کے علاوہ اس کے جلال اور جمال میں منہمک ہو جانا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

''من شغله ذكري عن مسألتي اعطيته افضل مااعطى السائلين''(۱)

جو شخص مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو میں اس کو سوال سے زیادہ عطا کرونگا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

''وانّ العبد لتكون له الحاجة الى الله فيبدأبالثناء على الله والصلاة على محمد وآله حتّى ينسىٰ حاجته فيقضيهامن غيران يسأله اياها''(۲)

''اگر بندہ، خدا سے کوئی حاجت رکھتا ہو اور وہ خداوند عالم سے اپنی حاجت کی ابتداء اس کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر صلوات بھیج کر کرے اور اسی دوران وہ اپنی حاجت بھول جائے تو اس سے پہلے کہ وہ خداوند عالم سے حاجت کا سوال کرے وہ اس کی حاجت پوری کر دے گا''

مناجات محبین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿...اِجْعَلْنامِمَّنْ هَيَّمْتَ قَلْبَهُ لِاِرَادَتِکَ وَاجْتَبَيْتَهُ لِمُشَاهَدَتِکَ ،وَاَخْلَيْتَ وَجْهَهُ لَکَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَهُ لِحُبِّکَ وَرَغَّبْتَهُ فِيمَاعِنْدَکَ ...وَقَطَعْتَ عَنْهُ كُلَّ شَيْءٍ يَقْطَعُهُ عَنْکَ﴾(۳)

''ہم کو ان میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کو اپنی چاہت کے لئے گرویدہ کر لیا ہے اور

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۲۔

(۳) مناجات محبین۔

اپنے مشاہدے کیلئے انھیں چن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اور اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے...اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے"

دعا اور استجابت دعا کا رابطہ

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾(۱)

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا قبول ہونے کے درمیان کیا رابطہ ہے؟

استجابت کیسے تمام ہوتی ہے؟

ہم اس فصل میں ان ہی دوسوالات سے متعلق بحث کریں گے۔

بیشک خداوند عالم کی طرف سے دعا استجابت کے الٰہی سنتوں اور قوانین کے ذریعہ انجام پاتی ہے جیسا کہ تمام افعال میں خدا کا یہی طریقہ رائج ہے۔

منفعل ہونا خدا کی ذات میں نہیں ہے جیسا کہ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ کبھی ہم غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوشحال ہوتے ہیں، کبھی غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوش ہوتے ہیں، کبھی چست رہتے ہیں اور کبھی ملول و رنجیدہ رہتے ہیں۔

اور خداوند عالم کے افعال ایک طرح کے قانون اور سنت ہیں ان میں خوشی یا غصہ کا کوئی دخل

---

(۱)سورۂ مومن آیت ۶۰۔

نہیں ہوتا تمام سنتیں اورقوانین الٰہیہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں ۔ایسانہیں ہے کہ خداوند عالم خوش ہوگا تو دعا قبول کرے گااور ناراض ہوگا تو دعا قبول نہیں کرے گا۔

یہ تمام الٰہی سنتیں افق غیب (مٹافیزیکی) میں اس طرح جاری ہوتی ہیں جس طرح فیزیکس، کیمیا،اور میکانیک میں بغیر کسی فرق کے جاری ہوتی ہیں ۔

﴿لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً﴾(۱)

''تم خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤگے''

﴿لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَحْوِیْلاً﴾(۲)

''ہرگز خدا کے طریقۂ کار میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا ہے''

دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟

دعا،رحمت کی کنجی ہے

دعااور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں نصوص اسلامیہ میں دعا اجابت کی کلید کے عنوان سے تعبیر کی گئی ہے اور یہی کلمہ دعااور استجابت کے درمیان رابطہ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿الدعاء مفتاح الرحمة﴾(۳)

''دعا کلید رحمت ہے''

---

(۱)سورۂ احزاب(۶۲)

(۲)سورۂ فاطر آیت/۴۳۔

(۳)بحار جلد۹۳صفحہ۳۰۰)

اور امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی:

﴿ثم جعل فی یدک مفاتیح خزائنه بمااذن فیه من مسألته فمتیٰ شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنه﴾(۱)

''تمہارے ہاتھوں میں اپنے خزانوں کی کلید قرار دی پس جب تم چاہو تو اس دعا کے ذریعہ خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہو''

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی واضح و روشن تعبیر ''فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنه'' ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس کلید سے ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کو کھول سکتے ہیں وہ دعا ہے۔

اور اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن جائیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ آسانی سے اللہ کی رحمت کے خزانوں کو حاصل کرسکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول:

﴿مَایَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّا سِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَامُمْسِکَ لَهَا﴾(۲)

''اللہ انسانوں کیلئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے'' کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ دعا ہے۔(۳)

بیشک دعا وہ کلید ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم لوگوں کیلئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول

---

(۱) بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ۲۹۹

(۲) سورۂ فاطر آیت ۲۔

(۳) بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ۲۹۹۔

دیتا ہے اوراس کلید کوخداوند عالم نے اپنے بندوں کے ہاتھوں میں قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ: ''**من فتح لہ من الدعاء منکم فتحت لہ ابواب الاجابة**''(۱)

''تم میں سے جس شخص کیلئے باب دعا کھل جائے تو اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں''

اللہ تبارک وتعالیٰ جو دعا کے ذریعہ بندے کے لئے دروازے کھول دیتا ہے وہ اس کے لئے ابواب اجابت بھی کھول دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

''**من قرع باب اللّٰہ سبحانہ فتح لہ**''(۲)

''جو اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے تو اللہ اس کیلئے دروازہ کھول دیتا ہے''

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

''**اکثر من الدعاء،فانہ مفتاح کل رحمة،ونجاح کل حاجة،ولاینال ماعند اللّٰہ الابالدعاء،ولیس باب یکثر قرعہ الایوشک انْ یُفتح لصاحبہ**''(۳)

''زیادہ دعا کرو اس لئے کہ دعا ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت کی کامیابی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اور ایسا کوئی دروازہ نہیں جس کو بہت زیادہ کھٹکھٹایا جائے اور وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے نہ کھلے''

---

(۱) کنز العمال حدیث نمبر/۳۱۵۶۔

(۲) غرر الحکم حدیث/۸۲۹۲۔

(۳) بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ ۲۹۵، وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث/۸۶۱۶۔

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

''الدعاء مفاتیح النجاح، ومقالید الفلاح، وخیر الدعاء ماصدر عن صدر نقيّ وقلب تقي''(۱)

''دعا کامیابی کی کلید اور رستگاری کے ہار ہیں اور سب سے اچھی دعا وہ ہوتی ہے جو پاک وصاف اور پرہیز گار دل سے کی جاتی ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

''الا ادلّکم علی سلاح ینجیکم من اعدائکم، ویدرّ ارزاقکم ؟ قالوا: بلیٰ، قال: تدعون ربّکم باللیل والنهار، فانّ سلاح المؤمن الدعاء''(۲)

''آگاہ ہو جاؤ کیا میں تمہاری اس اسلحہ کی طرف راہنمائی کروں جو تم کو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور تمہارا رزق چلتا رہے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں آپؐ نے فرمایا: خداوند عالم کو رات دن پکارو اس لئے کہ دعا مومن کا اسلحہ ہے''

عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں

اللہ نے ہمارے ہاتھوں میں کنجیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہیں اور ان کے ذریعہ ہم اللہ کا رزق اور اس کا فضل طلب کر سکتے ہیں اور وہ دونوں کنجیاں عمل اور دعا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

عمل، دعا سے بے نیاز نہیں ہے یعنی انسان کیلئے عمل کے بغیر دعا پر اکتفا کر لینا کافی نہیں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۴ حدیث ۸۶۵۷، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۱۷۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۵، حدیث ۸۶۵۸۔

''یاأباذر مَثَلُ الذي یدعو بغیر عمل کمثل الذي یرمي بغیر وتر''(۱)

''اے ابوذر بغیر عمل کے دعا کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ایک انسان بغیر کمان کے تیر پھینکے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

''ثلاثة ترود علیهم دعوتهم: رجل جلس فی بیته وقال: یاربِّ ارزقني، فیُقال له: ألم اجعل لک السبیل الیٰ طلب الرزق ؟...''(۲)

''تین آدمیوں کی دعائیں واپس پلٹادی جاتی ہیں: ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور یہ کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے لئے طلب رزق کا راستہ مقرر نہیں کیا؟...''

اور انسان کیلئے دعا کے بغیر عمل پر اکتفا کر لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

''إنّ للہ عباداًیعملون فیعطیهم، وآخرین یسألونه صادقین فیعطیهم، ثم یجمعهم فی الجنة. فیقول الذین عملوا: ربّنا، عملنا فأعطیتنا، فبما اعطیت هؤلاء؟ فیقول: هؤلاء عبادي، أعطیتکم اجورکم ولم ألتکم من أعمالکم شیئاً، وسألني هؤلاء فأعطیتهم واغنیتهم، وهو فضلي اُوتیه مَنْ أشاء''(۳)

''بیشک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو عمل کرتے ہیں اور خدا انکو عطا کرتا ہے اور دوسرے

---

(۱) وسائل شیعہ ابواب دعا باب ۳۲ حدیث ۳۔

(۲) وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۵۰ ح ۳۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴ حدیث/۸۶۰۹۔

بندے ہیں جو صدق دل سے سوال کرتے ہیں اور خداوند عالم ان کو بھی عطا کرتا ہے پھر جب ان کو جنت میں جمع کیا جائیگا تو عمل کرنے والے بندے کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن ان کو کیوں عطا کیا گیا جواب ملے گا یہ میرے بندے ہیں میں نے تم کو تمہارا اجر دیا ہے اور تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا میں نے ان کو دیا اور ان کو بے نیاز کر دیا اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں''

اگر انسان عمل کرنے سے عاجز ہو تو اللہ نے اس کی تلافی کیلئے دعا قرار دی تا کہ انسان اپنے نفس پر اعتماد کرے، جو کچھ حول وقوۂ الٰہی کے ذریعہ عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کے ذریعہ قائم کیا ہے اس کے فریب میں نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ عمل اور دعا دونوں سب سے عظیم دو کنجیاں ہیں جن دونوں کے ذریعہ انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

اب ہم عمل اور اس کے رحمت سے رابطہ کے مابین اور اس کے بالمقابل دعا اور اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مابین رابطہ اور عمل سے دعا کے رابطہ کے بارے میں بحث کریں گے چونکہ یہ روابط ہی اسلام کے ابتدائی اور اصلی مسائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ''عمل اور دعا'' دونوں چیزیں ایک ساتھ عطا کی ہیں۔اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہی سب کچھ عطا کیا ''جو ان کے پاس ہے''۔ ''وہ سب کچھ نہیں جو ان کے پاس نہیں ہے'' اور ان کے پاس ان کی کوششیں اور ان کے اعمال ہیں۔ وہ اپنی کوشش سے جو کچھ اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے نفوس اور اموال سے خرچ کرتے ہیں وہ عمل ہے، اور جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے وہ ان کا فقر، اور اللہ کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے فقیر اور محتاج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

انسانی حیات میں یہ دونوں اللہ کی رحمت کو نازل کرنے کی کنجیاں ہیں، جسے وہ اپنی کوشش

عمل، نفس اور مال کے ذریعہ اللہ سے حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور میں اپنی حاجت، فقر اور مجبوری کو دکھلاتا ہے۔

دعا اور عمل کے درمیان رابطہ

ہمارا دعا کو اللہ کی سنتوں سے جدا سمجھنا صحیح نہیں ہے بیشک اللہ نے کائنات میں اپنے بندوں کے لئے ان کی حاجتوں کی خاطر سنتوں کو قرار دیا ہے۔اور لوگوں کا اپنی تمام حاجتوں اور متعلقات میں ان سنتوں کو مہمل شمار کرنا حرمت نہیں ہے۔

دعا ان سنتوں کا بدل قرار نہیں دی جاسکتی یہ الٰہی سنتیں انسان کو دعا سے بے نیاز نہیں کرتی ہیں (یعنی ان سنتوں کو دعاؤں کا بدل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔)

یہ نکتہ اسلامی ربانی ثقافت میں ایک بہت لطیف نکتہ ہے،لہٰذا فلاّح (کاشتکار) کیلئے زمین کھودنا اس میں پانی دینا، زمین کی فصل میں رکاوٹ بننے والی اضافی چیزوں کو دور کرنا، زراعت کی حفاظت کرنا اور مزرعہ سے نقصان دہ چیزوں کو دور کرنے کیلئے دعا کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔

بیشک ایسی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور ایسی دعائیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کا مصداق ہیں:

﴿الداعي بلاعمل كالرامي بلاوتر﴾

''عمل کے بغیر دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر پھینکنے والے کے مانند ہے۔

جس طرح بیمار اگر حکیم اور دوا کو بیکار سمجھنے لگے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ دعا قبول ہی کیسے ہو جس میں انسان اللہ کی سنتوں سے منھ موڑ لے۔لہٰذا الٰہی سنتوں کے بغیر دعا قبول نہیں ہوسکتی ہے۔ بیشک اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا فطری طور پر ان سنتوں کا خالق ہے وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندوں کو ان سنتوں کو جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ تم اپنا رزق اور اپنی حاجتیں ان سنتوں کے ذریعہ حاصل کرو اور خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِزْقِهِ ...﴾(۱)

''اسی نے تمہارے لئے زمین کونرم بنا دیا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور رزق خدا تلاش کرو...''

اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

﴿فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾(۲)

''پس زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش کرو''

جس طرح دعا عمل کا قائم مقام نہیں ہو سکتی اسی طرح عمل دعا کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بیشک اس کائنات کی کنجی اللہ کے پاس ہے، دعا کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو وہ رزق عطا کرتا ہے جس کو وہ عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے اور دعا کے ذریعہ فطری اسباب سے اپنے بندوں کو وہ کامیابی عطا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ قادر نہیں ہو سکتے ہیں۔

انسان کیلئے رزق کی خاطر فطری اسباب کے مہیا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان فطری اسباب کے ذریعہ اللہ سے دعا، سوال اور مانگنے سے بے نیاز ہو جائے۔

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ باسط، قابض، معطی، نافع، ضار، محیی ومہلک، معزّ ومذل، رافع اور واضع (یعنی بلندی اور پستی عطا کرنے والا) ہے، دنیائے ہستی کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں کوئی چیز اس کے امر میں مانع نہیں ہو سکتی، اس دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے امر وسلطنت سے باہر نہیں ہو سکتی اس دنیائے ہستی کی ہر طاقت وقوت، سلطنت، نفع پہنچانے والی اور نقصان دہ چیز اس کے امر،

---

(۱) سورۂ ملک آیت/۱۵۔

(۲) سورۂ جمعہ آیت/۹۔

حکم اور سلطنت کے تابع ہے اور خدا کی سلطنت و ارادہ کے علاوہ اس دنیا میں کسی چیز کا وجود مستقل نہیں ہے یہاں تک کہ انسان بھی اللہ سے دعا، طلب اور سوال کے ذریعہ معاملہ کرنے سے بے نیاز نہیں ہے

ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہودیوں کے اس قول:

﴿ید اللہ مغلولة﴾(۱)

''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' سے اس کو منزہ قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے:

﴿بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ﴾(۲)

''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں''

ہم اپنے تمام معاملات خدا سے وابستہ قرار دیتے ہیں ہم خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور جن سنتوں کو اللہ نے بندوں کے لئے رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کے مابین جدائی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور روشیں خداوند عالم کے ارادہ مشیت اور سلطنت کے طول میں ہم کو فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیں یہ خداوند عالم کے ارادہ اور سلطان کے عرض میں نہیں ہیں اور نہ ارادہ و سلطان سے جدا ہیں۔

ہم اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں اللہ کی رحمت، فضل اور حکمت سے یہی لو لگاتے ہیں اور ہم اپنی زندگی میں اللہ کے ارادے اسکی توفیق اور اسکے فضل سے ہی لو لگاتے ہیں ہم اپنی زندگی کے ہر لحہ میں اللہ کے محتاج ہیں اور پوری زندگی میں اسکے فضل و رحمت، حمایت، توفیق اور ہدایت کے محتاج ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے امور کا استحکام ان کی، تائید، ہدایت، توفیق کا سرپرست

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت/۶۴۔

(۲) سورۂ مائدہ آیت/۶۴۔

ہے۔ہم خداوند عالم کی ذات کریمہ سے اس بات کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے خدا سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی ہماری حاجتیں پوری کرے اور ہم کو کسی غیر کا محتاج نہ بنائے۔

اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے جبکہ اس کائنات میں فطری اسباب موجود ہیں بشرطیکہ انسان خداوند عالم سے دعا کرے بلکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم سے یہ دعا کرے کہ خداوند عالم غیر سے اس کی حاجت کو، اپنی حاجت کے طول میں قرار دے۔غیر پر اس کے اعتماد کو اپنے اعتماد کے طول میں قرار دے غیر سے معاملہ کرنے کو خود سے معاملہ کرنے کے طول میں قرار نہ دے اور نہ جدا قرار دے چنانچہ یہ کائنات تمام کی تمام ایسے اسباب پر مشتمل ہے جو خداوند عالم کے تابع ہیں اور خداوند عالم نے ان کو مخلوق کا تابع قرار دیا ہے۔

ان اسباب کے ساتھ معاملہ کرنا ان کو اخذ کرنا، ان پر اعتماد کرنا خداوند عالم کے ساتھ معاملہ کرنے، خدا سے اخذ کرنے، خدا پر اعتماد کرنے کے طول میں ہے نیز اس توحید کا جزء ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے وہ نہ خدا کے ساتھ ہے اور نہ خداوند عالم سے جدا ہے۔

اس روش کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ انسان کا فریضہ ہے کہ ہر چیز میں خداوند عالم کو پکارے، ہر چیز کو خداوند عالم سے طلب کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، روٹی (کھانا)، آٹے کے نمک اور جانوروں کی گھاس سے لیکر جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر کامیابی تک ہر چیز خداوند عالم سے مانگے۔اپنی حاجتوں اور دعاؤں میں سے کسی چیز میں غیر خدا کا سہارا نہ لے اور اس بات سے خداوند عالم کی پناہ مانگے کہ وہ اس کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں اس کے حال پر چھوڑ دے۔

فعلی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اس عام فضاء میں ہر چیز کے سلسلہ میں اللہ سے لو لگائیں، ہر چیز اللہ سے طلب کریں ... یہ بات اس چیز سے کوئی منافات نہیں رکھتی کہ انسان جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اس دنیا میں کچھ چیزیں اسکے لئے مسخر کر دی ہیں اور وہ اس سے مدد طلب کرتا ہے۔مریض

ہونے کی حالت میں اللہ سے شفا مانگتا ہے پھر ان اسباب شفاء اور علاج کو علم طب اور دوا میں ڈھونڈھتا جو اس نے اِن میں قرار دئے ہیں۔

بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر انسان تمام چیزوں کو چھوڑ کر اور اس دنیا میں اللہ کی سنتوں کو بروئے کار نہ لاکر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ اس تیر چلانے والے کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکتا ہے۔

یہ دقیق، پاک وصاف اسلامی ثقافت ہم کو اللہ سے رابطہ رکھنے اور اس کائنات میں اللہ کی سنتوں کے ساتھ ہماہنگی رکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اللہ سے طلب کرنے کا ذخیرہ ہیں اور بندہ خدا کے علاوہ کسی اور سے کوئی حاجت نہ رکھے، اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، اپنی رسی کو اللہ کی ریسمان سے ملا دے اور ہر اس چیز سے منقطع ہو جائے جو اس کو خدا سے منقطع کر دیتی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں:

﴿وَ لَاتَکِلْنِیْ اِلیٰ خَلْقِکَ بَلْ تَفَرَّدْ بِحَاجَتِي،وَتَوَلَّ کِفَایَتِي،وَانْظُرْ اِلَيَّ، وَانْظُرْ لِي فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِي﴾(۱)

''اور مجھے اپنی مخلوقات کے حوالہ نہ کر دینا تو تن تنہا میری حاجت روا کرنا، اور میرے لئے کافی ہو جانا، اور میری طرف نگاہ رکھنا، اور میرے تمام امور پر اپنی نظریں رکھنا''

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

---

(۱) صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا نمبر ۲۲۔

﴿اللّٰهُمَّ مَااَخافُ فَاكْفِنِي وَمَااَحْذَرُ فَقِنِي، وَفِي نَفْسِي وَدِيْنِي فَاحْرِسْنِي، وَفِي سَفَرِيْ فَاحْفَظْنِي، وَفِي اَهْلِي وَمَالِي فَاخْلُفْنِي، وَفِيمَارَزَقْتَنِي فَبارِكْ لِي وَفِي نَفْسِي فَذَلِّلْنِي، وَفِي اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِي وَمِنْ شَرِّالْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَسَلِّمْنِي، وَبِذُنُوبِي فَلاتَفْضَحْنِي، وَبِسَرِيْرَتِي فَلَا تُخْزِنِي، وَبِعَمَلِي فَلاتَبْتَلِنِي، وَنِعَمَكَ فَلاتَسْلُبْنِي وَاِلىٰ غَيْرِكَ فَلا تَكِلْنِي﴾(۱)

”خدایا جس چیز کا مجھے خوف ہے اس کیلئے کفایت فرما اور جس چیز سے پرہیز کرتا ہوں اس سے بچالے اور میرے نفس اور میرے دین میں میری حراست فرما اور میرے سفر میں میری حفاظت فرما اور میرے اہل اور مال کی کمی پوری فرما اور جو رزق مجھ کو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما مجھے خود میرے نزدیک ذلیل بنادے اور مجھ کو لوگوں کی نگاہ میں صاحب عزت قرار دے اور جن وانس کے شر سے محفوظ رکھنا اور گناہوں کی وجہ سے مجھے رسوانہ کرنا میرے اسرار کو بے نقاب نہ فرمانا اور میرے اعمال میں مجھے مبتلا نہ کرنا اور جو نعمتیں دیدی ہیں انھیں واپس نہ لینا اور مجھ کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالہ نہ کرنا“

اب ہم دعا اور دعا قبول ہونے کے درمیان رابطہ کو بیان کرتے ہیں۔

دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ

حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا ایک راز ہے جسکے ذریعہ ہم دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو کشف کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ دعا رحمت کی کنجی کیسے ہے اور دعا سے اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے۔

بیشک ہر دعا فقر کی طرف متوجہ ہونے کے درجہ کو مجسم کردیتی ہے اور اللہ کی طرف حاجت کے مرتبہ کو معین و مشخص کرتی ہے۔

---

(۱) دعاء عرفہ امام حسین علیہ السلام۔

انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے گا اتنی ہی اس کی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کی رحمت انسان سے بہت زیادہ قریب ہو جائیگی۔ اللہ اپنی رحمت کے نازل کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت بندوں کی سرشت وطینت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے نازل ہوتی ہے۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ حاجت اور فقر، اور حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا یہ انسان کا ظرف ہے جسکے ذریعہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرتا ہے۔

اور جتنا زیادہ انسان اپنے فقر کی طرف متوجہ اور اللہ کی بارگاہ میں دادوفریاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کا ظرف اللہ کی رحمت حاصل کرنے کیلئے وسیع ہو جائیگا۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے اور ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی اللہ کی رحمت کو پاتا ہے اور جس کا ظرف زیادہ وسیع ہوگا اللہ کی رحمت کا حصہ بھی اس کے لئے اتنا ہی زیادہ ہوگا اب ہم دعا کو مختصر تین کلموں میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ فقر کی ضرورت۔

۲۔ فقر سے آگاہی۔

۳۔ حاجت طلب کرنا، اس کو وسیع کرنا اور اللہ کے حضور میں پیش کرنا۔

تیسرا کلمہ دوسرے کلمہ سے جدا ہے اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے جدا ہے۔

بیشک ضرورت اور ہے اور ضرورت سے باخبر ہونا اور ہے۔ کبھی انسان ہر چیز کا اللہ سے اظہار نہیں کرتا۔

اور کبھی انسان ضرورت سے متعلق اللہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اچھا نہیں سمجھتا اور اللہ سے مانگنے، سوال کرنے اور دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

لیکن جب تک یہ تینوں کلمے ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے اس وقت تک دعا متحقق نہیں

ہو سکتی۔ یہاں پر ضرورت، فلسفی اعتبار سے ہے صرف حادث ہونے کے اعتبار سے ضرورت نہیں ہے جیسے ایک عمارت کی تعمیر کے لئے انجینئر اور معماروں کی ضرورت ہوتی ہے عمارت حادث اور باقی رہنے کی محتاج ہے جس طرح جب تک بجلی کا سوئچ آن رہیگا اس وقت تک بلب روشن رہے گا اور جیسے ہی سوئچ آف ہوگا ویسے ہی بلب کی روشنی بھی ختم ہو جائیگی۔

حدوث اور بقاء کے اعتبار سے انسان بھی اسی طرح اللہ کا محتاج ہے، انسان کا وجود، اسکا چلنا پھرنا اور اسکی زندگی سب اللہ سے مربوط ہیں ہر صورت میں ہر حال میں وہ اللہ کا محتاج ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلىٰ اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾(۱)

''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے''

ضرورت اور فقر دونوں ہی سے انسان پر اسکے ظرف کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خواہ انسان ان دونوں کو اللہ کے حضور میں پیش کرے یا پیش نہ کرے لیکن ضرورت و فقر کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس سے کھل کر مانگنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کیلئے زیادہ قوی ہے۔

اب ہم فقر اور فقر کے اللہ کی رحمت سے رابطہ، فقر سے آگاہی اور اسکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے اور اس سے آگاہی اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بعد کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:

حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے

حاجت:

اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا حاجت کی ضرورت کے مطابق رحمت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ اگر چہ حاجت سے باخبر ہونے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو

---

(۱) سورۂ فاطر آیت ۱۵۔

اسکی مثال اس سوکھی زمین کے مانند ہے جو پانی کو جذب کرلیتی ہے اور چوس لیتی ہے۔

جس طرح اللہ سے غرور و تکبر کرنا اس سخت زمین کے مانند ہے جس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس کو اپنے سے دور کردیتی ہے۔یعنی اپنے اندر جذب نہیں کرتی ہے۔اسی طرح اللہ کی عبادت اور دعا نہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

بیشک فقر اور رحمت کے درمیان تکوینی تعلق ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، اللہ سے فقر انسان کو اسکی رحمت سے قریب کرتا ہے اور اللہ کی رحمت ضرورت اور فقر کے مقامات کو تلاش کرتی ہے جس طرح بچہ کی کمزوری اور اسکی ضرورت کے درمیان مہربان ماں اور اسکی عطوفت کا رابطہ ہے ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو چاہتا ہے بچہ کی کمزوری، مہربان ماں کو تلاش کرتی ہے اور مہربان ماں اور اسکی رحمت وعطوفت دونوں بچہ کی کمزوریوں کو تلاش کرتی ہیں۔

بلکہ ممکنات کے دائرہ حدود میں ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے بچہ کی کمزوری کی رعایت کرنے میں ماں کی ضرورت بچہ کو مہربان ماں کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

اسی طرح عالم تعلیم دینے کی خاطر جاہل کو ڈھونڈھتا ہے جس طرح جاہل کچھ سیکھنے کی خاطر عالم کی تلاش میں رہتا ہے۔عالم کی جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت جاہل کی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

حکیم مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہے اور مریضوں کا علاج کرنے کی خاطر وہ اپنی ڈگری کا اعلان کرتا ہے جس طرح مریض حکیم کی تلاش میں رہتا ہے حکیم کو مریض کی ضرورت مریض کو حکیم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

طاقتور، کمزور کی مدد کرنے کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح کمزور اس تلاش میں رہتا ہے کہ طاقتور میری مدد کرے، بیشک طاقتور کی کمزور کی مدد کرنے کی ضرورت، کمزور کی طاقتور سے اپنی حمایت

ومدد کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

بیشک تمام چیزوں میں یہ اللہ کی سنت ہے۔

یہی حال اللہ کی رحمت اور بندوں کی ضرورت کا ہے جس طرح ضرورت وحاجت رحمت طلب کرتی ہے اسی طرح رحمت، فقر اور ضرورت کی تلاش میں رہتی ہے اور خداوند سبحان حاجت و ضرورت سے منزہ ہے اور وہ محتاج نہیں ہے لیکن اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقامات کی تلاش میں رہتی ہے۔

بخل سے کام لینا اللہ کے شایان شان نہیں ہے اور اس کی رحمت کے مرتبوں میں اختلاف بندے کی ضرورت وحاجت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

زمین سے اگنے والے دانہ کو گرمی، روشنی، پانی اور ہوا کی ضرورت ہے تو اللہ نے اسکے لئے حرارت، نور، پانی اور ہوا کی مقدار معین فرمائی لیکن تکوین کی زبان میں اس حاجت وضرورت کو طلب اور سوال کہا جاتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿يَسْأَلُهُ مَنْ فِيْ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ﴾(۱)

''آسمان وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی سے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے''

بیشک جب شیر خوار بچہ کو سخت پیاس لگتی ہے اور وہ بذات خود کسی چیز کے ذریعہ اسکا اظہار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خداوند عالم نے اسکو رونے اور چیخنے کی تعلیم دی اور اسکے ماں باپ کے دل کو اس کے لئے مہربان کردیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کو سیراب کریں۔

---

(۱) سورۂ رحمٰن آیت/۲۹۔

شیر خوار بچہ کی بھوک و پیاس اللہ کی رحمت اور اسکی مہربانی کو بغیر کسی طلب و دعا کے نازل کرتی ہیں۔ مریض جب اپنے درد والم کا احساس کرتا ہے تو اسکے ذریعہ بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب ہم اللہ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بخشش ومغفرت اپنے سوال اور دعا کے ذریعہ چاہتے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوال اور دعا کے بھی مغفرت حاصل ہوجاتی ہے، جب بندہ اپنے مولا کی سرکشی نہ کرے، قسی القلب نہ ہو اور رحمت خدا سے دور نہ کیا گیا ہو خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاًاِنَّهُ هُوَالْغَفُوْرُالرَّحِيْمُ﴾(۱)

''پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے''

کتنے ایسے بھوکے فقیر ہیں جن کو خداوند عالم بغیر سوال اور دعا کے رزق عطا کرتا ہے۔

کتنے ایسے مجبور ونا چار ہیں جو سمندر کی لہروں میں آجاتے ہیں یا غرق ہونے والے ہوتے ہیں یا تلوار کی دھار کے نیچے آجاتے ہیں یا آگ کے اندر گھر جاتے ہیں اور بغیر سوال ودعا کے خدا ان کو بچالیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

کتنے ایسے پیاسے ہیں جو اپنی جان دینے کے قریب ہوتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت بغیر کسی سوال وطلب کے ان کو موت سے نجات دیتی ہے۔

---

(۱) سورۂ زمر آیت ۵۳

کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خطروں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ خطروں سے دو کمان کے فاصلہ پر تھے جبکہ ان کو کبھی معلوم تھا اور کبھی نہیں معلوم تھا اس وقت خداوند عالم کی پردہ پوشی نے آکر ان کو نجات دی۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن پر زندگی کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم ان کے لئے ہزار راستے کھول دیتا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی سوال و دعا اور طلب کے ہوتا ہے۔

کتنے ایسے شیر خوار بچے ہیں جن کے شامل حال خداوند عالم کی رحمت ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ سے نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ دعا کرتے ہیں۔(۱)

دعاء افتتاح میں وارد ہوا ہے:

﴿فکم یا الٰهي من کربة قد فرّجتها، وهموم قد کشفتها، وعثرة قد اقلتها، ورحمة قد نشرتها وحلقة بلاء قد فککتها﴾

''اے میرے خدا تو نے کتنے ہی غموں کو دور کیا ہے کتنے ہی مصیبتوں کو ختم کیا ہے اور کتنی ہی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور رحمت کو پھیلا دیا ہے اور بلاؤں کی زنجیروں کو کھول دیا ہے''

ایام رجب کی دعاؤں میں وارد ہوا ہے:

---

(۱) اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ زلزلہ میں عمارتوں کے نیچے نہیں مرتے یا آگ لگنے کی صورت میں نہیں جلتے، سمندروں کی گہرائیوں میں نہیں مرتے، کوئی انسان بیماری اور درد سے نہیں مرتا، کوئی شیر خوار بچہ نہیں مرتا چنانچہ خداوند عالم نے اپنی رحمت و حکمت کی وجہ سے اس کائنات کو بہرا کر دیا ہے تو جب حکمت الٰہی انسان یا حیوان یا نباتات میں کسی اہم چیز کے وقوع کا تقاضا کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم خداوند عالم کے فضل اور صفات حسنیٰ کے دوسرے رخ یعنی رحمت کا انکار کر دیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بلا اور پریشانی میں حکمت اور روش خدا کے تابع ہوتے ہیں وہ آسانی اور مشکل نیز زندگی کے سخت لمحات میں رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے سخت اضطراری لمحات میں خداوند عالم کی رحمت واسعہ سے آشنا نہیں ہوتے ہیں۔

﴿یامن یعطي مَن سأله،یامَن یعطي مَن لم یسأله ومَن لم یعرفه تحننا منه ورحمة﴾

''اے وہ خدا جواسے عطا کرتا ہے جواس سے سوال کرتا ہے اے وہ جواسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور جواس کو نہ پہچانے اپنی رحمت ولطف سے مجھ کوعطا کر''

اور مناجات رجبیہ میں آیا ہے:

﴿ولکن عفوک قبل عملنا﴾

''اور لیکن تیرا عفو ہمارے عمل سے پہلے سے ہے''

بیشک اللہ کی بخشش کو ہمارے گناہوں کی ضرورت ہے۔

حاجت اور فقر کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں ایک مشہور ومعروف رومی عارف کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

رومی عارف کا کہنا ہے: پانی نہ مانگو اور اتنی پیاس مانگو کہ تمہارے چاروں طرف پانی کے چشمے پھوٹ جائیں۔

اللہ کی رحمت اور اللہ کے بندوں کی حاجت وضرورت کے مابین رابطہ کی طرف حضرت علی علیہ السلام کی مناجات میں اشارہ کیا گیا ہے:

مولیي یامولاي،انت المولیٰ وانا العبد،وهل یرحم العبدَ اِلّاالْمَوْلیٰ؟

مَـوْلاَيَ یـامَـوْلاَيَ اَنْتَ الْمَالِکُ وَاَنَاالْمَمْلُوکُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوکَ اِلّا الْمَالِکُ؟

مَوْلاَيَ یَامَوْلاَيَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَاَنَا الذَّلِیْلُ وَهَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّاالْعَزِیْزُ؟

مَوْلَايَ يَامَوْلَايَ اَنْتَ الْخَالِقُ وَاَنَاالْمَخْلُوْقُ وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَخْلُوْقَ اِلَّا الْخَالِقُ؟

مَوْلَايَ يَامَوْلَايَ اَنْتَ الْقَوِيُّ وَاَنَاالضَّعِيْفُ وَهَلْ يَرْحَمُ الضَّعِيْفَ اِلَّاالْقَوِيُ؟

مَوْلَايَ يَامَوْلَايَ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَاَنَاالفَقِيْرُوَهَلْ يَرْحَمُ الْفَقِيْرَاِلَّاالْغَنِيُ ؟

مَوْلَايَ يَامَوْلَايَ اَنْتَ الْمُعْطِيُ وَاَنَاالسَّا ئِلُ وَهَلْ يَرْحَمُ السَّائِلَ اِلَّاالْمُعْطِيُ؟

مَوْلَايَ يَامَوْلَايَ اَنْتَ الْحَيُّ وَاَنَاالْمَيِّتُ وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَيِّتَ اِلَّاالْحَيُّ؟

''اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں بندہ ہوں اور بندے پر مولا کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عزت واقتدار والا ہے اور میں ذلت ورسوائی والا اور ذلیل پر عزت والے کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر مالدار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے اور کون رحم کرے گا؟

میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر سوائے زندہ کے اور کون رحم کرے گا؟

ضرورت سے پہلے دعا کرنا

جس حاجت وفقر کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے طلب کرتا ہے (وہ فقر کی طرف متوجہ ہونے کے بعد دعا کرنا ہے)۔

ضرورت سے باخبر ہونے اور طلب سے متصل ضرورت کے ذریعہ اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اس حاجت وضرورت کی نسبت جو دعا سے متصل نہیں ہوتی ہے۔

دونوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن حاجت جب طلب اور دعا سے متصل ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت کو زیادہ جذب کرتی ہے اور اللہ کی رحمت غیر کی نسبت اس کو زیادہ جواب دیتی ہے۔

اور اسی حاجت کی طرف سورۂ نمل کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ﴾ (۱)

''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

آیہ کریمہ میں دو باتوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اضطرار اور دعا ﴿الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾ (۲) اور ان دونوں یعنی اضطرار اور دعا میں سے ہر ایک رحمت کو جذب کرتا ہے جب اضطرار اور

---

(۱) سورۂ نمل آیت/۶۲۔

(۲) سورۂ نمل آیت/۶۲۔

دعا دونوں جمع ہوجائیں تو رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے۔

اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے کیلئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور اس کے سامنے اپنی حاجت کی تشریح کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔

اسلامی نصوص میں حاجت برآوری کو دعا سے مربوط قرار دیا گیا ہے:

﴿وَقَالَ رَبّكم اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾(۱)

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

اور قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندے کی قدر و قیمت اس بندے کی دعا کے ذریعہ ہی ہے:

﴿قُلْ مَايَعْبَؤُابِكُمْ رَبِّي لَوْلَادُعَاؤُكُمْ﴾(۲)

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا''

قرآن کریم نے تو اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر کوئی دعا سے منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کرنے سے اکڑنے والا قرار دیا جاتا ہے:

﴿ اُدْعوني اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّم دَاخِرِيْنَ﴾

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

---

(۱) سورۂ مومن آیت/۶۰۔

(۲) سورۂ فرقان آیت/۷۷۔

(۳) سورۂ مومن آیت/۶۰۔

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حاجت وضرورت دعا کے ساتھ ہوتی ہے تو رحمت کے نزول میں تیزی کیسے آجاتی ہے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی شدت اور اس پر زیادہ زور دینے کی کیا وجہ ہے؟ درحقیقت ہم نے اس فصل کا آغاز اسی سوال کا جواب دینے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی تحلیل کرنے کیلئے کیا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے: دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین قوانین ہیں:

۱۔ اللہ کی رحمت اور فقر و حاجت کے درمیان رابطہ؛ ہم اس قانون کو پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں لہٰذا اب اس کو دوبارہ نہیں دُہرائیں گے اور دعا کی ہر حالت، حاجت اور فقر میں اللہ کی رحمت کی متضمن ہوتی ہے اور یہ اللہ کی رحمتوں کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

۲۔ فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہو جانے کے بعد رابطہ۔

آگاہ ہو جانے کے بعد ضرورت اور آگاہ ہونے سے پہلے ضرورت کے مابین فرق ہے۔

ان میں سے ہر ایک حاجت وضرورت ہے اور ہر ایک سے اللہ کی رحمت مجذوب ہوتی ہے اور نازل ہوتی ہے لیکن ان میں سے ایک باخبر ہونے سے پہلے اور ایک فقر و حاجت سے باخبر ہو جانے کے بعد ہے۔

جس حاجت وضرورت سے انسان باخبر نہیں ہوتا اس میں وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ اللہ کو پہچانتا بھی نہیں۔

لیکن فقر وضرورت سے آگاہ انسان اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ باخبر ہونا ہی اس کے اللہ سے محتاجی کو تاریکی سے نکال کر باخبر ہونے تک پہنچا دیتا ہے حالانکہ حاجت وضرورت سے ناسمجھ و بے خبر انسان تاریکی میں گھر جاتا ہے اور وہ اس کو سمجھ بھی نہیں پاتا۔

لیکن وہ فقیر ومحتاج جو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کا

فضل چاہتا ہے حالانکہ اپنی ضرورتوں سے ناآگاہ فقیر اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا ہے گویا حاجتوں سے باخبر انسان حاجت وضرورت کی حالت سے صحیح معنوں میں دوچار ہوتا ہے اور ضرورت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کیلئے نفس وسیع ہوگا اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں میں نہ بخل ہے اور نہ مجبوری۔ ہاں اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کیلئے لوگوں کے ظروف مختلف ہوتے ہیں۔ جس انسان کا ظرف بہت زیادہ بڑا ہوگا اللہ کی رحمت میں اس کا حصہ اتنا ہی زیادہ ہوگا اور ظرف سے مراد یہاں پر ضرورت ہے یعنی جس ضرورت کی کوئی اہمیت ہو اور انسان اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

ایک خطا کار مجرم کیلئے جب سولی کا حکم صادر کیا جاتا ہے تو وہ اس سے باخبر ہوتا ہے۔ وہ عوام الناس اور حکام کے دلوں کو اپنی طرف اس جرم سے زیادہ معطوف کرتا ہے جو اپنے لئے سولی کا حکم نافذ کرانا چاہتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کہاں جانا ہے۔ سولی کا حکم صادر ہونے کے متعلق دونوں برابر کا علم رکھتے ہیں۔ ہاں وہ مجرم جو اپنے جرم کا معترف اور اپنی سزا سے واقف ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ رحمت کا خواستگار ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص جرم اور سزا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے افراد جرم اور سزا کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے۔

بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں

باخبر ضرورت کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی چند نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ جتنا زیادہ انسان اپنی ضرورتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اتنا ہی یہ نشانیاں اسکی دعاؤں میں واضح ہوتی ہیں۔

ان نشانیوں میں سے اہم نشانیاں: دعا میں خشوع، خضوع، رونا گڑگڑانا، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنی مجبوری کا اظہار کرنا ہیں۔

اسلامی نصوص میں دعاؤں میں ان تمام حالتوں اور نشانیوں پر زور دیا گیا ہے، اور دعاء کی قبولیت میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

حقیقت میں یہ علامتیں دعا میں دوسرے اور تیسرے سبب پر توجہ دینے کو کشف کرتی ہیں۔وہ دونوں سبب ضرورتوں کی اطلاع ہونا اور سوال کرنا ہے اور جتنا ہی انسان دعا میں خضوع وخشوع کرے گا اتنی ہی اسکی طلب وچاہت میں شدّت ہوگی اور انسان اپنی حاجتوں کواللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔

ان حالتوں میں دعا قبول ہونے کے یہی دو اسباب ہیں ان حالات اوران کی طرف رغبت کوقرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کوہم ذیل میں بیان کرر ہے ہیں:

خداوند عالم کا ارشاد ہے:ا:﴿تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً﴾(۱)

''جسے تم گڑگڑا کراور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو''

۲:﴿ وَادْعُوْهُ خَوْفاًوَطَمَعاًاِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾(۲)

''اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے''

تضّرع اورخوف یہ دونوں حالتیں انسان کواللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کوپیش کرنے کے بارے میں زور دیتی ہیں۔

اور طمع وہ حالت ہے جوانسان کواس چیز کی رغبت دلاتی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بندہ اس کوحاصل کرے۔

خفیہ(رازدارانہ)طور پر دعا کرنا انسان کواللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے پرآمادہ کرتا ہے

۳۔﴿وَذَاالنُّوْنِ اِذْذَهَبَ مُغَاضِباًفَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادىٰ فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لاَاِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾(۳)

---

(۱)سورۂ انعام آیت ۶۳۔ (۲)سورۂ اعراف آیت ۵۶۔

(۳)سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

''اور یونس کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آ کر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں''

اس آیت میں بندہ کی طرف سے خداوند عالم کی بارگاہ میں ظلم کا اعتراف اور اقرار ہے:

﴿سُبحَانَکَ اِنِّي کُنتُ مِنَ الظَّالِمِینَ .﴾(۱)

''پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا''

ظلم کا اقرار کرنا ظلم سے باخبر ہونا ہے اور اس سے گناہگار انسان اپنے نفس میں استغفار کا بہت زیادہ احساس کرتا ہے اور جتنا ہی انسان اپنے ظلم اور گناہ سے باخبر ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے استغفار کرنے کے لئے زیادہ مضطرو بے چین ہوگا۔

۴:﴿وَیَدعُونَنَا رَغباً وَرَهباً وَ کَانُوا لَنَا خَاشِعِینَ﴾(۲)

''اور رغبت اور خوف کے عالم میں ہم کو پکارنے والے تھے''

رغبت، خوف اور خشوع وہ نفسانی حالات ہیں جو اپنی حاجتوں سے باخبر انسان کو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہیں۔ انسان اللہ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے اور اللہ کے رزق اور ثواب سے اس کو رغبت ہوتی ہے۔

۵:﴿اَمَّن یُّجِیبُ المُضطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکشِفُ السُّوءَ﴾(۳)

---

(۱) سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔
(۲) سورۂ انبیاء آیت ۹۰۔
(۳) سورۂ نمل آیت ۶۲۔

اضطرار وہ نفسانی حالت ہے جو انسان کے اپنی حاجتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہے اور انسان کا اپنی ضرورتوں سے باخبر ہونا اللہ کے علاوہ دوسرے تمام وسیلوں سے دور کرتا ہے (یعنی صرف اللہ ہی نجات دے سکتا ہے)۔

۲۔:﴿یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً﴾(۱)

''اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں''

اپنی حاجتوں سے باخبر انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی مجبوری ولاچاری کا اظہار کرے گا خداوند عالم اسی سوال اور حاجت کے مطابق اس کو عطا کرے گا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعاً اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾(۲)

''اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے''

اللہ کی رحمت بندے سے اتنی ہی قریب ہوگی جتنا وہ اپنے نفس میں اللہ کے عذاب سے خوف کھائے گا اور اللہ کے احسان کی طمع کرے گا۔

انسان کے نفس میں جتنا زیادہ خوف ہوگا اتنی ہی اس کے نفس میں تڑپ پیدا ہوگی، اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا استجابت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کے رزق وثواب کے لئے جتنی طمع انسان کے اندر ہوگی تو اتنی ہی زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا قبول ہونے کے نزدیک ہوگی۔

۳۔دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ اور یہ بالکل واضح وروشن قانون ہے جس کو انسان

---

(۱)سورۂ سجدہ آیت/۱۶۔

(۲)سورۂ اعراف آیت ۵۵۔

بذات خود فطری طور پر سمجھ سکتا ہے اور آیہ کریمہ اسی چیز کو بیان کرتی ہے:

﴿اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (۱)

بیشک ہر دعا قبول ہوتی ہے اور خداوند عالم اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ﴿اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ اور یہ فطری و واضح قانون ہے جس کو انسان کی فطرت تسلیم کرتی ہے اور یہ عام قانون ہے لیکن اگر کوئی دعا قبول ہونے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

دو طرح کی چیزیں دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں:

۱۔ مسئول عنہ جس سے سوال کیا جائے اس کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۲۔ سائل (سوال کرنے والے) کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مسئول (جس سے سوال کیا جائے) کی طرف سے آڑے آنے والی رکاوٹیں جیسے دعا قبول کرنے سے عاجز ہو جائے، دعا قبول کرنے میں بخل کرنے لگے۔

کبھی بذات خود سائل کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے دعا قبول کرنا بندہ کے مفاد میں نہ ہو اور بندہ اس سے جاہل ہو اور اللہ اسکو جانتا ہے۔

پہلی قسم کی رکاوٹیں اللہ کی سلطنت کے شایان شان نہیں ہیں چونکہ خداوند عالم بادشاہ مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے فوت ہوتی ہے، نہ ہی کوئی چیز اسکی سلطنت و قدرت سے باہر ہو سکتی ہے، نہ ہی اسکے جود و کرم کی کوئی انتہا ہے، نہ اسکے خزانہ میں کوئی کمی آتی ہے اور کثرت عطا اس کے جود و کرم سے ہی ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دعا کے قبول ہونے میں پہلی قسم کی رکاوٹوں کے تصور کرنے کا امکان ہی نہیں ہے۔

---

(۱) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

لیکن سائل کی طرف سے دعا قبول نہ ہونے دینے والی رکاوٹوں کا امکان پایا جاتا ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم بہت سے بندوں کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے لیکن وہ ایسا اپنے عاجز ہوجانے یا بخیل ہوجانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے علم کی بناء پر یہ جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے دعا کا دیر سے قبول کرنا بہتر ہے اور سب اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس صورت میں دعا کا قبول ہونا بندے کیلئے مضر ہے اور خدا بندے کی دعا قبول نہیں کرتا لیکن اس دعا کے بدلہ میں اسکو دنیا میں بہت زیادہ خیر عطا کر دیتا ہے اور اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے یا اسکے درجات بلند کر دیتا ہے۔ یا اسکو یہ سب چیزیں عطا کر دیتا ہے۔

پہلے ہم پہلی قسم کے موانع سے متعلق بحث کریں گے، اسکے بعد دوسری قسم کے موانع کے سلسلہ میں بحث کریں اسکے بعد دعا اور اجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

پہلی قسم کے موانع دعا

پہلی قسم کے موانع (رکاوٹوں) کا کوئی وجود ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم اللہ کی سلطنت کے متعلق عرض کر چکے ہیں کہ خدا کی سلطنت مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہوتا، کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی، اسکی سلطنت اور قدرت کی کوئی حد نہیں ہے، کائنات میں ہر چیز اسکی سلطنت اور قدرت کیلئے خاضع ہے اور جب وہ کہہ دیتا ہے تو کوئی چیز اسکے ارادے اور امر سے سرپیچی نہیں کر سکتی ہے:

﴿وَاِذَاقَضیٰ اَمْراً فَاِنَّمَایَقُوْلُ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾(۱)

''اور جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز ہوجاتی ہے''

﴿اِنَّمَاقَوْلُنَالِشَیْءٍ اِذَااَرَدْنَاہُ اَنْ نَقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾(۲)

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۱۱۷۔

(۲) سورۂ نحل آیت ۴۰۔

''ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے''

﴿اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (۱)

''اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئی کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرلے کہ ہو جا اور وہ شئی ہو جاتی ہے''

کائنات میں کوئی بھی چیز اسکی سلطنت اور قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی ہے:

﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهِ﴾ (۲)

''جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے''

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۳)

''اور یقیناً اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے''

خداوند عالم کا امر (حکم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہے، نہ ہی کسی چیز پر متعلق ہے۔

﴿وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۴)

''اور قیامت کا حکم تو صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہے اور یقیناً اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے''

یہ آیت خداوند عالم کی سلطنت وقدرت کے وسیع ہونے اور اسکے حکم اور امر کے نافذ ہونے کو بیان کرتی ہے۔

---

(۱) سورۂ یس آیت/۸۲۔

(۲) سورۂ زمر آیت/۶۷۔

(۳) سورۂ آل عمران آیت/۱۶۵۔

(۴) سورۂ نحل آیت/۷۷۔

بخل اسکی ساحت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے خداوند عالم ایسا جواد وسخی ہے جسکی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔

﴿رَبَّنَاوَسِعتَ کُلَّ شيءٍ رَحمَةً وَعِلماً﴾(۱)

''خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شیٔ پر محیط ہے''

﴿فَاِنْ کَذَّبُوکَ فَقُلْ رَّبُّکُمْ ذُورَحمَةٍوَاسِعَةٍ﴾(۲)

''پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے''

خداوند عالم کی عطا وبخشش دائمی ہے منقطع ہونے والی نہیں ہے۔

﴿کُلاًّ نُمِدُّ هٰؤُلاءِ وَهٰؤُلاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّکَ وَمَاکَانَ عَطَاءُ رَبِّکَ مَحظُوراً﴾(۳)

''ہم آپ کے پروردگار کی عطا وبخشش سے اِن کی اور اُن کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے''

﴿وَاَمَّاالَّذِینَ سُعِدُوافَفِی الْجَنَّةِ...عَطَاءً غَیرَمَجذُوذٍ﴾(۴)

''اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے ... یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے''

جب خداوند عالم رحمت نازل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی ہے:

﴿مَایَفتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحمَةٍ فَلَامُمسِکَ لَهَاوَمَایُمسِکْ فَلَامُرسِلَ لَهُ مِنْ بَعدِهِ﴾(۵)

---

(۱)سورۂ غافر آیت ۷۔ (۲)سورۂ انعام آیت ۱۴۷۔

(۳)سورۂ اسراء آیت ۲۰۔

(۴)سورۂ ہود آیت ۱۰۸۔

(۵)سورۂ فاطر آیت ۲۔

''اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے''

اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے:

﴿وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰاوَاتِ وَالْاَرْضِ﴾(۱)

''حالانکہ آسمان وزمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں''

﴿وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہُ وَمَانُنَزِّلُہُ اِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُوْمٍ﴾(۲)

''اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ہر شے کو ایک معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں''

خداوند عالم جو رزق اپنے بندوں کو عطا کر دیتا ہے اس سے اللہ کی رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوتے وہ اپنے جود وکرم سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔

دعا افتتاح میں آیا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْفَاشِيْ فِیْ الْخَلْقِ اَمْرُہُ وَحَمْدُہُ...اَلْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ یَدَہُ الَّذِيْ لَا تَنْقُصُ خَزَائِنُہُ وَلَاتَزِیْدُہُ کَثْرَۃُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَکَرَماً﴾

''حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور حمد مخلوق میں نافذ ہے...اور جس کا ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ ہے جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عطا کی کثرت اس میں سوائے جود وکرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی''

علامہ شریف رضی کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن سے یہ وصیت فرمائی:

---

(۱) سورۂ منافقون آیت ۷۔

(۲) سورۂ حجر آیت ۲۱۔

﴿إعلمْ انّ الذي بيده خزائن السماوات والارض قد اذن لک في الدعاء وتكفّل لک بالاجابة،وامرک انْ تسأله ليعطيک،وتسترحمه ليرحمک،ولم يجعل بينک وبينه من يحجبک عنه،ولم يلجئک الى مَن يشفع لک اليه،ولم يمنعک ان اسات من التوبة،ولم يعاجلک بالنقمة،ولم يفضحک حيث الفضيحة،ولم يشددعليک فی قبول الانابة،ولم يناقشک بالجريمة،ولم يؤيسک من الرحمة،بل جعل نزوعک عن الذنب حسنة،وحسب سيئتک واحدة،وحسب حسنتک عشرا،وفتح لک باب المتاب وب الاستعتاب.

فاذاناديته سمع نداءک واذا ناجيته علم نجواک،فافضيت اليه بحاجتک،وابثثته ذات نفسک،وشکوت اليه همومک،واستکشفته کروبک، واستعنته على امورک،وسالته من خزائن رحمته مالايقدرعلى اعطائهاغيره،من زيادة الاعماروصحة الابدان،وسعةالارزاق.

ثم جعل فی يدک مفاتيح خزائنه بمااذن لک فيه من مسالته،فمتى شئت استفتحت بالدعاء ابواب النعمة،واستمطرت شآبيب رحمته،فلا يقنطنّک ابطاء اجابته،فان العطيه على قدر النيه﴾(۱)

''جان لو! جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان وزمین کے خزانے ہیں اس نے تمھیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے،اورقبول کرنے کی ذمہ داری لی ہے اورتم کو مانگنے کاحکم دیا ہے تاکہ وہ دے،اس سے رحم کی درخواست کروتاکہ وہ تم پررحم کرے،اس نے اپنے اورتمہارے درمیان دربان نہیں کھڑے کئے جوتمھیں روکتے ہوں،نہ تمھیں اس پرمجبورکیا ہے کہ تم کسی کواس کے یہاں

---

(۱) نہج البلاغہ،قسم الرسائل والکتب،الکتاب:۳۱۔

سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام لو اور تم نے گناہ کئے ہوں، اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ اس نے تمھیں ایسے موقعوں پر رسوا کیا جہاں تمھیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی اس نے توبہ قبول کرنے میں (سخت شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے نہ ہی گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس نیکیوں کے برابر قرار دیا ہے اس نے توبہ کے دروازہ کھول رکھا ہے۔

جب بھی تم اس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو تو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو، اور اسی کے سامنے دل کے راز و بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد کے خواستگار ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت۔

اور اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کو کھولنے والی کنجیاں دیدی ہیں اس طرح کے تمھیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو اس کی رحمت کے دروازوں کو کھلوالو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو، ہاں بعض اوقات اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے"

اور حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿ یاعبادي کلکم ضال الّامَن هدیته،فاسألوني الهدی اهدکم و کلکم فقیر الامَن اغنیته ،فاسألوني الغنیٰ ارزقکم و کلکم مُذنِب اِلّا مَنْ عَافَیْتَهُ،فَاسْاَلُوْنِي الْمَغْفِرَة أغفرلکم...ولوانّ اولکم و آخرکم وحیّکم ومیتکم اجتمعوا فیتمنیّٰ کل

واحد مابلغت امنيته، فاعطيته لم يتبين ذلک في ملكي ...فاذاارد ت شيئافانّما اقول له كن فيكون﴾(۱)

''بندو تم سب بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راستہ دکھا دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو تا کہ میں تمہاری ہدایت کر دوں اور تم سب فقیر ہو مگر جس کو میں بے نیاز کر دوں لہٰذا مجھ سے بے نیازی طلب کرو تا کہ میں تم کو روزی عطا کروں تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں عافیت عطا کروں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کرو تا کہ میں تمھیں بخش دوں اگر تمہارا پہلا، آخری، زندہ، مردہ سب اکٹھے ہو کر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرادیں پوری کر دوں تو اس سے میری حکومت کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے''

موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم

دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے دوسری قسم کے موانع بہت زیادہ ہیں۔

کبھی کبھی دعا کا قبول ہونا سائل کے لئے مضر ہوتا ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور اللہ اس کے حق میں اس دعا کے مفید یا مضر ہونے سے واقف ہے۔

کبھی کبھی دعا کا جلدی قبول ہونا بھی مضر ہوتا ہے اور خداوند عالم جانتا ہے کہ بندہ کیلئے اس دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرنا اس کے حق میں بہتر اور بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ لہٰذا خداوند عالم اس کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم دعا افتتاح میں پڑھتے ہیں:

﴿فَصِرْتُ اَدْعُوکَ اٰمِناً وَاَسْأَلُکَ مُسْتَاْنِساً لاَخَائِفاً وَلاَ وَجِلاً مُدِلّاً عَلَیْکَ فِیْمَاقَصَدْتُ فِیْهِ اِلَیْکَ فَاِنْ اَبْطَاَعَنِّي عَتَبْتُ بِجَهْلِي عَلَیْکَ وَلَعَلَّ الَّذِی اَبْطَاَعَنِّي

---

(۱) تفسیر امام ۱۹۔۲۰، بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ ۲۹۳۔

هُوَ خَيْرٌ لِي لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ﴾

''تو میں مطمئن ہو کر تجھ کو پکارنے لگا اور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو میں نے جہالت سے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے''

کبھی خداوند عالم بندے کی دعا قبول کرنے میں اس لئے تاخیر کرتا ہے تاکہ وہ مسلسل اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا رہے کیونکہ خداوند عالم اپنے سامنے بندے کے گریہ وزاری کرنے کو پسند کرتا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿یاموسیٰ انی لست بغافل عن خلقی ولکن احّ ان تسمع ملا ئکتی ضجیج الدعاء من عبادی﴾(۱)

''اے موسیٰ میں اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوں لیکن میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ میرے ملائکہ میرے بندوں کی گڑگڑا کر دعا کرنے کی آواز کو سنتے رہیں''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿ان العبد لیدعو فیقول اللہ عزّوجل للملکین قداستجبت له،ولکن احسبوه بحاجته فانی احبّ ان اسمع صوته وانّ العبد لیدعو فیقول اللہ تبارک و تعالیٰ:عجّلوا له حاجته فانی ابغض صوته﴾(۲)

''انسان دعا کرتا ہے تو خدا دو فرشتوں سے کہتا ہے کہ میں نے اس کی دعا قبول کرلی لیکن ابھی اس کی حاجت پوری مت کرو کیونکہ میں اس کی آواز سننا ہوں تو وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور کبھی کوئی

---

(۱)عدۃ الداعی

(۲)وسائل الشیعہ کتاب الصلوۃ ابواب الدعا باب ۲۱ حدیث ۳۔

انسان دعا کرتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگتی ہے"

اگر دعا کی قبولیت بندے کے حق میں مضر ہوتی ہے تو خداوند عالم مطلق طور پر اس کی دعا کو لغو نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو بندے کے گناہوں کے کفارہ میں بدل دیتا ہے، اس کی بخشش کرتا ہے یا کچھ وقفہ کے بعد اس کو دنیا میں جلد ہی رزق عطا کرتا رہتا ہے یا جنت میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔

اور ہم مذکورہ دونوں حالتوں، تبدیل اور تاخیر کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی تین حدیثیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿مامِن مسلم دعاالله سبحانه دعوة ليس فيهاقطيعة رحم ولااثم ،الّااعطاه اللّٰـه احدیٰ خصال ثلاثة: امّاان يُعجّل دعوته، واماان يؤخّرله، واماان يدفع عنه من السوء مثلها﴾ قالوا: يارسول الله ،اذن نُكثِر. قال:"اكثروا". (۱)

"جو مسلمان بھی خداوند عالم سے ایسی دعا مانگتا ہے جس میں رشتہ داروں سے رابطہ ختم کرنے یا کسی گناہ کا مطالبہ نہیں ہوتا تو خداوند عالم اس کو تین صفات میں سے کوئی ایک صفت عطا کر دیتا ہے یا اس کی دعا جلد قبول کر لیتا ہے یا تاخیر سے قبول کرتا ہے یا اس سے کوئی بلا دور کر دیتا ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿الـدعـاء مخ العبادة، ومامِن مؤمن يدعوالله الّااستجاب له، اِمّاأن يعجّل

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۷۔

لـه فـی الـدنیـا،اویـؤجّـل لہ فی الآخرۃ،واماان یُکفّرمن ذنوبہ بقدرمادعا مالم یدع بـمأثم ﴾(۱)

''دعا عبادت کی روح و جان ہے اور کوئی ایسا مومن نہیں ہے جسکی دعا اللہ قبول نہ کرتا ہو یا تو اس دعا کو دنیا میں جلدی قبول کر لیتا ہے یا اس کے مستجاب ہونے میں آخرت تک تاخیر کر دیتا ہے یا جتنی وہ دعا کرتا ہے خدا اس کو اس بندے کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلایُقَنِّطَنَّکَ اِبْطَاءُ اِجَابَتِہِ فَاِنَّ الْعَطِیَّةَ عَلیٰ قَدْرِ النِّیَّةِ وَرُبَمَا اُخِّرَتْ عَنْکَ الاِجَابَةُ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّائِلِ وَاَجْزَلَ لِعَطَاءِ الآمِلِ وَرُبَمَاسَأَلْتَ الشَّيءَ فَلَاتُؤتَاهُ وَاُوْتِیتَ خَیْراً مِنْهُ عَاجِلاً اَوْ آجِلاً اَوْصُرِفَ عَنْکَ لِمَاھُوَخَیْرٌلَکَ فَلِرُبَّ اَمْرٍقَدْ طَلَبْتَهُ فِیْہِ ھَلَاکُ دِیْنِکَ لَوْاُوْتِیْتَهُ فَلْتَکُنْ مَسْأَلَتُکَ فِیْمَایَبْقیٰ لَکَ جَمَالُهُ وَیُنْفیٰ عَنْکَ وَبَالُهُ وَالْمَالُ لَایَبْقیٰ لَکَ وَلَاتَبْقیٰ لَهُ﴾(۲)

''ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہوتو، اس سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمھیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی مفاد کے پیش نظر تمھیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمھیں دیدی جائیں، تو تمہارا دین تباہ ہو جائے لہٰذا تمھیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہئے جس کا جمال پائیدار

---

(۱) وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ، ابواب الدعا باب ۱۵۔ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۸۔

(۲) نہج البلاغہ قسم الرسائل والکتب، الکتاب ۳۱/۔

ہواور جسکا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو رہا دنیا کا مال، تو یہ نہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کیلئے رہو گے''

ہم ان تینوں روایات کو جمع کرنے کے بعد دعا مستجاب ہونے کی پانچ حالتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں:

ا۔(عجلت) خداوند عالم کی بارگاہ میں بندے کی دعا کا جلدی مستجاب ہونا۔

۲۔(مدت) جس حاجت کیلئے بندے نے اللہ سے دعا کی ہے اس کو مستجاب کرنے میں وقت لگانا۔

۳۔(عوض)(تبدیلی) دعا کو تبدیل کر کے مستجاب کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والے سے اس دعا کے بدلہ برائیوں کو دور کرتا ہے جس کے قبول ہونے میں فی الحال کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے۔

۴۔جس دعا کو قبول کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اللہ اس کے بدلے دعا کرنے والے کو آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿واللّٰہ مصیّر دعاء المؤمنین یوم القیامۃلھم عملایزیدھم فی الجنۃ﴾(۱)

''خداوند عالم بروز قیامت مومنین کی دعا کو ان کے حق میں ایسے عمل میں بدل دیگا جس سے جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہوتا رہے گا''

دوسری حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿واللّٰـہ مااخّر اللّٰہ عزّوجلّ عن المؤمنین مایطلبون من ھٰذہ الدنیاخیرلھم عمّاعجّل لھم منھا﴾(۲)

---

(۱)وسائل الشیعہ جلد۴/۱۰۸۶،حدیث/۸۶۱۵۔ (۲)قرب الاسناد صفحہ۱۷۱۔اصول کافی صفحہ۵۲۶۔

''خدا کی قسم مومنین جو کچھ اس دنیا میں خدا سے طلب کرتے ہیں اُس میں اِس دنیا میں عطا کردینے سے ان کیلئے تاخیر کرنا بہتر ہے''

۵۔(تبدیل) جب دعا کو قبول کرنا بندے کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرتے وقت اس کی دعا کو اس کے گناہوں اور برائیوں کا کفارہ قرار دیتا ہے۔(۱)

اور کبھی کبھی ان کو تبدیل نہ کرنا اور مدّت معین کرنا دو حالتوں میں دعا مستجاب ہونے میں وقت درکار ہونا اور اس کو معین قرار دینے کے وقت دعا کرنے والے کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے۔کبھی کبھی یہ نظام کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے جو سائل اور دوسرے افراد کو بھی شامل ہوتا ہے دعا مستجاب ہونے یا جلدی دعا مستجاب ہوجانے سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے جس کو اللہ نے خاص انسان یا عام دنیا کیلئے معین فرمایا ہے۔

جب دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے

دعا اور عمل دونوں الگ الگ مقولہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رحمت کے نازل ہونے کا سبب ہے بیشک عمل سے اللہ کی رحمت اسی طرح نازل ہوتی ہے جس طرح دعا سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ﴾(۲)

''اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسول اور صاحبان ایمان دیکھ رہے ہیں''

---

(۱)ان پانچوں باتوں میں سے آخری تین باتیں صرف بندے کی دعا کو ملغیٰ قرار دینے سے مخصوص ہیں خداوند عالم اپنے بندے کی دعا قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے اس سے برائیاں دور کردیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

(۲)۔سورۂ توبہ آیت ۱۰۵۔

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ﴾(۱)

''پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا''

اسی طرح دعا رحمت کی کنجی ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾(۲)

لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان جو کچھ سوال کرے وہ اِس دنیا کے عام نظام میں ممکن بھی ہو، بلکہ کبھی کبھی انسان اللہ سے ایسی دعا کرتا ہے جو اس دنیا کے عام نظام (قضا و قدر) میں ممکن نہیں ہوتی لہٰذا اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی دعا کے مستجاب ہونے یا دعا کے جلدی مستجاب ہونے میں صاحب دعا کیلئے کوئی مصلحت نہیں ہوتی، تو انسان دعا میں اتنی جد و جہد وکوشش کیوں کرتا ہے؟

جواب: بیشک دعا بذات خود عمل اور عبادت میں تبدیل ہو جاتی ہے جس سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

لہٰذا (قضا وقدر) مصلحت دعا کے موانع میں سے نہیں ہیں۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اگر چہ اپنے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا ہے بلکہ بندے کی دعا تو خود اسی کے عمل اور عبادت پر موقوف ہے اور اسی کے مطابق اس کو دنیا اور آخرت میں جزا یا سزا دی جائیگی۔

اسلامی روایات میں اس دقیق معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿سمعته یقول: ادع، ولا تقل قدفرغ من الامر (۳) فان الدعاء هو العبادة﴾(۴)

---

(۱) سورۂ الزلزلہ آیت ۷۔ (۲) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

(۳) یعنی یہ امر خداوند عالم کے قضاء وقدر میں ہے جس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اور دعا کے ذریعہ اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے''

(۴) وسائل الشیعہ صفحہ ۹۲۔ حدیث ۸۶۴۳، اصول کافی صفحہ ۵۱۶)

میں نے آپؑ کو یہ فرماتے سنا ہے: دعا کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا حکم تمام ہو گیا ہے بیشک دعا عبادت ہے "یعنی یہ امر اللہ کے قضاوقدر میں ہے اور دعا کے ذریعہ اسکو آگے پیچھے کر دینا ممکن نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ادعه، ولا تقل قدفرغ من الأمر، فانّ الدعاء هو العبادة انّ الله عزّ وجلّ يقول: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْن (١) ﴾ (٢)

"خدا کو پکارو یہ نہ کہو کہ خدا کا امر (حکم) تمام ہو گیا ہے بیشک دعا عبادت ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴾

"اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ مطلق طور پر پہلی قسم کے موانع خداوند عالم کی کبریائی کے شایان شان نہیں ہیں لیکن دوسری قسم کے موانع حقیقی ہیں اور بندوں کی زندگی اور دعاؤں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی خداوند عالم دعا مستجاب کرنے میں مدت معین کر دیتا ہے اور کبھی مستجاب کر کے اس کو دوسری چیز سے بدل دیتا ہے۔

اور ان دونوں حالتوں (حالت تاخیر اور حالت تبدیل) کے علاوہ دعا کا مستجاب ہونا ضروری ہے اس کا منبع قطعی فطری حکم ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سائل، مسئول (جس سے

---

(۲) سورۂ مؤمن آیت/۶۰۔

(۳) وسائل الشیعہ ۴: ۱۰۹۲ حدیث ۸۶۴۰، اصول کافی: فروع کافی جلد ا سطر ۹۴۔

سوال کیا جا رہا ہے) کا محتاج ہوتا ہے اور مسئول سائل کی حاجت قبول کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیتا ہے۔(۱)

۱۔﴿ اَمَّنْ یُجِیبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءِ﴾(۲)

''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

لہذا جو شخص مجبور ہو اور اپنی بلا دور ہونے کے سلسلہ میں دعا کے قبول ہونے کا شدید محتاج ہو اس کو فقط دعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ خداوند عالم کو پکارتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا قبول کر کے اس سے بلا کو دور فرما دیتا ہے۔

جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے تو خدا اس کی دعا مستجاب کرتا ہے اور اس کے لئے برائیوں کو واضح کر دیتا ہے۔

۲۔:﴿ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾(۳)

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

---

(۱) اس رابطہ کے ضروری ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ پر یہ امر واجب ہو گیا ہے بلکہ خود قرآن کریم اس یقینی اور ضروری رابطہ پر اس طرح زور دیتا ہے:

اس نے اپنے اوپر رحمت لکھ لی ہے:

﴿فَقُلْ سَلاَمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (سورۂ انعام آیت ۵۴)

''پس ان سے سلام علیکم کہئے تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے''

(۲) سورۂ نمل آیت ۶۲۔

(۳) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

یہ آیتِ کریمہ دعا اور استجابتِ دعا کے درمیان رابطہ کو صاف طور پر واضح کر رہی ہے:

﴿ اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾ (۱) "مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

﴿وَاُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ﴾ (۲)

"پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے"

ان آیات میں دعا اور اس کے مستجاب ہونے کا رابطہ صاف اور واضح ہے، اور اس میں کوئی شک وشبہہ ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم ہر دعا کو قبول کرتا ہے لیکن اگر دعا قبول کرنا بندہ کے حق میں مضر ہو یا اس عام نظام کے خلاف ہو جس کا بندہ خود جزء شمار ہوتا ہے، اور ان آیات میں دعا کے مستجاب ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر معلّق ہے۔

جن شرطوں کو ہم عنقریب بیان کریں گے وہ حقیقت میں دعا کے محقق ہونے کیلئے ضروری ہوتی ہیں یا بذات خود دعا کرنے والے کی مصلحت کیلئے ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر یا تو دعا کا اثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دعا اور استجابت کے درمیان ایسا رابطہ ہے جس کے بدلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور ایسا مطلق تعلق ہے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتا مگر کوئی ایسی شرط ہو جس کی تاکید کی گئی ہو یا وہ دعا کی حالت کا اثبات کرتی ہو جیسے خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿اِذَادَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ﴾ (۳)

"جب وہ اس کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

شریعت اسلامیہ میں احادیث نبی اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں دعا اور دعا کے مستجاب ہونے کے درمیان اس رابطہ پر زور دیا گیا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

---

(۱) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

(۲) سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

(۳) سورۂ نمل آیت ۶۲۔

﴿یاعیسیٰ إني اسمع السامعین استجیب للداعین اذادعونی﴾(۱)

''اے عیسیٰ میں اسمع السامعین (سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والا) ہوں دعا کرنے والے جب دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا مستجاب کرتا ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿مامن عبدیسلک وادیافیبسط کفّیه فیذکر الله ویدعو الّاملأالله ذلک الوادي حسنات فلیعظم ذلک الوادي اولیصغر﴾(۲)

''جو بندہ بھی کسی وادی کو طے کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خداوند عالم کو یاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس وادی کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے چاہے وہ وادی بڑی ہو یا چھوٹی''

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿لوأ نَّ عبداًسدَّ فاهُ،لم یسأل لم یعط شیئاًفسل تعط﴾(۳)

''اگر بندہ اپنا منھ بند رکھے اور وہ خدا سے سوال نہ کرے تو اس کو کچھ عطا نہیں کیا جائیگا، لہٰذا سوال کرو خدا عطا کرے گا''

''میسر بن عبد العزیز نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''یامیسر إنّه لیس من باب یُقرع إلّایُوشک انْ یُفتح لصاحبه﴾(۴)

''اے میسر! اگر کسی دروازے کو کھٹکھٹایا جائے تو وہ عنقریب کھٹکھٹانے والے کیلئے کھل جاتا ہے۔

---

(۱)اصول کافی۔

(۲)ثواب الاعمال صفحہ/۱۳۷۔

(۳)وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۰۸۴،حدیث ۸۶۰۶۔

(۴)وسائل الشیعہ ۴:صفحہ۱۰۸۵ح ۸۶۱۱۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿متیٰ تُکثر قرع البابُ یفتح لک ﴾(۱)

''جب دروازہ پہ زیادہ دستک دی جائیگی تو کھل جائیگا''

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

﴿یاعلي أُوصیک بالدعاء فانّ معه الاجابة﴾(۲)

''اے علیؑ میں تم کو دعا کرنے کی سفارش کرتا ہوں بیشک اگر دعا کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿اذااُلهم احدکم الدعاء عند البلاء فاعلموااأنّ البلاء قصیر ﴾(۳)

''جب تم میں سے کسی کو مصیبت کے وقت دعا کرنے کا الہام ہوجائے تو جان لو کہ مصیبت چھوٹی ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿لاواللّه لایلحّ عبدٌعلیٰ اللّه عزّوجلّ الّااستجاب اللّه له ﴾(۴)

''خدا کی قسم بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں نہیں گڑگڑاتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے''

اسلامی روایات میں دعا اور دعا کی مقبولیت کے درمیان رابطہ کے یقینی اور مطلق ہونے پر

---

(۱)وسائل الشیعہ ج۴:صفحہ۱۰۸۵ح ۸۶۱۳۔

(۲)وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۸۔

(۳)وسائل الشیعہ جلد۴ص ۱۰۸۷حدیث ۸۶۲۴۔

(۴)اصول کافی کتاب الدعا باب الالحاح فی الدعاء حدیث ۵۔

زور دیا گیا ہے اور یہ واضح ہے کہ جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿ما انصفنی عبدي،يدعوني فاستحيي انْ اردّه،ويعصيني ولايستحيي مني﴾(۱)

''میرے بندے نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا چونکہ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو مجھے اسکی دعا رد کرنے میں حیا آتی ہے لیکن جب وہ میری معصیت کرتا ہے تو مجھ سے کوئی حیا نہیں کرتا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿ما ابرز عبد يده الی اللّٰه العزيز الجبار الّا استحييٰ اللّٰه عزّوجلّ أنْ يردّها﴾(۲)

''بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے''

حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿من احدث وَتوضأ وصلّٰی ودعاني فلم اُجبه فيما يسأل عن امر دينه ودنياه فقد جفوته ولست بربٍّ جافٍ﴾(۳)

''جس شخص سے حدث صادر ہو اور وہ وضو کر کے نماز پڑھے پھر مجھ سے دعا مانگے لیکن میں اس کی دینی اور دنیاوی حاجت پوری نہ کروں تو میں نے اس پر جفا کی جبکہ میں جفا کرنے والا پروردگار نہیں ہوں''

---

(۱)ارشاد القلوب للدیلمی۔

(۲)عدۃ الداعی وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۴ حدیث ۱۔

(۳)ارشاد القلوب للدیلمی۔

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿ماكان الله ليفتح باب الدعاء، ويغلق عليه باب الاجابة﴾(۱)

''ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم بندہ پر باب دعا تو کھول دے اوراس پر باب اجابت کو بند رکھے''

اورامیر المومنین علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

﴿من أُعطي الدعاء لم يُحرم الاجابة﴾(۲)

''جس کو دعا عطا کی گئی اسکو دعا کے مستجاب ہونے سے محروم نہیں کیا گیا''

آخری دو روایتوں میں اہم اور بلند درجہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کریم اور وفیّ ہے جب اس نے دعا کا دروازہ کھول دیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دعا مستجاب ہونے کے دروازہ کو بند کردے۔ جب خداوند عالم نے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق عطا کردی تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کی دعا مستجاب نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿مافُتح لأحد باب دعاء الّافتح الله له فيه باب اجابة، فاذافُتح لأحدكم باب دعاء فليجهد فانّ الله لايملّ﴾(۳)

''خداوند عالم نے کسی کیلئے دعا کا دروازہ نہیں کھولا۔ ہے مگر یہ کہ اسکے لئے اسکی دعا کے قبول ہونے کا دروازہ بھی کھول دیا ہے۔ جب تم میں سے کسی ایک کیلئے باب اجابت کھل جائے تو اسکو کوشش کرنا چاہئے بیشک خدا کسی کو ملول نہیں کرتا''

---

(۱) وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۲ اور ۴: ۱۰۸۷۔ حدیث ۸۶۲۴۔

(۲) وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ اور ۴ صفحہ ۱۰۸۶۔ حدیث ۸۶۲۲۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۰۸۷ حدیث/ ۸۶۲۴۔

یہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی تیسری منزل ہے۔

اللھم سمعنا و شھدنا و آمنّا

''خدایا ہم نے سنا اور گواہی دی اور ایمان لائے''

رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں

جناب ہاجرہ اور اسمعیؑل علیہما السلام اور ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہم تینوں منزلوں کا یکجا طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں:

۱۔ فقر و حاجت

۲۔ دعا اور سوال

۳۔ سعی اور کوشش

جب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند عالم نے ان کی زوجہ جناب ہاجرہ کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی (چٹیل میدان) میں بھیجا اور انھوں نے وہاں ہاجرہ کے ساتھ ان کے فرزند شیر خوار جناب اسمعیل کو چھوڑا تو یہ دعا کی:

﴿ رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلاَةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِی اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ ﴾(۱)

''پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نمازیں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں''

۱۔ سورۂ ابراہیم آیت ۳۷۔

اسکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل کیلیۓ گئے۔ جناب ہاجرہ اور طفل شیر خوار کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا اور ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا، بچہ پر پیاس کا غلبہ ہوا، جناب ہاجرہ نے چاروں طرف پانی ڈھونڈھا لیکن پانی کا کوئی نام ونشان نہ ملا، بچہ چیخنے، چلانے اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔ آپ کی والدہ ادھر ادھر دوڑ لگانے لگیں، کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور دراز تک پانی دیکھتیں اسکے بعد نیچے اتر آتیں اور دوڑتی ہوئیں مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں، اور خداوند عالم سے اپنے اور بچہ کیلیۓ اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا سوال کرتیں اور بچہ بیت حرام کے نزدیک چیختا چلاتا اور ہاتھ پیر مار رہا تھا۔

اللہ نے بچہ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کیا، ماں پانی کی طرف دوڑی تاکہ اپنے شیر خوار بچہ کو سیراب کر سکے اور پانی کو ضائع ہونے سے بچا سکے لہٰذا انھوں نے پانی سے کہا زم زم یعنی ٹھہر ٹھہر کہ وہ اس کیلیۓ ایک حوض بنا رہی تھیں۔

یہ عجیب وغریب منظر رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنا، خداوند عالم نے بے آب و گیاہ وادی میں چشمہ زم زم جاری کیا اور اسکو اس مبارک زمین پر متعدد برکتوں کا مصدر قرار دیا۔

خداوند عالم نے اس عمل کو اعمال حج کا جزء قرار دیا اور اسکو سب سے اشرف فرائض میں قرار دیا۔

اس منظر کا کیا راز ہے؟ اور اسکو اصل دین میں داخل کرنے اور حج کے احکام میں ثبت کرنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ وہ موثر اور طاقت ور سبب کیا ہے جسکی وجہ سے خداوند عالم نے اس منظر کی قوت سے رحمت نازل کی اور تاریخ میں آنے والے تمام موحدوں کیلیۓ بہت زیادہ برکتوں کا مبدأ قرار دیا؟

پس اس منظر میں ایک خاص راز ہے جس کیلیۓ اس بے آب و گیاہ وادی میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کی استدعا کی گئی ہے، اس رحمت کے ہمیشہ باقی رہنے کی استدعا کی گئی ہے، اس کو متعدد

برکتوں کیلئے مصدر اور مبدأ قرار دیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ خداوند عالم اس کو اپنے بیت حرام کے نزدیک موحدین کی آنے والی نسلوں کے لئے اسی طرح قائم ودائم رکھے۔

ہمارا (مؤلف) عقیدہ ہے کہ (خداوند عالم اس منظر کے تمام اسرار کو جانتا ہے) ایسے منظر شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں جن میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تینوں پہلو جمع ہوجاتے ہیں اور ہر ایک سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

پہلی منزل: حاجت وضرورت ہے جو یہاں پر پیاس ہے جو شیر خوار بچہ کیلئے نقصان دہ تھی اور حاجت وضرورت کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اللہ کی رحمت نازل ہونے کا ایک پہلو ہے۔

جب ضرورت صاحب ضرورت کیلئے زیادہ نقصان دہ ہوگی تو وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا۔ اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شیر خوار بچوں کیلئے دکھ درد، یا بھوک یا پیاس یا سردی یا گرمی بہت زیادہ مضر ہوجاتی ہے جسکو وہ برداشت نہیں کرسکتے تو وہ ان بزرگوں کے ذریعہ جو ان تمام چیزوں کو برداشت کرسکتے ہیں اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتے ہیں۔ چونکہ دوسروں کے مقابلہ میں ان کیلئے اس حاجت کا نقصان زیادہ ہے۔

معلوم ہوا کہ حاجت ان کے غیروں کے علاوہ خود ان کیلئے بہت زیادہ مضر ہے۔

دعا میں وارد ہوا ہے: ''اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ لِفَقْرِيْ '' صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی حاجت جتنی عظیم ہوگی اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہوگی۔

بیشک اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا انسان کو اللہ کی رحمت سے قریب کردیتا ہے چاہے انسان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت سے باخبر ہوکر پیش کرے یا نہ کرے اگر انسان اپنی حاجتوں سے باخبر ہوکر ان کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ کی رحمت نازل کرانے میں اسکی قدر و قیمت

بڑھ جاتی ہے۔ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

لیکن اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی حاجت میں تحریف نہ کرے یعنی انسان یہ تصور کرے کہ اسکو مال کی ضرورت ہے یا حطام دنیا (دنیوی چیزیں) کی ضرورت ہے لہٰذا بندگان خدا کی طرف حاجت پیش نہ کرے۔

نیز یہ شرط بھی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹائے اور یہ تصور نہ کرنے لگے کہ یہ دولت یا سرمایۂ دنیا کی ضرورت خداوند عالم کے کچھ بندوں کی ضرورت کی بنا پر ہے اس کے بجائے کہ وہ فقر کو خداوند عالم کی طرف نیاز مندی پر حمل کرے۔

اِس حاجت اور اُس حاجت میں فرق ہے۔ جس حاجت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا ہے اور جب انسان اس ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بجائے اللہ کے بندوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اسکے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی قدر و قیمت ختم ہو جاتی ہے اور لوگوں کی اکثر حاجتیں اسی قسم کی ہیں۔

اس منظر میں بچہ کا پیاس کی شدت سے چیخنا چلانا گریہ وزاری کرنا اللہ کی رحمت نازل کرنے میں بڑا موثر ہے۔

خداوند عالم کی طرف نیاز مندی کے مناظر میں خداوند عالم کی رحمت کا سبب بننے والا اثر اور رقت آور منظر اس بچہ کے منظر سے زیادہ نہیں جو پیاس سے جھلس رہا ہو اور اس کی ماں کو اس کیلئے پانی نہ مل رہا ہو۔

اللہ کی رحمت کا اس منظر میں دوسرا پہلو سعی ہے، یہ رزق کیلئے شرط ہے، بغیر سعی و کوشش کے رزق نہیں ہے اور اللہ تعالی نے سعی اور حرکت کو انسان کی زندگی میں رزق کی کنجی قرار دیا ہے۔

جب فقر کا سبب انسان سے عزم، قوت، ارادہ، حرکت اور نشاط چاہتا ہے اور جتنی انسان میں

حرکت وسعی اور عزم ہوگا اتنا ہی اللہ اس کو اپنی رحمت سے رزق عطا کریگا۔

جب جناب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل پر پیاس کا غلبہ ہوا تو جناب ہاجرہ نے پانی تلاش کیا اور اسی پانی کی تلاش میں آپ کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اور پھر صفا سے اتر کر مروہ پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اسی طرح آپ جب صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر گئیں تو آپ کو کہیں پانی کا نام ونشان نہیں دکھائی دیا تو آپ مایوس نہیں ہوئیں اور اس عمل کی تکرار کرتی رہیں اور صفا ومروہ کے درمیان دوڑ لگاتی رہیں یہاں تک کہ آپ نے ان کے درمیان سات چکر لگائے۔

اگر یہ آرزو اور امید نہ ہوتی تو ان کی سعی پہلے ہی چکر میں ختم ہو جاتی لیکن پانی کی امید نے ان دونوں کے دلوں کو زندہ رکھا اور اسی شوق میں وہ سعی کی تکرار کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے اس امر کو آسان کیا اور جناب اسماعیلؑ کے قدموں کے نیچے چشمہ جاری فرمادیا لیکن اس مقام پر آرزو اور امید اللہ کی ذات سے ہے ان کی سعی میں نہیں ہے اگر آرزو و امید ان کی سعی میں ہوتی تو ان کی یہ آرزو و امید پہلے یا دوسرے چکر میں ہی ختم ہو جاتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سعی اور اس حرکت کو رزق کے لئے شرط قرار دیا، انسان پر اپنی رحمت کا نزول قرار دیا اور اللہ اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے لیکن خداوند عالم نے انسان کی سعی اور حرکت کو اپنے رزق اور رحمت کی کنجی قرار دیا ہے۔

اللہ کی رحمت کیلئے اس منظر میں تیسرا پہلو جناب اسمٰعیل کی والدہ کی دعا ہے ان کا اللہ سے لو لگانا اور اس بے آب وگیاہ وادی میں پانی کی تلاش میں اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرنا ہے۔

جتنا انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اپنے کو اس کی یاد میں غرق کر دیگا اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہوگا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس نیک وصالح خاتون نے اس وقت اور اس وادی میں اللہ کی یاد میں منہمک ہونے والی کس حالت کا انتخاب کیا جبکہ ان کے پاس نہ کوئی انسان تھا اور نہ حیوان، صرف ایک پیاسا شیر خوار اپنی پیاس سے تڑپ رہا تھا گویا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس وقت اس خاتون نے خداوند عالم سے اس طرح دعا کی کہ ملائکہ نے ان کیلئے گڑگڑا کر دعا کرنا شروع کر دی اور اپنی آوازوں کو ان کی آواز، اور اپنی دعاؤں کو ان کی دعاؤں سے ملا دیا۔

اگر تمام انسان اللہ کی یاد میں اسی طرح منہمک ہو جائیں اور خدا کے علاوہ سب سے ہٹ کر صرف اس کی بارگاہ سے لو لگائیں تو اُن پر زمین و آسمان سے رزق کی بارش ہوگی۔

﴿لاَ کَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾(۱)

''تو وہ ہر طرح سے اللہ کی رحمت سے مالا مال ہوں گے''

اگر تمام لوگ خداوند عالم کی طرف اس طرح متوجہ ہو جاتے تو وہ آسمان و زمین کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی۔

اے مادر گرامی آپ پر اللہ کا سلام! اے اسماعیل کی مادر گرامی آپ پر اسماعیل کی اولاد کا سلام جس کو اللہ نے نور، ہدایت، ایمان، نبوت عطا کی ہے اور ان کی ہدایت اور نور سے ہدایت پانے والے ہیں۔ اگر آپ اس حجاز کی سخت گرمی میں اس بے آب و گیاہ وادی میں تنہا نہ ہوتیں، اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اس مشکل موقع پر آپ خداوند قدوس سے اس طرح لو نہ لگاتیں اور آپ دونوں پر خداوند عالم کی رحمت نازل نہ ہوتی اور اگر وہ رحمت نہ ہوتی تو آپ اللہ سے اس طرح لو نہ لگاتیں تو آپ کی صفا و مروہ کے درمیان سعی حج میں شعائر اللہ میں قرار نہ دی جاتی۔

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرَ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاجُنَاحَ عَلَيْهِ

۱۔ سورۂ مائدہ آیت/۶۶۔

اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴾(۱)

''بیشک صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کیلئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے''

اے مادر گرامی! اللہ نے اپنی یاد میں اس وقت آپ کے انہماک کو دامن تاریخ میں ثبت کر دیا پانی کی تلاش میں آپ کی سعی اور آپ کے بچہ اسماعیل کی چیخ و پکار کے تذکرہ کو تاریخ میں لکھ دیا تاکہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت کیلئے کیسے خشوع و خضوع کیا جاتا ہے؟

اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں نہ کسی طرح کا بخل ہے نہ نقص اور نہ ہی وہ عاجز ہے لیکن لوگ اس کی رحمت کے نازل ہونے کے مقامات کو نہیں جانتے نہ ہی اس سے اچھی طرح پیش آتے ہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

آپ نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی رحمت کو کیسے نازل کرائیں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ کیسے پیش آئیں اور اے بی بی ہم نے آپ سے رحمت کی کنجیاں حاصل کی ہیں۔

اگر ہم نے آپ کی ان کنجیوں کی حفاظت نہ کی جن کو آپ نے اپنے فرزند ارجمند جناب اسمٰعیل کے سپرد کیا، اسمٰعیل کے بعد یہ کنجیاں اسمٰعیل کی اولاد کو وراثت میں ملیں اور ہم کو آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میراث میں ملیں تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی میراث اور ان کی وراثت کو ضائع و برباد کر دیا ہے۔

ہم نے اپنے جد ابراہیم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی تعلیم حاصل کی اور ہم نے

۱۔ سورۂ بقرہ آیت/۱۵۸۔

اپنی ماں جناب ہاجرہ سے اللہ سے سوال کرنے کا طریقہ سیکھا ہے۔

اگر ہم خواہشات نفسانی اور طاغوت وسرکشی میں پھنس گئے تو ہم نے اِس کو بھی ضائع کیا اور اُس کو بھی ضائع وبرباد کردیا ہے۔

اے اللہ ہم نے اپنے جد ابراہیم اور اپنی جدہ جناب ہاجرہ کی جس میراث کو ضائع وبرباد کردیا اس پر تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ہم کو ان کے خاندان میں قرار دے لہٰذا اے پروردگار اس میراث کی بازیابی کے سلسلہ میں ہماری مدد فرما، جو ہم نے ضائع کردی ہے اور ہم کو ان کے پیروؤں میں قرار دے اور پروردگارا ہم کو اس گھر سے اولاد ابراہیم اور اولاد عمران سے مت نکالنا۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحاًوَآلَ اِبْرَاھِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَامِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾(۱)

''اللہ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے''

﴿رَبَّنَاوَاجْعَلْنَامُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَااُمَّۃً مُسْلِمَۃً وَاَرِنَامَنَاسِکَنَاوَتُبْ عَلَیْنَااِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾(۲)

''پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرماں بردار قرار دیدے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار پیدا کر۔ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''

جناب اسماعیل کی مادر گرامی نے اس دن اور اس وادی میں تمام اسباب خیر اخذ کئے

۱۔سورۂ آل عمران آیت ۳۳،۳۴۔

۲۔سورۂ بقرہ آیت ۱۲۸۔

جن کو سعی، دعا اور حاجت کہا جاتا ہے۔

بیشک ہماری اس مادر گرامی نے پانی کی تلاش میں سعی کی کبھی آپ صفا پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اور مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں خداوند عالم اپنے بندوں کی سعی اور عمل کو دوست رکھتا ہے اور اس نے انھیں رزق کی اہم شرطیں قرار دیا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح سعی کرے کہ خدا کی یاد میں منہمک ہو جائے اور اسی حالت میں خدا سے لو لگائے، دعا کرے، تاریخ انسانیت میں ایسی مثالیں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔

سعی و کوشش خداوند عالم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور انسان کو اس سے الگ نہیں کر دیتی اور صرف خداوند عالم سے وابستگی بھی انسان کی سعی و کوشش کی راہ میں حائل نہیں ہوتی جناب ہاجرہ کی پانی کیلئے کوشش ایک عورت کی قوت امکان کی آخری منزل تھی۔

آج یہ ہمارے حج کے مناسک میں سے ہے اور ہم ان دونوں پہاڑوں کے درمیان بغیر کسی زحمت، تکلیف غم اور رنج کے سات چکر لگاتے ہیں سعی کرتے ہیں جس کی بنا پر ہم تھک جاتے ہیں مشقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس بزرگ بی بی نے اس سعی کی اس بے آب و گیاہ وادی میں بنیاد رکھی جب بچہ کی پیاس پورے عروج پر تھی اور پیاسا شیر خوار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے باوجود پانی کی تلاش میں اس سعی کو بڑی ہمت اور عزم وارادہ کے ساتھ قائم کیا۔

اس کے باوجود اس سعی کے دوران ایک منٹ بھی آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئیں یہ پوری سعی یاد الٰہی کے ساتھ تھی نہ یہ یاد خدا میں رکاوٹ تھی اور نہ سعی و کوشش میں مانع! گویا کوشش صرف خداوند عالم سے وابستہ تھی اور خداوند عالم سے وابستگی سعی و کوشش کے ساتھ تھی ہم میں سے اس پر کون قدرت رکھ سکتا ہے؟

ملائکہ اس روز اس منظر کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ آپ نے اللہ سے کیسے لو

لگائی؟ اور آپ نے پانی کی تلاش میں اس طرح کیسے سعی کی ہے؟ اور آپ نے سعی اور اللہ سے اس طرح لو لگانے کو ایک ساتھ کیسے جمع کر دیا؟ اللہ کی بارگاہ میں کیسے تضرع کیا کہ وہ آپ کی دعا اور سعی مستجاب کرے اور آپ کی سعی اور دعا سے اللہ رحمت نازل کرے اور اللہ کی رحمت اتنی قریب ہو جائے کہ آسمان کے طبق زمین پر اتر جائیں۔

اس دن دعا اور عمل صالح زمین سے آسمان پر پہونچے اور رحمت کے ستون آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس بے مثال واحد منظر کا نظارہ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے لگے اور وہ چیز رونما ہوئی جوان کے دل و دماغ میں بھی نہیں آئی تھی کہ شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے سے صاف وشفاف اور گوارا پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

پاک و پاکیزہ ہے خداوند عالم اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اس نے ہاجرہ کی سعی اور دعا کو قبول فرمایا لیکن سعی کی بنا پر نہیں بلکہ اس شیر خوار بچہ کے قدموں تلے جو اپنے ہاتھ پیروں کو اس دن کی پیاس کی بنا پر پٹخ رہا تھا تاکہ خداوند عالم ہاجرہ کو بتا سکے کہ خدا ہی نے ان کو یہ ٹھنڈا اور گوارا پانی اس تپتی دھوپ میں عنایت فرمایا ہے خود ہاجرہ نے اپنی سعی کے ذریعہ اس کو پیدا نہیں کیا ہے اگر چہ ہاجرہ کیلئے سعی و کوشش کرنا ضروری تھا تاکہ خداوند عالم ان کو زمزم عطا فرماتا۔

اللہ نے (زمزم) کو شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے جاری کیا۔ اپنے بیت حرام کو اسی وادی میں قائم کیا، زمزم میں برکت عطا کی اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے تمام حاجیوں کیلئے اسے سیرابی کا ذریعہ قرار دیا۔ اس دعا اور سعی کا تاریخ میں تذکرہ ثبت کر دیا اس کو مناسک حج کی ایک نشانی قرار دیا جس کو حجاج ہر سال انجام دیا کرتے ہیں جس کو مدت سے ان کی والدہ محترم جناب ہاجرہ اور ان (انسانوں) کے پدر بزرگوار ابراہیم و اسماعیل نے ان کے لئے مہیا کیا۔

اس وادی میں اس دن اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین اسباب، حاجت، سعی اور دعا جمع ہوئے۔ حاجت یعنی ضعف اور فاقہ کا انتہائی درجہ، سعی اپنے آخری حوصلہ کے مطابق اور دعا انقطاع

اور اضطرار کے اعتبار سے ہے۔

ہم ہر سال حج میں اس منظر کی یاد کو تازہ و زندہ کرتے ہیں جس کی حضرت اسماعیلؑ کی والدہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کیسے طلب کریں، کیسے اس کے فضل و رحمت کو نازل کرائیں اور ہم اس کی معرفت کیسے حاصل کریں اور اس کی بارگاہ میں کیسے پیش آئیں۔

دعا کے آداب اور اس
کی شرطیں

دعا کے آداب اور اس کی شرطیں

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا؟ اللہ کی کتاب میں دو ایسی آیات ہیں جن کی میں تاویل نہیں جانتا؟ آپ نے فرمایا وہ کونسی دو آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ (۱) ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

میں دعا کرتا ہوں لیکن مستجاب نہیں ہوتی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اللہ پر بہتان باندھا، کیا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا؟

میں نے عرض کیا: نہیں

آپ نے فرمایا: پھر کیا مطلب ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا دوسری آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا اللہ کا یہ قول: ﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہُ﴾ (۲)

۱۔ سورۂ مومن آیت ۶۰۔

۲۔ سورۂ سبأ آیت/۳۹۔

''میں انفاق کرتا ہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتا ہوں''

آپ نے فرمایا: کیا ہونا چاہئے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: لیکن میں تم کو باخبر کرونگا انشاء اللہ، آگاہ ہو جاؤ جو کچھ خداوند عالم نے تم کو حکم دیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کرو گے اور اس کے بعد اس سے دعا کرو گے تو وہ تمہاری دعا مستجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کرو گے اور اس کی معصیت (نافرمانی) کرو گے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا۔

لیکن رہی تمہاری یہ بات کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کر دیا ہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعہ پکارو گے تو وہ تمہاری دعا ضرور مستجاب کریگا اگر چہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

میں نے عرض کیا: جہت دعا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم نے فریضہ ادا کیا تو تم نے اللہ کی تمجید و تعریف و تعظیم کی اور جتنی تم میں قدرت تھی تم نے اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر زیادہ صلوات بھیجتے رہو، ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو، اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بنا پر نبی پر درود بھیجو، اپنے پاس اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا، اور جتنا تم سے ہو سکا تم نے اس پر اللہ کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا، پھر ایک ایک کرکے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف و اقرار کیا، یا ان میں سے جو گناہ تمہارے یاد آ گئے اس کا اقرار کیا، اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا، پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا، اور میں اللہ سے ندامت، صدق نیت اور خوف و رجاء سے استغفار کرتا ہوں، اور اس طرح کہو:

﴿اللّهمّ انّي اعتذر اليک مِن ذنوبي واستغفرک واتوب اليک فاعني

علیٰ طاعتک ووفقنی لما اوجبت عليَّ من كلّ مايُرضيك، فاني لم أرأحداًبلغ شيئاًمِن طاعتك الابنعمتك عليه قبل طاعتك، فانعم عليّ بنعمة انال بها رضوانک والجنّة﴾ (۱)

''پروردگار میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، اپنی طاعت پر میری مدد کر، جن چیزوں سے تو راضی ہوتا ہے اور وہ تو نے مجھ پر واجب کی ہیں مجھے ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا کر، میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے اطاعت کرنے سے پہلے تیری نعمتیں اس کو عطا ہو گئیں پس مجھ پر وہ نعمتیں نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری رضا اور جنت تک پہنچ جاؤں،،

اس کے بعد سوال کرو ہم امید کرتے ہیں تم نامراد نہیں رہو گے انشاء اللہ۔

آداب دعا کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:

﴿احفظ آداب الدعاء، وانظر مَن تدعو، وكيف تدعو، ولماذا تدعو، وحقق عظمة الله وكبريائه، وعاين في قلبك علمه بما في ضميرك واطّلاعه علىٰ سرّك، ومايكن فيه من الحق والباطل، واعرف طرق نجاتك وهلاكك كي لاتدعو الله بشيء فيه هلاكك وأنت تظن فيه نجاتك﴾

قال الله عزوجل: ﴿وَيَدْعُ الاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الاِنْسَانُ عَجُولاً﴾ (۲)

وتفكّر ماذا تسأل، ولماذا تسأل.

والدعاء استجابة الكل منك للحق، وتذويب المهجة في مشاهدة الربّ، وترك الاختيار جميعاً، وتسليم الأُمور كلها ظاهراً وباطناً الى الله.

۱۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۹، فلاح السائل صفحہ ۳۸۔۳۹، عدۃ الداعی صفحہ ۱۶۔

۲۔ سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

فــان لــم تــأت بشــروط الـدعــاء فـلاتـنـتـظـر الاجـابة،فـانّـه يعلم السـرّ وأخفىٰ،فلعلك تدعو بشي ء قد علم من سرّك خلاف ذلك﴾(۱)

آداب دعا کی حفاظت کرو، یہ دیکھو کہ کس سے مانگ رہے ہو، کس طرح مانگ رہے ہواور کیوں مانگ رہے ہو، خداوند عالم کی عظمت و بزرگی پر نظر رکھو جو کچھ تمہارے دلوں میں علم ہے اور جن رازوں سے تم واقف ہواسکے ذریعہ اپنے دل کا معائنہ کرواور یہ دیکھو کہ کس میں ہلاکت ہے اور کس میں نجات ہے تا کہ ہلاکت کا مطالبہ نہ کربیٹھو، اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم ایسی دعانہ کربیٹھو جس میں تمہاری ہلاکت ہورہی ہواورتم اس سے اپنی نجات کا گمان کررہے ہو۔

اورخداوندعالم فرماتا ہے:

﴿ وَيَدَعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلاً ﴾(۲)

''اورانسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعامانگنے لگتا ہے کہ انسان بہت جلد بازواقع ہوا ہے''

جوکچھ مانگ رہے ہواس کے متعلق اورکیوں مانگ رہے ہواس کے سلسلہ میں فکرکرو۔

دعایعنی تمہاراحق کومکمل طور پرقبول کرنا،تمہارااپنے پروردگار کے دیدار میں اپنے کو پگھلا دیناا پنے تمام اختیارات خداوند عالم کے حوالے کردینا اوراپنے تمام ظاہری اور باطنی اموراسی کے حوالے کردینا۔

اگرتم دعا کواس کی تمام شرطوں کے ساتھ انجام نہیں دوگے تو اس کے مستجاب ہونے کا بھی انتظار نہ کرنا بیشک خداوند عالم تمام رازوں اور پوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے،شاید تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کربیٹھوجسکو وہ تمہاری بھلائی کے خلاف جانتا ہو''

---

(۱)بحارالانوارجلد:۹۰صفحہ۳۲۲۔ (۲)سورۂ اسراءآیت/۱۱۔

یہ روایت دعا کے مستجاب ہونے اور دعا کے آداب کی شرطوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا کے مستجاب ہونے کی شرطوں کو بیان کریں گے اس کے بعد اگر شروط و آداب کی تقسیم میں بعض مشکلات سامنے نہ آئیں تو آداب دعا کے متعلق بحث کریں گے۔

ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا قبول ہونے کی شرطوں کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں پھر آداب دعا کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اگر چہ شرطوں کو آداب دعا سے جدا کرنا ہمارے لئے مشکل ہے لہٰذا ہم نے شرائط وآداب کو ایک ساتھ بیان کرنا بہتر سمجھا ہے۔

ہم ذیل میں سرسری طور پر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دعا کے آداب اور اس کی شرطوں کو بیان کرر ہے ہیں۔

۱۔اللہ کی معرفت

دعا مستجاب ہونے کی شرطوں میں سے سب سے اہم شرط اللہ کی معرفت ہے اور اس کی مطلق قدرت وسلطنت پر ایمان رکھنا کہ اس کا بندہ جو کچھ اس سے چاہتا ہے وہ ضرور حاصل ہوگا۔

درمنثور میں معاذ بن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ راویت نقل کی ہے:

﴿لوعرفتم اللہ حق معرفته،لزالت لدعائکم الجبا ل﴾(۱)

''اگر تم اللہ کی معرفت اس کے حق کے ساتھ حاصل کروتو تمہاری دعائیں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہٹا دیں گی''

تفسیر عیاشی میں خداوند عالم کے اس فرمان:﴿فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بي ﴾(۲) ''لہٰذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں'' کے متعلق امام جعفر صادق سے

---

(۱)المیزان جلد۲صفحہ۳۳۔ (۲)سورۂ بقرہ آیت/۱۸۶۔

روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿یعلمون انی اقدران اعطیهم مایسألونی ﴾(۱)

''وہ (بندے) جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ مجھ سے سوال کریں گے میں ان کووہ عطا کردونگا''

طبرسیؒ نے مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: ﴿ولیومنوابی﴾(۲)

''اور مجھ ہی پراعتماد رکھیں''

یعنی یہ بات بالکل متحقق ہے کہ جو کچھ وہ سوال کریں گے میں وہ ان کوعطا کرنے پر قادر ہوں:

﴿لَعَلَّهُمْ يُرْشِدُوْنَ﴾(۳)

''شاید اس طرح راہ راست پرآجائیں''

امام جعفرصادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ اَمَّنْ يُجِيْبُ الْمُضْطَرَّاِذَادَعَاهُ﴾(۴)

''بھلاوہ کون ہے جومضطر کی فریادکوسنتا ہے جب وہ اس کوآوازدیتا ہے''

فسئل مالناندعو،ولایستجاب لنا؟فقال لأنکم تدعون مالاتعرفون و تسألون مالاتفهمون(۵)

---

(۱)المیز ان جلد۲صفحہ۴۳۔

(۲)سورۂ بقرہ آیت/۱۸۶۔

(۳)سورۂ بقرہ آیت۱۸۶۔

(۴)سورۂ نمل آیت/۶۲۔

(۵)الصافی صفحہ۵۷(طبع حجریہ۔ایران)سورۂ بقرہ آیت نمبر۱۸۶کی تفسیر میں ہے۔

آپ سے سوال کیا گیا: ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا: تم ان چیزوں کی دعا کرتے ہو جن کی تمھیں معرفت نہیں ہے اور وہ سوالات کرتے ہو جن کو تم سمجھتے نہیں ہو۔

اس حدیث میں دعا مستجاب ہونے کے باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سائل کو اپنے سوال اور جس سے سوال کر رہا ہے ان سے باخبر ہونا چاہئے۔

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جس نے مجھ سے سوال کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نفع ونقصان میری طرف سے ہے تو میں اس کی دعا قبول کرونگا

امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

﴿تمدّحت بالغناء عن خلقک وانت اهل الغنیٰ عنهم، ونسبتهم الی الفقر وهم اهل الفقر الیک، فمن حاول سدّ خلّته من عندک، ورام صرف الفقر عن نفسه بک، فقدطلب حاجته فی مظانهاواتیٰ طلبته من وجهها﴾ (۱)

’’تونے اپنی تعریف یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تو نے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعاً تیرے محتاج ہیں لہٰذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اُس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے‘‘

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مناجات میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿سبحان الذی یتوکّل کلّ مؤمن علیه ویضطر کلّ جاحد الیه، ولایستغني احدٌ الابفضل مالدیه﴾ (۲)

---

(۱) صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا: ۱۳۔ (۲) بلد امین صفحہ ۹۶۔

''پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس پر ہر مومن توکل کرتا ہے اور جس کے سامنے ہر انکار کرنے والا اپنے کو مضطر محسوس کرتا ہے اور کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعا نمبر ۷ میں فرماتے ہیں:

﴿اَصْبَحْنَا فِیْ قَبْضَتِکَ یَحْوِیْنَا مُلْکُکَ وَسُلْطَانُکَ وَتَضُمُّنَا مَشِیَّتُکَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ اَمْرِکَ وَنَتَقَلَّبُ فِیْ تَدْبِیْرِکَ لَیْسَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ اِلَّا مَا قَضَیْتَ وَمِنَ الْخَیْرِ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَ﴾

''اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں تیرا اقتدار تیری ساری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں ہمارا حصہ معاملات میں اتنا ہی ہے جس کا تو نے فیصلہ کر دیا ہے اور خیر بھی وہی ہے جو تو نے عطا کر دیا ہے''

اور صحیفۂ علویہ میں ہے: ''مَن ذالذی یضارک ویغالبک أو یمتنع منک أو ینجو مِنْ قدرک'' ''کون تم کو نقصان پہنچاتا ہے اور کون تمہارا مقابلہ کرتا ہے یا وہ تم سے اجتناب کرتا ہے یا تیری قدر و قضا سے فرار کرتا ہے''

یہ معرفت ہی تو ہے کہ دعا کرنے والا یہ جانتا ہے کہ اللہ اس سے قریب ہے اور ہر شئے اس سے بہت قریب ہے، وہ اس (بندے) کے نفس میں ہونے والے وسواس سے بھی باخبر ہے وہ اس کے نفس سے اس کی شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے وہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ (۱)

''اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت/۱۸۶۔

قریب ہوں''

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾(۱)

''اور ہم تو اس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں''

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾(۲)

''بیشک خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اتقرب اليک بسعة رحمتک التي وسعت کلّ شی ء وقد تریٰ یارب مکاني و تطلع علیٰ ضميري وتعلم سري ولایخفیٰ علیک امري وانت اقرب اليَّ من حبل الوريد﴾(۳)

''میں تیری اس وسیع رحمت سے قریب ہونا چاہتا ہوں جو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، تو میرے مکان سے بخوبی آگاہ ہے، میرے ضمیر سے باخبر ہے، میرے رازوں کو جانتا ہے، میرا کوئی امر تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تو میری شہ رگ حیات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے''

جمعہ کے دن کی دعا میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لااله الاالله المجيب لمن ناداه بأخفض صوته،السميع لمن ناجاه لأغمض سرّه،الرؤوف بمن رجاه لتفريج همّه القريب ممّن دعاه لتنفيس کربه وغمّه﴾(۴)

''کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اپنے بندے کی ہلکی سی آواز کا بھی جواب دیتا ہے وہ

---

(۱) سورۂ ق آیت/۱۶۔

(۲) سورۂ انفال آیت/۲۴۔

(۳) البلد الامین صفحہ ۹۶۔

(۴) البلد الامین صفحہ ۹۳۔

اس کی آواز کو بھی سنتا ہے جو اس کو اپنے راز کو پوشیدہ رکھ کر اسے پکارتا ہے اس شخص پر مہربان ہے جو اپنی مشکل دور کرنے میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے اس شخص سے قریب ہے جو اپنے غم کے دور ہونے کے سلسلہ میں اس سے دعا کرتا ہے''

امام علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿سبق في العلوّ فلاشيء أعلامنه،وقرب فی الدنو فلا شئی اقرب منه،فلا استعلاؤه باعده عن شيءٍ من خلقه ولاقربه ساواهم فی المکان به﴾(۱)

''وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لاکر اُن کے برابر کر دیا ہے''

۲۔اللہ سے حسن ظن

اللہ سے حسن ظن رکھنا اللہ کی معرفت کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے ،اللہ اپنے بندوں کو اتنا ہی عطا کرتا ہے جتنا وہ اللہ سے حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کی رحمت اور کرم کی وسعت کا یقین رکھتے ہیں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿اناعند ظن عبدي بيّ ،فلايظُنُّ بِيّ الا خيراً﴾(۲)

''میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے ظن و گمان کے مطابق اس کی حاجت پوری کرتا ہوں اس سے قریب ہوں لہٰذا وہ میرے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی ظن و گمان نہ رکھے''

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۴۹

(۲) المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۷۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿ادعوا اللہ و انتم موقنون بالاجابة﴾

"اللہ سے دعا مستجاب ہونے کے یقین کے ساتھ دعا کرو"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کو وحی کی:

﴿مادعوتني ورجوتني فاني سامع لک﴾(۱)

"اے موسیٰ جو کچھ مجھ سے دعا کرتے ہو اور مجھ سے امید رکھتے ہو میں اس کو تمہاری خاطر سنتا ہوں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿اذا دعوت فأقبل بقلبک وظنّ حاجتک بالباب﴾(۲)

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اپنی حاجت کو قبولیت کے دروازے پر سمجھو"

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے:

﴿فاذا دعوت فاقبل بقلبک ثم استَیْقِن الاجابة﴾(۳)

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اجابت کا یقین رکھو"

اس کے بالمقابل اللہ کی رحمت اور دعا کے مستجاب ہونے سے مایوس ہو جانا ہے یہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جانے کا ایک سبب ہے کبھی کبھی انسان اللہ سے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور اس وقت تک تاخیر کرتا ہے جب تک وہ اس کی مصلحت کے مطابق

---

(۱) وسائل اشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۳۔

(۲) اصول کافی صفحہ ۵۱۹، اور وسائل اشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۰۵ حدیث ۸۷۰۰۔

(۳) اصول کافی باب الاقبال علی الدعا۔

نہ ہو جائے لیکن انسان اس کی معرفت نہیں رکھتا اور اللہ اس کو جانتا ہے لہٰذا انسان اللہ سے سوء ظن کر بیٹھتا ہے اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہو جاتا ہے یہی نا امیدی اللہ کی رحمت میں مانع ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

''لایزال العبد بخیر و رجاء ورحمة من اللّٰه عزّوجلّ،مالم یستعجل، فیقنط،ویترک الدعاء،وقیل له: کیف یستعجل ؟قال:یقول:قد دعوت منذ کذا و کذاوماأریٰ الاجابة''(۱)

''انسان اس وقت تک نیکی کی امید اور رحمت الٰہی میں رہتا ہے جب تک وہ جلدی بازی نہ کرے اور بندہ جلد بازی کرنے کے نتیجہ میں مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔امامؑ سے سوال کیا گیا بندہ کی جلد بازی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ کہتا ہے: میں یہ دعا مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہو رہی ہے''

احمد بن محمد بن ابی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابو الحسنؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

''جُعلت فداک إني قد سألت اللّٰه الحاجة منذ کذا و کذا سنة،وقددخل قلبي من ابطائهاشيٌ،فقال:یاأحمد،ایاک و الشیطان ان یکون له علیک سبیل حتّیٰ یقنطک.اخبرني عنک لوأنّي قلت لک قولا کنت تثق به مني.فقلت له :جعلت فداک،اذالم اثق بقولک فبمن أثق،وانت حجة اللّٰه علیٰ خلقه؟قال فکن باللّٰه اوثق،فإنّک علیٰ موعد من اللّٰه عزّوجلّ.ألیس اللّٰه یقول ﴿وَاِذَاسَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ (۲)وقال:﴿لاتَقْنَطُوْا مِنْ

---

(۱)اصول کافی صفحہ ۵۲۷)اور وسائل اشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۰۷حدیث ۸۷۱۱۔

(۲) سورۂ بقرہ آیت/۱۸۶۔

رَّحۡمَةِ اللّٰهِ﴾(۱) وقال: ﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَغۡفِرَةً مِنۡهُ وَفَضۡلاً﴾ (۲)فكن بالله أوثق منك بغيره ولاتجعلوافي انفسكم الاخيراًفانه لغفور لكم "(۳)

"میری جان آپ پرفدا ہو میں پروردگار سے ایک سال تک اپنی فلاں فلاں حاجتیں مانگتا رہا اب میرے دل میں ان کے قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں خدشہ آ گیا ہے: آپ نے فرمایا: اے احمد شیطان سے بچو! اس لئے کہ وہ تمہیں مایوسی کے راستہ پر لگادے گا: مجھے ثبوت دو کہ اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تم اس پر اعتماد کروگے: میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو اگر میں آپ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرونگا تو پھر کس کے فرمان پر اعتماد پر کرونگا اور آپ تو مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھو چونکہ خداوند عالم نے تم سے وعدہ کیا ہے" کیا پروردگار عالم نے نہیں فرمایا:

﴿وَاِذَاسَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ﴾

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے"

اور یہ فرمان: ﴿لَاتَقۡنَطُوۡامِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ﴾ "رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا"

اور یہ فرمان: ﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَغۡفِرَةً مِنۡهُ وَفَضۡلاً﴾

"اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے"

لہٰذا تم سب سے زیادہ اللہ پر اعتماد کرو اور اپنے نفس میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہ قرار دو بیشک اللہ تمہارے لئے غفور ہے۔

---

(۱) سورۂ زمر آیت/۵۳۔

(۲) سورۂ بقرہ آیت/۲۶۸۔

(۳) قرب الاسناد صفحہ/۱۷۱۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ العبد اذا عجل فقام لحاجته (يعني انصرف عن الدعاء ولم يطل في الدعاء، والوقوف بين يدي الله طالباًللحاجة)يقول الله عزّوجلّ: أمايعلم عبدي أنّي أناالله الّذي اقضي الحوائج﴾(۱)

''بندہ جب جلد بازی کرتا ہے تو وہ اپنی حاجت کیلئے قیام (یعنی دعا کرنے سے منصرف ہو جاتا ہے زیادہ دیر تک دعا نہیں مانگتا اور اللہ کی بارگاہ میں حاجت روائی کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے) کر لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے: کیا میرا بندہ نہیں جانتا بیشک میں خدا ہوں جو حاجتوں کو پورا کرنے والا ہوں؟''

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿كان بين قول الله عزّوجلّ: ﴿قَدْاُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾(۲)

خداوند عالم کے قول: ﴿قَدْاُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا﴾ اور فرعون کی تنبیہ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے''(۳)

اسحاق بن عمار سے مروی ہے:

﴿قلت لابي عبدالله عليه السلام: يستجاب للرجل الدعاء ثم يؤخّر ؟

قال: نعم، عشرين سنة﴾(۴)

''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا بندے کی دعا مستجاب ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہے؟

---

(۱) وسائل الشیعہ صفحہ/۱۱۰۶ حدیث ۸۷۰۹۔

(۲) سورۂ یونس آیت/۸۸۔

(۳) اصول کافی جلد۲ صفحہ/۵۶۲۔

(۴) اصول کافی جلد۲ صفحہ/۵۶۲۔

آپ نے فرمایا: ہاں بیس سال تاخیر ہو سکتی ہے“

۳۔ اللہ کی بارگاہ میں اضطرار

دعا میں انسان کیلئے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے چونکہ مضطر خداوند عالم کے علاوہ کسی کو اس لائق نہیں پاتا جس سے امید لگائے اور اپنی حاجتوں کیلئے اس پر بھروسہ رکھے۔

جب انسان اللہ اور اللہ کے علاوہ اس کے بندوں میں سے کسی سے اپنی امید لگائے رہتا ہے تو اس کو خداوند عالم سے جس طرح لو لگانی چاہئے تھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے نفس میں اللہ سے مضطر ہونے کی حالت نہیں پیدا کی حالانکہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیادی شرط وہی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے وقت فرمایا:

﴿وبالإخلاص يكون الخلاص فاذااشتدَالفزع فالى الله المفزع﴾(۱)

”انسان اخلاص کے ذریعہ ہی چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب زیادہ شدت و اضطراب و گھبراہٹ ہوگی تو انسان اللہ سے خوف کھائے گا“

مجبوری کی حالت میں انسان کی تمام امیدیں ہر ایک سے منقطع ہو جاتی ہیں اور صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑاتا ہے اور خدا کے علاوہ وہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا

روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی:

﴿ادعني دعاء الحزين الغريق ليس له مغيث،ياعيسیٰ!سلني و لا تسأل غيري،فيحسن منک الدعاء،ومنيّ الاجابة﴾(۲)

”اے عیسیٰ جس کا کوئی فریادرس نہ ہو اس کی طرح گڑگڑا کر محزون و رنجیدہ ہو کر مجھ سے دعا

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۲۱/ حدیث ۸۷۶۴۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد۴: صفحہ نمبر ۱۱۷۴ حدیث ۸۹۵۸۔

مانگو، میرے علاوہ کسی اور سے دعا نہ مانگو جو مجھ سے اچھی دعا مانگے گا تو میں ضرور مستجاب کرونگا''

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اللہ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿الٰهي ليس تشبه مسألتي مسألة السائلين لانّ السائل اذا مُنع امتنع عن السؤال،وأنا لاغناء بي عمّا سألتك علىٰ كل حال،الٰهي اِرضَ عني،فان لم ترضِ فاعف عني،فقد يعفو السيدعن عبده وهوعنه غير راضٍ الٰهي كيف أدعوك وأنا أنا؟وكيف أيْأس منك وأنت أنت ؟﴾(۱)

''پروردگار میرا مسئلہ سائلوں کے سوالوں جیسا کب ہوسکتا ہے چونکہ سائل کو جب منع کر دیا جاتا ہے تو وہ سوال کرنے سے رک جاتا ہے اور میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں مجھے تو ہر حال میں تجھ سے سوال کرنا ہی ہے، خدایا مجھ سے راضی ہو جا، اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا تو مجھ کو معاف فرما دے، کیونکہ آقا اپنے غلام کو راضی نہ ہونے کی صورت میں بھی معاف کر دیتا ہے، پروردگار میں تجھ سے کیسے دعا کروں حالانکہ میں میں ہوں؟ اور تجھ سے کیسے مایوس ہوں حالانکہ تو تو ہے؟''

اسی کو حالت اضطرار کہا جاتا ہے جس میں بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پناہ گاہ نہیں سمجھتا اور اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حالت اضطرار اللہ کی یاد میں غرق ہو جانا ہے جب بندہ اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے پر مضطر ہے اور اللہ کے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے جس کی بارگاہ میں وہ اپنی حاجت پیش کر سکے تو وہ اسی کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو نہیں لگا تا وہ اللہ کی ہی یاد میں منہمک رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کی یاد میں منہمک نہیں ہوتا ہے۔

---

(۱) البلد الامین صفحہ ۳۱۶۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعامیں فرماتے ہیں:

﴿وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَدْعُوْکَ مُخْلِصاً فِیْ الرَّخَاءِ دُعَاءُ الْمُضْطَرِّیْنَ لَکَ﴾(۱)

''مجھے ان لوگوں میں قرار دے جوسکون کے لمحات میں اس خلوص سے دعا کرتے ہیں جس طرح پریشانی کے اوقات میں مضطرلوگ دعا کرتے ہیں''

ایک اور مقام پرآپ فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَخْلَصْتُ بِانْقِطَاعِیْ اِلَیْکَ وَاَقْبَلْتُ بِکُلِّیْ عَلَیْکَ وَصَرَفْتُ وَجْهِيْ عَمَّنْ یَّحْتَاجُ اِلیٰ رِفْدِکَ وَقَلَبْتُ مَسْأَلَتِيْ عَمَّنْ لَمْ یَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِکَ وَرَأَیْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلیٰ الْمُحْتَاجِ سَفَهٌ مِنْ رَأْیِهِ وَضَلَّةٌ مِنْ عَقْلِهِ﴾(۲)

''خدایا میں مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہاہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑلیا ہے جوخود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اوراپنے سوال کوان کی طرف سے ہٹالیا ہے جوخودبھی تیرے فضل وکرم سے بے نیاز نہیں ہیں اور میں نے یہ اندازہ کرلیا ہے کہ محتاج کامحتاج سے مانگنا فکرکی نادانی اورعقل کی گمراہی ہے''

ان باتوں پرزور دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ مادی وسائل واسباب جن کواللہ نے لوگوں کی حاجتوں کوپورا کرنے کاوسیلہ قرار دیا ہے ان کاسہارا نہ لے جبکہ اللہ نے ان کا سہارا لینے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان اسباب کواپنی مشیت وارادہ میں دائمی قرار دیا ہے۔

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿واذا أراد احدکم ان لایسأل ربّه شیئاالّااعطاه فلییأس من الناس کلهم،

---

(۱)صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا۲۲۔

(۲)صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا۲۸۔

ولا یکون لہ رجاء الّا عند اللہ عزّوجلّ، فاِذا علِمَ اللہ ذٰلک من قلبہ لم یسألہ شیئا الّا اعطاہ ﴾(۱)

''جب تم میں سے کوئی ایک یہ ارادہ کرے کہ ان کا پروردگار ان کو عطا کرنے کے علاوہ ان سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا ہے اور وہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی امید وآرزو نہیں رکھتا ہے، جب پروردگار عالم اس کے دل کی اس حالت سے آگاہ ہوجاتا ہے تو وہ (خدا) اس (بندہ) کو عطا کرنے کے علاوہ کوئی سوال نہیں کرتا ہے''

۴۔انھیں راستوں سے جانا جو خدا نے بتائے ہیں

اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت فروتنی کرنا اور یہ فروتنی اُن ہی طریقوں سے کی جائے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے چالیس رات اللہ کی عبادت کی اور پھر اللہ سے دعا کی اور وہ مستجاب نہ ہوسکی تو اس نے عیسیٰ بن مریم علیہا السلام سے گلہ شکوہ کیا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے خداوند عالم سے اس کے متعلق سوال کیا تو پروردگار عالم نے فرمایا:

''یاعیسیٰ !انّہ دعانی، وفی قلبہ شک منک ''(۲)

''اے عیسیٰ اس نے مجھ سے دعا کی لیکن اس کے دل میں تمہارے متعلق شک تھا''

۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ

دعا قبول ہونے کی سب سے اہم شرط یہی ہے بیشک دعا کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے

---

(۱) تفسیر صافی: ۵۸، طبع الحجریۃ۔ایران، اصول کافی: ۳۸۲، وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۷۴، حدیث ۸۹۵۶۔

(۲) کلمۃ اللہ حدیث ۱۷۲۔

دل کو خدا کے سامنے جھکا دے اگر انسان کا دل اللہ کے علاوہ دنیا کے مشاغل میں سے کسی ایک کی طرف لگا ہوا ہو تو انسان دعا کی حقیقت کو محقق نہیں کرسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ اللہ عزوجلّ لایقبل دعاءً بظھر قلب ساہٍ﴾(۱)

''بیشک خداوند عالم بھلا دینے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا''

آپ کا ہی فرمان ہے:

﴿فاذادعوت أقبِل بقلبک ثم استیقن الاجابۃ﴾(۲)

''جب تم دعا کرو تو پہلے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو پھر اس کے مستجاب ہونے کا یقین کرو''

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ (امیرالمومنین علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿لایقبل اللّٰہ عزّوجلّ دعاء قلب لاہٍ﴾(۳)

''خدا لہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے''

حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿یاموسیٰ ادعني بالقلب النقي و اللسان الصادق﴾(۴)

''اے موسیٰ! مجھ سے پاک وصاف دل اور سچی زبان سے دعا کرو''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے وصیت میں فرمایا:

---

(۱) اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء۔

(۲) اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء حدیث ۱۔

(۳) اصول کافی باب الاقبال علی الدعاح ۲۔

(۴) بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۔

﴿لایقبل اللّہ دُعاء قلب ساہٍ﴾(۱)''اللہ سہو کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا''

سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿انّ اللہ عزوجلّ لایستجیب دعاء بظھرقلب ساہ فاذا دعوت أقبِل بقلبک ثم استیقن الاجابۃ﴾(۲)

''خداوند عالم ظاہری طور پر فراموش کار قلب کی دعا قبول نہیں کرتا، پہلے دعا کو اپنے دل کے سامنے پیش کرو پھر اس کے قبول ہونے کا یقین کرو''

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿انّ اللّٰہ عزّوجلّ لَایستجیب دعاء بظھرقلب قاس﴾(۳)

''بیشک خداوند عالم قسی القلب کی دعا قبول نہیں کرتا''

دعا میں اللہ کے سامنے اپنے دل کا جھکانا ضروری ہے اور اپنے کو اللہ کے حضور میں پیش کرنا ہے لہوولعب، سہو اور قساوت یہ تینوں چیزیں انسان کو اللہ کے سامنے دل جھکانے سے روک دیتی ہیں

ہم ماثورہ دعاؤں میں پڑھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا کے سامنے دعا کی حالت میں آئے اور ایسا نہ ہو کہ اس کے دل اور زبان الگ الگ چیزوں میں مشغول ہوں وہ زبان سے تو دعا کر رہا ہو لیکن اس آدمی کا دل دنیاوی کاموں میں مشغول ہو۔

عارف فقیہ شیخ جوادملکی تبریزی اپنی کتاب (المراقبات) میں تحریر کرتے ہیں: جان لو جب تک تمہاری روح اور تمہارا دل صفات دعا سے متصف نہ ہو اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہیں ہوسکتی

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ جلد۲ صفحہ ۳۳۹۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد۴/۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۵۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد۴/۱۱۰۶، حدیث ۸۷۰۷۔

اور صفات دعا سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا تمہارے راز، روح اور دل سے جاری ہو،

مثال کے طور پر جب تم یہ کہو "ارجوک لکل خیر" میں تجھ سے ہر خیر واچھائی کی امید رکھتا ہوں۔ تو تم کو اپنے باطن، روح اور دل سے اللہ سے امید کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ آثار ہوتے ہیں اور ان آثار کا تمہارے اعمال سے اظہار ہونا چاہئے تو جس کے باطن اور حقیقت میں آرزو محقق ہو جائے تو گویا وہ مجسم آرزو ہو جائے گا اور یہ جس کی روح میں ہو تو گویا اس کی زندگی آرزو کے ذریعہ ہوگی، جو اپنے قلب کے ذریعہ آرزومند ہوگا تو قصد واختیار سے صادر ہونے والے اس کے اعمال آرزو کے ہمراہ ہوں گے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارے معاملات میں کچھ آرزو نہ پائی جائے اس کو اپنے اعمال میں آزماؤ۔ یہ دیکھو کہ کیا تم کو اپنی حرکات میں آرزو کا اثر یعنی طلب نظر آرہا ہے یا نہیں؟ کیا تم نے معصوم علیہ السلام کا قول نہیں سنا: "مَنْ رَجَاشَیْئاً طَلَبَهُ" "جو شخص کسی چیز کی آرزو رکھتا ہے اس کو طلب کرتا ہے" اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ تم دنیوی امور میں آرزومند اہل دنیا کے حالات میں اس مطلب کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی شخص یا شئے سے کسی خیر کی امید کرتے ہیں تو وہ اپنی امید کی مقدار بھر اس شخص سے اس کو طلب کرتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت سے جدا نہیں ہوتا، ہنرمند اپنے ہنر سے چپکا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارت اور پیشہ میں بھلائی کی امید کرتے ہیں اسی طرح ہر جماعت اپنی مراد کو اس چیز میں تلاش کرتی ہے جس میں ان کو امید ہوتی ہے اور جب تک ان کو مل نہیں جاتا جدا نہیں ہوتے، مگر جنت اور آخرت کا امیدوار اور فضل وکرامت الٰہی کا امیدوار۔ صفات کے یہ آثار ایسے نہیں ہیں جن کا خداوند عالم نے حکم لگایا ہو اور آپ روش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے لیکن گڑبڑی دعوے کی حقیقت سے مشتبہ ہونے میں پیش آتی ہے ورنہ جب ذرّہ برابر امید نظر آتی ہے تو اس کے پاس اتنی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی طرح الیٰ آخر اس مطلب کو اخذ کر لیجئے۔

آرزو ہی کی طرح تسبیح تہلیل، تحمید، تضرع، استکانت، خوف، استغفار اور توبہ جیسے مطالب

دعا ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حقیقتیں اور دعوے ہیں چنانچہ حقیقت کا اثر تخلف پذیر نہیں ہوتا ہے۔

۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا

جب انسان اپنی دعا مستجاب کرانے کا ارادہ کرے تو اس کیلئے قلب پر رقت طاری کرنا ضروری ہے اور انسان اپنے دل پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے تو وہ صاف وشفاف ہو جاتا ہے، اللہ اور اس بندے کے درمیان سے مانع ہونے والی چیزیں ہٹ جاتی ہیں اور بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔

دعا اور سوال کرنے کے طریقوں میں دل پر رقت طاری ہونا مؤثر ہے اور روایات میں دعا کرتے وقت اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل وخوار کرکے پیش کرنا وارد ہوا ہے۔

احمد بن فہد حلی نے کتاب (عدۃ الداعی) میں نقل کیا ہے:

﴿اَنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اذاابتھل ودعا کان کمایستطعم المسکین﴾(۱)

''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ وزاری فرماتے تھے تو آپ کی وہی حالت ہوتی تھی جو مسکین کی کھانا طلب کرتے وقت ہوتی ہے''

روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

﴿ألق کفیک ذُلّا بین یديّ کفعل العُبید المستصرخ الی سیّدہ،فاذا فعلت ذالک رحمت،وأنااکرم الأکرمین القادرین﴾(۲)

---

(۱)عدۃ الداعی صفحہ/۱۳۹،والمجالس للمفید صفحہ/۲۲۔

(۲)عدۃ الداعی صفحہ/۱۳۹۔

''میرے سامنے تم اُس ذلیل وخوار غلام کی طرح آؤ جو اپنے آقا کے سامنے بالکل ذلیل وخوار ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ غلام ایسا کرتا ہے تو آقا اس پر رحم کرتا ہے اور میں سب سے زیادہ اکرام کرنے اور قدرت رکھنے والا ہوں''

محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان:

﴿فَمَااسۡتَکَانُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَمَايَتَضَرَّعُوۡنَ ﴾(۱)

''پس وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے اور گمراہ ہی ہوتے جائیں گے'' کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

﴿سألت اباجعفر عليه السلام عن قول الله عزّوجلّ: ﴿فَمَااسۡتَکَانُوۡالِرَبِّهِمۡ وَمَايَتَضَرَّعُوۡنَ﴾فقال عليه السلام: الاستكانة هي الخضوع، والتضرع، هورفع اليدين والتضرع بهما﴾(۲)

''استکانت سے مراد خضوع اور تضرع سے مراد دونوں ہاتھوں کو بلند کرکے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑانا''

دعا میں اس طرح کے طریقوں کا مقصد لوگوں کیلئے واضح نہیں ہے، شک کرنے والے لوگ، لوگوں کو دعا کے طریقوں میں شک کرنے والا بنا دیتے ہیں۔ ہم دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کیوں دعا کریں؟ کیا اللہ آسمان کی طرف ہے جو ہم آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کریں؟ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان کیلئے یہ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے لیکن دعا کے اس طریقہ کو ہم نے اللہ کے سامنے خضوع وخشوع کرنے سے اخذ کیا ہے اور یہ علامت ونشانی دل پر رقت طاری ہونے اور سختی کو دور کرنے اور اللہ کے سامنے خضوع وخشوع پیش آنے میں مؤثر ہے۔

---

(۱) سورہ مومنون آیت ۷۶۔

(۲) اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔

طبرسی نے کتاب احتجاج میں ابا قرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

﴿مابالکم اذا دعوتم رفعتم ایدیکم الیٰ السماء؟قال ابو الحسن علیه السلام:إِنّ اللّٰه استعبدخلقه بضروب من العبادة...واستعبدخلقه عندالدعاء والطلب والتضرع ببسط الایدي ورفعهاالیٰ السماء لحال الاستکانة،علامة العبودیةوالتذلل له﴾(۱)

''کیا وجہ ہے کہ آپ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں؟ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا:خداوند عالم نے بندوں کو عبادت کے کئی طریقہ بتلائے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق کو دعا،تضرع اور طلب کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرکے خشوع کی حالت کی تعلیم دی ہے اور یہ خدا کی عبودیت اور خشوع وخضوع کی علامت ہے''

رقت طاری ہونے کے اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے۔انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اس وقت کو غنیمت شمار کرے اس لئے کہ ان اوقات میں خداوند عالم کی بے حساب رحمت نازل ہوتی ہے،نہ یہ کہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا کوئی وقت محدود اور مخصوص ہے بلکہ اللہ کی رحمت کے استقبال کرنے کا وقت محدود اور اس کی خاص حالت ہے اور وہ حالت رقت کا طاری ہونا ہے جب انسان کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کیلئے رحمت کا استقبال کرنا ممکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿اغتنموا الدعاء عند الرقة فإنّها رحمة﴾(۲)

''رقت طاری ہونے کے وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ رحمت ہے''

---

(۱)اصول کافی صفحہ۵۲۲۔وسائل الشیعہ جلد۴:۱۱۰۱حدیث ۸۶۸۷۔

(۲)بحار الانوار جلد۹۳صفحہ۳۱۳۔

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

﴿اذا رقّ احدکم فلیدع؛فِانّ القلب لایرقّ حتیٰ یخلص ﴾(۱)

''جب تم میں سے کسی ایک پر رقت طاری ہو جائے تو اسے دعا کرنا چاہئے اس لئے کہ جب تک دل میں اخلاص نہ ہو اس وقت تک اس پر رقت طاری نہیں ہوسکتی''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اذااقشعرّ جلدک ودمعت عیناک،فدونک دونک فقد قصد قصدک ﴾(۲)

''جب تمہاری جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اس حالت کو ضرور غنیمت سمجھو کیونکہ تمہاری یاد کی برآوری نزدیک ہو چکی ہے''

حدیث بہت دقیق ہے، بیشک دعا مستجاب ہونے کیلئے دعا کرنے والے کی حالت کا براہ راست رابطہ ہے، جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور اس میں خشوع آجاتا ہے تو دعا کرنے والا دعا کے مستجاب ہونے کے بہت قریب ہو جاتا ہے اس کے برخلاف جب دعا کرنے والا قسی القلب ہو جاتا ہے تو اس کی دعا مستجاب ہونے سے بہت دور ہو جاتی ہے۔

اسلامی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ نفس کے انکسار اور دل پر رقت طاری ہونے کے وقت سے استفادہ کرنا چاہئے اس لئے کہ انسان اس دنیا کے مصائب کو اللہ سے دعا اور سوال کرکے آسان کرلیتا ہے۔

یہی اوقات انسان کو اللہ کی بارگاہ میں جھکنے اور اس کی رحمت کا استقبال کرنے کیلئے زیادہ آمادہ کرتے ہیں، اس کا راز یہ ہے کہ انسان خود پر طاری ہونے والی رقت کے بغیر خدا کے سامنے جھکنے اور رحمت کا استقبال کرنے کیلئے متمکن نہیں ہوتا ہے، جو انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکنا اور دعا کرنا چاہتا

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴: ۱۱۲۰۔حدیث صفحہ ۸۷۶۱، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۴۱، حدیث ۸۷۶۳۔

ہے اس کیلئے دعا میں رقت کا طاری کرنا ضروری ہے۔

اسحاق بن عمار سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

﴿إدعو افاشتهى البكاء، ولا يجيئني، وربّما ذكرت بعض مَنْ مات مِنْ أهلي فأرقّ وابكي، فهل يجوز ذالک؟ فقال: نعم، فتذكّر فاذا رققت فابکِ، وادع ربک تبارک وتعالیٰ﴾(۱)

''میں دعا کرتا ہوں اور رونا چاہتا ہوں لیکن مجھے رونا نہیں آتا لیکن جب اپنے مرنے والے رشتہ داروں کو یاد کرتا ہوں تو گریہ کرنے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم ان کو یاد کرو اور جب رقت پیدا ہو جائے تو گریہ کرو اور خداوند عالم سے دعا کرو''

سعد بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

﴿إنّي اتباكي في الدعاء، وليس لي بكاء. قال: نعم﴾(۲)

''میں دعا کرتے وقت دوسروں کو رُلا دیتا ہوں لیکن خود نہیں روتا۔

تو آپ نے فرمایا: ہاں یعنی بہت اچھی بات ہے''

ابوحمزہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا:

﴿إنْ خفت امراً يكون أو حاجة تريدها، فأبدأبالله فمجّده، واثن عليه كما هو اهله، وصلّ علیٰ النبيّ وسل حاجتک، وتباک .. إنَّ ابي كان يقول:

---

(۱) اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲۱ حدیث ۸۷۶۷۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲ حدیث ۸۷۶۱۔ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔

إنّ اقرب مایکون العبد من الربّ عزّوجلّ وھو ساجد باکٍ ﴾(۱)

''اگر تم پر کوئی امر (بات) مخفی ہو یا تمہاری کوئی حاجت ہو اور تم حاجت روائی چاہتے ہو تو تم اس کی ابتداء اللہ کی تمجید سے کرو، خدا کی ایسی حمد وثنا کرو جس کا وہ اہل ہے، نبی پر صلوات بھیجو اور حاجت پیش کرو اور گریہ وزاری کرو... بیشک میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے: بیشک پروردگار عالم کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو گریہ وزاری کی حالت میں سجدہ ریز ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سجدوں میں یہ ذکر فرماتے تھے:

سجدوجهي الذليل لوجهک العزيز، سجدوجهي البالي لوجهک الدائم الباقي، سجدوجهي الفقير لوجهک الغني سجدوجهي وسمعي وبصري ولحمي ودمي وجلدي وعظمي وماأقلت الارض منّي للّٰہ ربّ العالمين﴾(۲)

''میں اپنے حقیر چہرہ کے ذریعہ تیری مقتدر ذات کے سامنے سجدہ ریز ہوا میں نے اپنے بوسیدہ چہرہ کے ذریعہ تیری بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ کیا میں نے اپنے چہرے، کان، آنکھ، گوشت، خون، کھال، ہڈی اور ان چیزوں کے ذریعہ تمام جہان کے پالنے والے خدا کے سامنے سجدہ کیا جن کا بار زمین پر ہے''

۷۔مشکلات اور راحت وآرام میں ہمیشہ دعا کرنا

اسلامی روایات میں ہمیشہ آسانی کے وقت دعا کرنے کو پریشانی کے وقت دعا کرنے پر مقدم رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

---

(۱) اصول کافی جلد۲ صفحہ۵۲۴، وسائل الشیعہ جلد۴:۱۱۲۲، حدیث۸۷۷۰۔

(۲) البلد الامین صفحہ۳۳۱۔

﴿تعرّف الی الله في الرخاء یعرفک في الشدّة ﴾(۱)

''تم آسانی کے وقت اللہ کو پہچانو (اللہ کا تعارف کراؤ) وہ تمہاری سختی کے وقت خیال رکھے گا (یعنی تمہاری مشکل آسان کر دیگا)''

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿مَنْ تقدّم في الدعاء استجیب له اذا نزل البلاء، وقیل: صوت معروف، ولم یحجب عن السماء، ومن لم یتقدم فی الدعاء لم یستجیب له اذانزل البلاء، وقالت الملا ئکة :ذاالصوت لانعرفه ﴾(۲)

''جس شخص پر مصیبتیں پڑ رہی ہوں اور پھر بھی دعا کو مقدم رکھے یعنی دعا کرتا رہے تو اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اسکی ایک مشخص و معین آواز ہوتی ہے جس میں آسمان بھی مانع نہیں ہوتے ہیں اور جو آسانی کے وقت دعا مقدم نہیں کرتا تو بلائیں نازل ہوتے وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ملائکہ کہتے ہیں: ہم اس آواز سے آشنا نہیں ہیں''

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿إنّ الدعاء في الرخاء یستخرج الحوائج في البلاء ﴾(۳)

''آسانی کے وقت دعا کرنا مصیبتوں میں حاجتوں کو روا کرتا ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

﴿مَنْ سرّ ہ ان یُستجاب له في الشدّة فلیکثر الدعاء فی الرخاء ﴾(۴)

''اگر کوئی سختیوں میں اپنی دعا قبول کرانا چاہتا ہے تو اس کو آسانی کے اوقات میں بہت زیادہ

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴: ۱۰۹۷ حدیث ۸۶۷۲۔ (۲) وسائل اشیعہ جلد۴/۱۰۹۶، حدیث/۸۶۶۴۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد۴: ۱۰۹۶، حدیث/۸۶۶۵۔

(۴) وسائل الشیعہ جلد۴۔۱۰۹۶، حدیث/۸۶۶۰۔

دعائیں کرنا چاہئے‘‘

اور آپ ہی کا فرمان ہے:

﴿کان جدي یقول: تقدموا في الدعاء، فإنّ العبد اذا کان دعّاءً فنزل به البلاء فدعا، قیل: صوت معروف. و اذا لم یکن دعّاءً، یقول: فنزل به البلاء، قیل: أین کنت قبل الیوم؟﴾(۱)

’’میرے جد فرمایا کرتے تھے: دعا میں پیش قدمی کرو بیشک جب بندہ بہت زیادہ دعا کرتا ہے اور اس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں تو بھی دعا کرتا ہے، تو اس کو ندا دی جاتی ہے یہ جانی پہچانی آواز ہے اور جب وہ زیادہ دعا نہیں کرتا اور اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں تو اس سے کہا جاتا ہے: اس سے پہلے تم کہاں تھے؟‘‘

یہ روایات بہت ہی دقیق ولطیف معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں بیشک دعا کا مطلب اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دینا دعا کا پُر معنی اور دعا کو مستجاب ہونے کے نزدیک کرتا ہے اور جتنا زیادہ انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اتنا ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

جب انسان مکمل طور سے خدا کی بارگاہ میں خلوص دل سے اپنے کو جھکا دے اور بالکل خدا ہی سے لو لگائے تو اس وقت دعا اور دعا مستجاب ہونے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور جتنا خدا کی بارگاہ میں جھکے گا اتنا ہی اس کی دعا مستجاب ہوگی، خدا کی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش آنا انسان کو زیادہ دعا کرنے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔

انسان کی زندگی کا کوئی بھی عمل ہو اس کی شان یہی ہونی چاہئے اور انسان جتنی زیادہ دعا کرے گا اتنا ہی اس کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکے گا اور اس کا دل اللہ کی اطاعت کرنے کیلئے آمادہ ہوگا۔

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴۔ ۱۰۹۶، حدیث/۸۶۶۷۔

پس جب انسان پر مصیبت پڑے گی اور اس کا دل مصیبت نازل ہوتے وقت اللہ کا مطیع ہوگا اور فوری طور پر خدا کی طرف متوجہ ہوگا تو اسکی دعا استجابت کے قریب ہوگی اور اس دن اسکی دعا اور استجابت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

فضل بن عباس سے مروی ہے:

﴿قال لي رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: احفظ اللّٰہ یحفظک. احفظ الله تجده امامک. تعرّف الی اللّٰہ في الرخاء یعرفک في الشدّة﴾(۱)

''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے تم آسانیوں میں خدا کا تعارف کراؤ وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا''

حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مروی ہے:

﴿لم أرَ مثل التقدم في الدعاء، فانّ العبد لیس تحضره الاجابة في کلّ ساعة﴾(۲)

''دعا کو مقدم کرنے سے زیادہ میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا اس لئے کہ بندہ کی دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی ہے''

جناب ابوذرؓ سے مروی ہے:

﴿قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یا أباذر تعرّف الیٰ اللّٰہ فی الرخاء یعرفک في الشّدة، فإذاسألت فاسأل اللّٰہ، واذا استعنت فاستعن باللّٰہ﴾(۳)

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ جلد۲۔ صفحہ/۳۵۸۔ (۲) ارشاد مفید صفحہ/۲۷۷۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ/۱۰۹۸، عدۃ الداعی لابن فہد حلی صفحہ/۱۲۷۔

''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر تم آسانیوں میں اللہ کی معرفت حاصل کرو تو وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا اور جب تمھیں کوئی سوال درپیش ہو تو اللہ سے سوال کرو اور جب کسی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ سے مدد مانگو''

حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿ينبغي للمؤمن أنْ يكون دعائه في الرخاء نحواًمن دعائه في الشدّة، ليس اذااعطى فتر،فلا تملّ الدعاء فإنّه من الله عزّوجل بمكان﴾(۱)

''مومن کو سختی اور آسانی دونوں میں ایک ہی طریقہ سے دعا کرنا چاہئے ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ نعمت ملنے کی صورت میں دعا میں سستی پیدا ہو جائے لہٰذا دعا کرنے سے مت تھکو کیونکہ دعا کا خداوند عالم کے نزدیک درجہ ہے''

۸۔ عہد خدا کو وفا کرے

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿إان الله تعالیٰ يقول:أُدْعُوْنِیْ اسْتَجِبْ لَكُمْ(۲)وإانّ ندعوه فلايستجاب لنا فقال:﴿لأنكم لاتوفون بعهد الله وإان الله يقول:﴿أفوا بعهدى أوفِ بعهدكم﴾(۳) والله لووفيتم لله لوفىٰ لكم﴾(۴)

آپ سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:﴿أُدْعُوْنِیْ اسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ''تم مجھ

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ/۱۱۱۱ حدیث/۸۷۲۹۔

(۲) سورۂ مومن آیت ۶۰۔

(۳) سورۂ بقرہ آیت ۴۰۔

(۴) تفسیر الصافی: ص ۵۷ (ط حجریۃ) تفسیر آیت ۱۸۶ از سورۂ بقرہ۔

سے دعا کرو میں پوری کرونگا'' ہم دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم اللہ کے عہد کو پورا نہیں کرتے ہو اور اللہ فرماتا ہے:

﴿اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ﴾

''تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا''

۹۔ دعا اور عمل کا ساتھ

دعا قبول ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دعا عمل سے متصل ہونی چاہئے، بغیر عمل کے دعا کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور عمل دعا سے بے نیاز نہیں کرسکتا ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ: دعا عمل کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذرؓ سے فرمایا:

﴿یاأباذر مثل الّذي یدعو بغیر عمل کمثل الذي یرمي بغیر وتر﴾(۱)

''اے ابوذر عمل کے بغیر دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے شخص کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینک رہا ہو''

عمر بن یزید سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے:

﴿لأقعدنّ في بیتي، ولأصلینّ ولأصومنّ، ولأعبدنّ ربّي، فأمّا رزقي فسیأتیني، فقال: هذا احد الثلاثة الّذین لایستجاب لهم﴾(۲)

''میں اپنے گھر میں بیٹھوں گا، نماز پڑھونگا، روزے رکھوں گا اور اپنے پروردگار کی عبادت

---

(۱) وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ۔ ابواب دعا باب ۳۲ ح ۳۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۶۰۔ حدیث/۸۹۱۳۔

کرونگا اور مجھے بغیر کام کیئے رزق بھی ملے گا''

آپؑ نے فرمایا: یہ ان تین افراد میں سے ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿الداعي بلاعمل كالرامي بلا وتر﴾(۱)

''بغیر عمل دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے کے مثل ہے جو بغیر کمان کے تیر چلا رہا ہے''

آپؑ ہی کا فرمان ہے:

﴿ثلاثة ترد عليهم دعوتهم :

رجل جلس في بيته وقال: يارب ارزقني، فيُقال له :الم اجعل لك سبيلاً الیٰ طلب الرزق ...﴾(۲)

''تین طرح کے لوگوں کی دعا رد کردی جاتی ہے:

ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھ کر کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے رزق طلب کرنے کیلئے کوئی راستہ معین نہیں کیا ہے...''

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی اصلاح اور ہدایت کیلئے خدا سے دعا کرے لیکن وہ اس کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی، اور یہ دعا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کے مستجاب ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اسی طرح اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے مراجعہ کئے بغیر اپنے مرض سے چھٹکارے کی خاطر خدا سے دعا کرتا ہے اور دوا نہیں کھاتا ہے اور شفاء کیلئے دوسری لازمی چیزوں کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو یہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہے۔

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۷۵۔ حدیث ۸۹۶۵۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۷۵، حدیث۔ ۸۹۶۵۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمل دعا سے بے نیاز نہیں ہے عمل کے بغیر دعا نہیں ہوسکتی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿یدخل الجنة رجلان کانایعملان عملاًواحداً،فیریٰ احدهماصاحبه فوقه فیقول:یارب بم اعطیته و کان عملناواحداً ؟

فیقول اللّٰه تعالیٰ:سألني ولم تسألني.

ثم قال:اسألوا اللّٰه من فضله،واجزلوا فانّه لایتعاظمه شيء﴾(۱)

''جنت میں ایسے دو مرد داخل ہوں گے جن کا عمل ایک ہی ہوگا لیکن ان میں ایک اپنے کو دوسرے سے برتر دیکھے گا تو ایک کہے گا:

پروردگار اس کو مجھ سے زیادہ کیوں عطا کیا جبکہ ہم دونوں نے ایک ہی عمل انجام دیا تھا۔

پروردگار عالم جواب دیگا: اُس نے مجھ سے سوال کیا، لیکن تم نے سوال نہیں کیا۔

پھر فرمایا: اللہ کے فضل سے سوال کرو اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز اسکے نزدیک بڑی نہیں ہے''

یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمان ہے:

﴿إنّ لله تعالیٰ عباداً یعملون فیعطیهم،وآخرین یسألون صادقین فیعطیهم ثم یجمعهم في الجنة،فیقول الذین عملوا:ربّنا عملنا فأعطیتنا،فبمااعطیت هٰؤلاء؟

فیقول:هٰؤلاء عبادي .اعطیتکم اجورکم ولم ألتکم من اعمالکم شیئاً،و سألني هٰؤلاء فأعطیتهم واغنیتهم،وهو فضلي اوتیه مَنْ اشاء﴾(۲)

''بیشک جن بندوں نے اس کی عبادت عمل کے ساتھ کی خداوند عالم نے ان کو عطا کیا، اور

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ نمبر ۱۰۸۴۔حدیث/۸۶۰۸۔

(۲) وسائل الشیعہ ۴:۱۰۸۴۔حدیث/۸۶۰۹۔

دوسروں نے صدق دل سے سوال کیا تو ان کو بھی عطا کیا پھر ان سب کو اس نے جنت میں داخل کر دیا تو عمل کرنے والے کہیں گے: پروردگار ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن تو نے ان کو کیوں عطا کیا، جبکہ انھوں نے عمل نہیں کیا؟

پروردگار کہے گا: اے میرے بندو! میں نے تم کو تمہارے عمل کی اجرت عطا کی، لیکن رہا تمہارا یہ سوال کہ ان کو کیوں عطا کیا ان کو غنی کیوں کیا؟ وہ تو میرا فضل ہے جس پر ہو جائے"

۱۰۔ سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

دعا کا مطلب فطرت، کائنات، معاشرہ اور تاریخ میں شگاف ڈالنا نہیں ہے اور اللہ کی سنتوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

دعا کرنے والے کو دعا میں ان چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہیے جو معاشرہ، تاریخ اور یا عالم فطرت و کائنات یا شریعت الٰہیہ کے خلاف ہوں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا:

﴿ايّ دعوة اضلّ ؟

قال: الداعي بمالايكون ﴾(۱)

"کون سی دعا سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے؟

آپ نے فرمایا: نہ ہونے والی چیز کے بارے میں سوال کرنا"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿وياصاحب الدعا لاتسأل مالايكون ومالايحل﴾

"اے دعا کرنے والے جو چیز نہ ہونے والی ہو اور جو چیز محال ہو اس کے بارے میں سوال نہ کر۔

---

(۱) بحار انوار جلد ۹۳ ۔ صفحہ ۳۲۴۔

اور﴿ مالایکون ﴾ جو چیز نہ ہونے والی ہو یعنی معاشرے، تاریخ یا فطرت، کائنات میں سنت الٰہی میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا۔

اور﴿ مالایحل ﴾ حلال نہ ہوں، یعنی انسانی حیات میں اللہ کے نظام شریعت کی مخالفت کرنا۔اس سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ ﴾(۱)

''اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے''

۱۱۔گناہوں سے اجتناب

دعا مستجاب ہونے کی ایک شرط گناہوں سے اجتناب اوران کی طرف توجہ کرنا ہے، بیشک دعا کا جوہر اپنے کوخدا کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے، کیسے انسان اللہ کی معصیت کرنے کی تمرین کرتا ہے اس کے امر اورحکم سے روگردانی کرتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا اوراپنے کواللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرے؟

محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

﴿انّ العبد یسأل اللّٰہ تعالیٰ الحاجة ،فیکون من شأنه قضاؤُهاالیٰ اجلٍ قریب،أوالیٰ وقت بطيءٍ،فیذنب العبد ذنباً،فیقول اللّٰه تعالیٰ للملک : لاتقض حاجته،واحرمه ایّاها،فانّه تعرّض لسخطي واستوجب الحرمان منّي﴾(۲)

''جب بندہ اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو پروردگار عالم کی شان یہ ہے کہ اس کی حاجت کو کچھ مدت کے بعد پورا کرے یا کچھ تاخیر سے پورا کرے تو بندہ گناہ کرنے لگتا ہے پروردگار عالم فرشتہ سے کہتا ہے: اس کی حاجت پوری نہ کرنا، اس کومحروم اوردور رکھنا وہ مجھ سے سختی کے ساتھ پیش

---

(۱) سورۂ توبہ آیت/۸۰۔

(۲) اصول کافی جلد۲صفحہ/۴۴۰۔

آیا لہٰذا وہ مجھ سے محروم ہونے کا سبب بنا"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿مرّ موسیٰ برجل وهو ساجد، فانصرف من حاجته وهو ساجد، فقال عليه السلام: لو كانت حاجتك بيدي لقضيتها لك، فأوحیٰ الله اليه، ياموسیٰ لو سجد حتى ينقطع عنقه ماقبلته (مااستجبت له) حتیٰ يتحوّل عمّا أكره الیٰ ماأُحبّ﴾(۱)

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام ایک سجدہ کرنے والے کے پاس سے گزرے، وہ جب سجدہ میں اپنی حاجت طلب کر کے اٹھا تو جناب موسیٰؑ نے فرمایا: تم اپنی حاجت مجھ سے بیان کرو میں پورا کرونگا، اللہ نے وحی نازل کی اے موسیٰ یہ بندہ اگر اتنے سجدے کرے کہ اسکی گردن بھی سجدہ کی حالت میں کٹ جائے تو بھی اس کی دعا مستجاب نہیں ہوگی جب تک وہ اس ناپسند گناہ کو ترک نہ کرے"

۱۲۔ اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا

اسلامی روایات میں مومنین کے ایک ساتھ جمع ہو کر دعا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے:

مومنین کے اللہ کی بارگاہ میں ایک ساتھ جمع ہونے پر اللہ نے ہمیشہ ان پر رحمت نازل کی ہے۔ مومنین نے اجتماع نہیں کیا اور اللہ ان کے اس اجتماع سے راضی نہیں ہوا مگر یہ کہ ان کا اجتماع اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہے اور ان پر اللہ کی رحمت اور فضل کی منازل میں سے ہے۔

ابن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

﴿مامِنْ رهط اربعين رجلاً اجتمعوا ودعواالله عزّوجلّ فی امرٍ الّا استجاب لهم، فان لم يكونوا اربعين فأربعة يدعون الله عزّوجلّ عشر مرّات الّا استجاب الله لهم فانّ لم يكونوا اربعة فواحد يدعوا الله اربعين مرّة، فيستجيب الله العزيز الجبّار

---

(۱) عدۃ الداعی صفحہ/۱۲۵۔

لھم ﴾(۱)

''کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ اگر چالیس آدمی جمع ہوکر اللہ سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا قبول کرے گا اگر چالیس آدمی جمع نہ ہوسکیں تو چار آدمی جمع ہوکر دس مرتبہ دعا کریں تو خدا ان کی دعا مستجاب کرے گا، اور اگر چار آدمی جمع نہ ہوسکیں تو ایک آدمی چالیس مرتبہ دعا کرے تو خداوند عزیز وجبار اس کی دعا قبول کرے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿کان أبي اذا حزنه أمر دعاالنساء والصبیان ثمّ دعا وأمّنوا﴾(۲)

''میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تو مجھے اور عورتوں کو جمع کرتے پھر دعا کرتے اور ان سے آمین کہلواتے''

۱۳۔آزادانہ طور پر، کسی تکلف کے بغیر دعا

انسان کیلئے خداوند عالم سے آزادانہ اور کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا سب سے بہترین چیز ہے بیشک دعا کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرتے وقت گریہ وزاری کرے گڑگڑا کر دعا مانگے کسی طرح کا کوئی تکلف نہ کرے روایات میں وارد ہونے والی دعائیں پڑھے اور دعا کرنے والا کسی طرح بھی دعا کرتے وقت اس حالت کو نہ چھوڑے اس لئے کہ انسان اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے وقت اپنے نفس میں اس چیز کا احساس کرتا ہے جس کا وہ روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کو پڑھتے وقت احساس نہیں کرتے ہیں۔

اس لئے دعا کرتے وقت انسان کو اپنے نفس میں اس حالت کا خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کرکے دعا مانگنے میں کسی تکلف سے کام نہ لے۔کبھی کبھی ائمہ معصومین ؑ

---

(۱)اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۵۔

(۲)اصول کافی جلد۲صفحہ۵۳۵،وسائل الشیعہ جلد۴:۱۱۴۴حدیث۸۸۶۳۔

دعا کرنے والے کو بے تکلف ہو کر دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ذریعہ نہیں، اسلئے کہ کہیں ماثورہ دعاؤں کے ذریعہ دل کی یہ بے تکلفی ختم نہ ہو جائے۔

زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

﴿علّمنی دعاءً .فقال :انّ أفضل الدعاء ماجریٰ علیٰ لسانک ﴾(۱)

''مجھ کو دعا کی تعلیم دیجئے۔

آپ نے فرمایا: سب سے افضل وہ دعا ہے جو تمہاری زبان پر جاری ہوتی ہے''

۱۴۔ نفس کو دعا، حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کیلئے آمادہ کرنا

دعا یعنی خود کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور خود کو اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے حضور نفس کا ہونا ضروری ہے۔ حضور نفس کی ابتداء حمد وثنائے الٰہی سے کرے، اس کی نعمتوں اور فضل وکرم کا شکر ادا کرے، اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں سے استغفار کرے، رسول اور اہل بیت رسول پر صلوات بھیجے دعا کیلئے حضور نفس کے یہی طریقے ہیں اور انسان اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر کرنے اور اس سے سوال کرنے کیلئے اپنے نفس کو آمادہ کرے، اکثر دعاؤں کے مقدمہ میں حمد وثنائے الٰہی، شکر، استغفار اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا وارد ہوا ہے۔

عیص بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی ایک خدا سے حاجت طلب کرنا چاہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرنا چاہئے جب تم اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرو تو اللہ کی تعریف وتمجید کرو، اور اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس طرح کہو: یاأجود مَنْ اعطیٰ، ویاخیر من سُئل ویاأرحم مَنْ استُرحم، یااحد،

---

(۱) الامان من الاخطار لابن طاؤس صفحہ ۳۔

یاصمد،یامن لم یلدولم یولد،ولم یکن له کفوااحد،یامن لم یتخذصاحبةولاولداً یامن یفعل مایشاء،ویُحکم مایریدُویقضي مااُحب،یامن یحول بین المرء وقلبه،یامن هوبالمنظرالاعلیٰ،یامن لیس کمثله شيء یاسمیع یابصیر"

اور اللہ عزوجل کے اسماء کی زیادہ تکرار کرو چونکہ خدا کے اسماء بہت ہیں اور محمد آل محمد پر صلوات بھیجواور کہو﴿اللّٰهم اوسع عليّ من رزقک الحلال ما اکفّ به وجهي،واودي به عني(عن)امانتي،واصل به رحمي،ویکون عونا لي في الحج والعمرة﴾

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

"انّ رجلاً دخل المسجد فصلّی رکعتین ثم سأل اللّٰه عزّوجلّ وصلّی علی النبیﷺفقال رسول اللّٰه عجّل العبد ربه ،وجاء آخر فصلّیٰ رکعتین،ثم اثنیٰ علی اللّٰه عزّوجل،ّوصلّیٰ علیٰ النبيﷺ،فقال رسول اللّٰهﷺ سل تعط ﴾(۱)

"ایک شخص مسجد میں آیااوراس نے دورکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کی ،تو رسول اللہ ﷺنے فرمایا:اس نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلدی کی ہے:اور دوسرا شخص مسجد میں آیااس نے دورکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی ، نبی ﷺ پرصلوات بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:سوال کروتا کہ تم کوعطا کیا جائے"

ابو کہمس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿دخل رجل المسجد فابتدأ قبل الثناء علی اللّٰه والصّلاة علی النبيؐ فقال النبي عجّل العبد ربّه ثمّ دخل آخر فصلّیٰ،واثنیٰ علی اللّٰه عزّوجل،ّ

---

(۱)اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۴۔وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۱۲۶حدیث۸۷۸۶۔

فصلّیٰ علیٰ رسول اللہ ﷺ،فقال رسول اللہ سل تعطہ ﴾(۱)

''ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اللہ کی حمد وثنا اور نبی پر صلوات بھیجنے سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بندے نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے، پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد وثنا کی اور رسول ﷺ پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرتا کہ تجھکو عطا کیا جائے''

صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿کلّ دعاء یُدعیٰ اللہ عزّوجلّ بہ محجوب عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد﴾(۲)

''اللہ سے کی جانے والی دعا اس وقت تک آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاتی جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے'

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿لایزال الدعاء محجوباًعن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد﴾(۳)

''جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاسکتی ہے''

۱۵۔خدا سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اس کے

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۲۷حدیث/۸۷۸۸۔اصول کافی جلد۲ صفحہ ۵۲۵۔

(۲) اصول کافی جلد۲ صفحہ ۵۲۸،وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۳۵حدیث ۸۸۲۶۔

(۳) مجالس مفید صفحہ ۶۰،وسائل الشیعہ جلد۴:۱۱۳۷حدیث ۸۸۳۷۔

اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکاریں:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾(۱)

''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکاروگے اس کے تمام نام بہترین ہیں''

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم اسکی رحمت اور فضل کے ابواب میں سے ایک باب کی کنجی ہے۔

شریعت اسلامیہ کی متعدد روایات میں پروردگار عالم کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، اور متعدد روایات میں وارد ہوا ہے جب مومن اللہ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دس مرتبہ پکارتا ہے تو اللہ اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿من قال یااللّٰہ عشر مرّات قیل له: لبیک ماحاجتک﴾(۲)

''جس نے دس مرتبہ یا اللہ کہا تو اس کو ندا دی جاتی ہے بولو تمہاری کیا حاجت ہے؟''

ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿من قال یااللّٰہ عشر مرّات قیل له: لبیک ماحاجتک؟﴾(۳)

''جب بندہ سجدے کی حالت میں دس مرتبہ یا اللہ، یا ربّاهُ، یا سیداهُ، کہتا ہے تو پروردگار اس کی دعا کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہے: لبیک اے میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے؟''

عبد اللہ بن جعفر نے قرب الاسناد میں مسعدہ بن صدقہ سے نقل کیا ہے:

---

(۱) سورۂ اسراء آیت ۱۱۰۔

(۲) اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۴۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۳۰، حدیث /۸۷۹۸۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۱۔ حدیث /۸۸۰۲۔

﴿قل عشر مرّات یااللّٰه یااللّٰه فانّه لم یقله احدٌ مِنَ المؤمنین قط الّاقال له الربّ تبارک وتعالیٰ: لبیک یاعبدي سل حاجتک﴾(۱)

''دس مرتبہ یااللہ یااللہ کہو، جب بھی کوئی مومن اللہ کو دس مرتبہ پکارتا ہے تو خداوند عالم اس سے کہتا ہے: لبیک میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے؟''

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یاارحم الراحمین کہتے سنا تو آپ نے اس شخص کا شانہ پکڑ کر فرمایا: هٰذا ارحم الراحمین قد استقبلک بوجهه سل حاجتک ''یہ ارحم الراحمین ہے جس نے مکمل طور پر تمہاری طرف توجہ کی ہے''(۲)

۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو

پروردگار عالم جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمارا کیا ارادہ ہے، وہ ہمارے سوال سے بے نیاز ہے لیکن خداوند عالم اپنی بارگاہ میں ہماری حاجتیں پیش کرنے کو پسند کرتا ہے۔

کبھی کبھی کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے یہاں تک کہ نہ اس سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتا ہے۔

بیشک جب انسان خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے تو وہ بندہ اس سے قریب ہوتا ہے، اس سے لولگاتا ہے، اس سے مانوس ہوتا ہے، وہ اپنے کو خدا کا محتاج ہونے کا احساس کرتا ہے اور خداوند عالم ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔

جب ہم اپنے تمام امور میں اللہ سے دعا کرتے ہیں تو خداوند عالم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اس

---

(۱) قرب الاسناد جلد۲، وسائل الشیعہ جلد۴: ۱۱۳۲، حدیث/۸۸۰۹۔

(۲) محاسبۃ النفس: ۱۴۸، وسائل الشیعہ جلد۴/ ۱۱۳۲، حدیث/ ۸۸۱۵۔

سے تفصیل کے ساتھ دعا کریں اختصار کے ساتھ دعا نہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ اللّٰہ تعالیٰ یعلم مایرید العبد اذا دعاہ،ولکن یُحبّ ان یبث الیه الحوائج،فاذادعوت فسمّ حاجاتک﴾(۱)

''بیشک جب بندہ خداوندعالم سے دعا کرتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ بندہ کیا چاہتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرے پس جب تم اس سے دعا کرو تو نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرو''

۱۷۔دعا میں اصرار

دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے سے بندے کے خدا پر گہرے اعتماد اور خدا سے اپنی امیدیں رکھنے اور گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے،انسان کا جتنا زیادہ اللہ پر اعتماد ہوگا اتنا ہی وہ دعا میں اصرار کرے گا،اسکے برعکس جب انسان کا اللہ پر کم اعتماد ہوتا ہے تو جب اسکی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اور مایوس ہوجاتا ہے۔

جس طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر اعتماد اور اس سے گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر زیادہ اعتماد اور اس سے گہرا لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے۔

جتنا انسان کا اللہ پر اعتماد اور اس سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے قریب ہوگا۔

اسلامی روایات میں متعدد مرتبہ دعا میں اصرار کرنے اور کسی بھی حال میں دعا کے مستجاب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

---

(۱)اصول کافی جلد۲صفحہ ۵۲۰،وسائل الشیعہ جلد۴،ص۱۰۹۱حدیث ۸۶۴۲۔

﴿انّ اللّٰہ یُحبّ الملحّینَ في الدعاء﴾(۱)

''خداوند عالم دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ:

﴿انّ اللّٰہ یُحبّ السائل اللحوح﴾(۲)

''خداوند عالم زیادہ اصرار کرنے والے سائل کو دوست رکھتا ہے''

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿الدعاء ترس المؤمن ومتیٰ تکثر قرع الباب یُفتح لک﴾(۳)

''دعا مومن کی سپر ہے اور جب بھی وہ بہت زیادہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ کھل جائیگا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿الدعاء یردّ القضاء بعد ماأُبرم ابراماً فاکثر من الدعاء فانّہ مفتاح کلّ رحمة ونجاح کلّ حاجة ولاینال ماعند اللہ عزّوجلّ الاّبالدعاء وانّہ لیس باب یُکثر قرعہ الا اوشک انْ یفتح لصاحبہ﴾(۴)

''محکم و مضبوط دعا سے قضا ٹل جاتی ہے، دعائیں بہت زیادہ کرو یہ ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت وضرورت کی کامیابی کا سرچشمہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، اور جب بھی کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو وہ کھٹکھٹانے والے کیلئے کھل جاتا ہے''

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۷۴۔

(۳) وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۰۸۵ حدیث/۸۶۱۲۔

(۴) وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۰۸۶ حدیث/۸۶۱۶۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ اللہ کرہ الحاح الناس بعضھم علیٰ بعض فی المسألة وأحبَّ ذلک لنفسہ﴾(۱)

''خداوند عالم بعض بندوں کوبعض دوسرے بندوں کے سامنے گڑگڑانے اور خوشامد کرنے کو ناپسند کرتا ہےاوراپنی بارگاہ میں اصرار کرنے کو دوست رکھتا ہے''

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿فالحح علیہ في المسألة یفتح لک ابواب الرحمة﴾(۲)

''تم کسی مسئلہ میں اس (اللہ) سے اصرار کروتو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیگا''

ولید بن عقبہ ہجری سے مروی ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿واللہ لایلحّ عبد مؤمن علیٰ اللہ فی حاجتہ الّاقضاھا لہ﴾(۳)

''خدا کی قسم کوئی بندہ اپنی دعامیں خدا سے خوشامد نہیں کرتا مگر یہ کہ خدااسکی دعامستجاب کرتا ہے''

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:

﴿رحم اللہ عبداً طلب من اللہ عزّ وجلّ حاجة فألحّ َفي الدعاء استجیب لہ أو لم یستجب ثم تلا ھذہ الآ یة﴿وَادْعُوْا رَبِّیْ عَسیٰ اَنْ لَااَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً﴾

''خداوند عالم رحم کرے اس بندے پر جواپنی دعا میں اصرار اور خوشامد کرتا ہے،اسکی دعا مستجاب کرے یامستجاب نہ کرے پھراس آیت کی تلاوت فرمائی:

---

(۱) بحارالانوار جلد۹۴ص۳۷۴۔

(۲) بحارالانوار جلد۷۷صفحہ/۲۰۵۔

(۳) اصول کافی صفحہ/۵۲۰۔

﴿وَاَدْعُوا رَبِّیْ عَسیٰ اَنْ لَا اَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً﴾۔(۱)

''اور اپنے رب کو آواز دونگا کہ اس طرح میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہیں رہونگا''

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿سل حاجتک والح في الطلب فانّ الله یحبّ إلحاح الملحّین من عباده المؤمنین﴾(۲)

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

﴿سل حاجتک وألحّ فی الطلب فإنّ الله یُحبّ إلحاح الملحّین من عباده المؤمنین﴾(۳)

''خدا کی قسم کسی بندے نے اللہ سے دعا کرنے میں خوشامد نہیں کی مگر یہ کہ خدا نے اسکی دعا مستجاب فرمائی''

۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا

اس سلسلہ میں عنقریب اس کتاب کی آئندہ آنے والی بحث ''دعا کے سلسلہ میں کونسی چیزیں سزاوار ہیں اور کونسی چیزیں سزاوار نہیں ہیں'' بیان کریں گے، اب ہم یہاں پر صرف اتنی ہی بحث کریں گے جو دعا کے آداب اور اس کی شرطوں سے متعلق ہے۔پس جب انسان اللہ سے دوسروں کیلئے دعا مانگتا ہے اور اپنے اور اس دوست کے درمیان سے کینہ ونفرت دور کر دیتا ہے تو خداوند عالم اس کیلئے دروازہ کھول دیتا ہے۔بیشک مومنین کا ایک دوسرے سے محبت ،عطوفت اور مہربانی کرنا دعا کرنے

---

(۱) سورۂ مریم آیت/۴۸۔

(۲) اصول کافی جلد۲ص۵۲۰۔

(۳) قرب الاسنادص۵۲۰۔

والے اور جس کیلئے دعا کی جارہی ہے اس کیلئے اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ہے۔

دعا کرنے والے کے سلسلہ میں معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿الدعاء لاخیک بظهر الغیب یسوق الی الداعي الرزق ویصرف عنه البلاء ویقول الملک ولک مثل ذلک﴾(۱)

''تمہاری نظروں سے پوشیدہ بھائی کیلئے تمہارے دعا کرنے سے تمہارے رزق میں برکت ہوتی ہے، دعا کرنے والے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے جو تم نے دوسروں کیلئے دعا کی ہے (یعنی خداوند عالم تمہارے رزق میں بھی برکت کردے گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿مَنْ دعا لمؤمن بظهر الغیب قال الملک فلک مثل ذلک﴾(۲)

''جو نظروں سے پوشیدہ مومن کیلئے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ تم نے دوسرے کیلئے دعا کی ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿دعاء المرء لأخیه بظهر الغیب یدرّ الرزق ویدفع المکروه﴾(۳)

''انسان کا اپنے غائب مومن بھائی کیلئے دعا کرنے سے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں''

ابن خالد قمّاط سے مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

﴿اسرع الدعاء نجحاً للإجابة دعاء الاخ لاخیه بظهر الغیب یبدأ بالدعاء

---

(۱) امالی طوسی جلد۲ صفحہ ۲۹۰، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔

(۲) امالی طوسی جلد۲ صفحہ ۲۹۰، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔

(۳) اصول کافی جلد۲ صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد۴: ۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔

لأخيه فيقول له ملك موكّل به آمين ولک مثلاه ﴾(۱)

''سب سے جلدی وہ دعا مستجاب ہوتی ہے جو کسی بھائی کیلئے اس کی غیر موجود گی میں کی جاتی ہے دعا کی ابتدا میں پہلے دوسرے کیلئے دعا کرنا شروع کرو تو اس کا موکل فرشتہ آمین کہتا ہے اور تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے''

اور جس کیلئے دعا کی جارہی ہے اس کے سلسلہ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ:

﴿ادعني علیٰ لسان لم تعصني به .

قال: یارب ،انّیٰ لی بذلک ؟قال: أُدعني علیٰ لسان غیرک ﴾(۲)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران سے کہا: مجھے اس زبان سے پکارو جس زبان سے تم نے گناہ نہ کئے ہوں۔

موسیٰ بن عمران نے عرض کیا: پالنے والے کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ پروردگار نے فرمایا: مجھ سے کسی دوسرے کیلئے دعا کرو''

۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا

انسان پر دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے:

دعا کے سب سے بہترین اوقات وہ اوقات ہیں جن میں رحمت نازل ہوتی ہے، انسان اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتا ہے۔

رحمت نازل ہونے کے بہت زیادہ اوقات ہیں:

قرآن کی تلاوت کرتے وقت، اذان کے وقت، بارش کے وقت، جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت۔

یہ آخری وقت سب سے افضل وقت ہے چونکہ اس میں زمین والوں کیلئے اللہ کی رحمت کے

---

(۱) اصول کافی صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد۴: ۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۲، عدۃ الداعی صفحہ ۱۲۸۔

دروازے کھل جاتے ہیں۔

سکونی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اغتنموا الدعاء عند اربع :عند قراء ة القرآن،وعندالأذان،وعند نزول الغيث،وعند التقاء الصفين للشهادة﴾(۱)

''چار موقعوں پر دعا کرنا غنیمت شمار کرو: قرآن کی تلاوت کرتے وقت،اذان کے وقت بارش ہوتے وقت اور جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿اغتنموا الدعاء عند خمسة مواطن:عند قراء ة القرآن،وعند الأذان، وعند نزول الغيث،وعند التقاء الصفين للشهادة ،وعند دعوة المظلوم ،فإنّهاليس لهاحجاب دون العرش﴾(۲)

''پانچ مقامات پر دعا کرنا غنیمت سمجھو: تلاوت قرآن کے وقت، بارش ہوتے وقت، جنگ میں شہادت کیلئے لڑتے وقت اور مظلوم کیلئے دعا کرتے وقت ان پانچوں وقتوں میں دعا کرنے میں عرش الٰہی کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

﴿مَنْ قرأ مائة آية من القرآن،من ايّ القرآن شاء ثم قال:ياالله سبع مرات فلو دعا على الصخرة لقلعهاإنْ شاء الله﴾(۳)

''اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بھی قرآن کی سو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد سو مرتبہ یا اللہ

---

(۱)اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۱،وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ۱۱۱۴،حدیث/۸۷۳۹۔

(۲)وسائل الشیعہ جلد۴:۱۱۱۵،حدیث/۸۷۴۲۔

(۳)ثواب الاعمال الصدوق صفحہ۵۸۔

کہے اور وہ پہاڑ کیلئے دعا کرے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے انشاء اللہ''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿کان أبی اذاطلب الحاجة طلبھاعند زوال الشمس،فاذا اراد ذلک قدّم شیئاًفتصدق به وشم شیئاًمن طیب،وراح الی المسجدودعا في حاجته بما شاء الله﴾(۱)

''میرے والد بزرگوار زوال کے وقت اپنی حاجت طلب کرتے تھے، جب آپ حاجت طلب کرنے کاارادہ فرماتے تو پہلے صدقہ دیتے خوشبولگاتے مسجد جاتے اور اللہ سے اپنی حاجتیں طلب فرماتے''

۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا

رات میں تنہائی میں اپنے کوخدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کاعظیم اثر ہے، اللہ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے، انسان رات کے آخری حصہ میں اپنے نفس کوخدا کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا، رات کے آخری حصہ میں انسان خدا کی رحمت کا استقبال کرنے کیلئے آمادہ ہوجاتا ہے اور خداوند عالم نے رات کے آخری حصہ میں وہ رحمتیں اور برکتیں قرار دی ہیں جو دن اور رات کے دوسرے حصوں میں نہیں قرار دی ہیں۔

اور اسلامی روایات میں غور وفکر کرنے والے کیلئے اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تمام وقت برابر نہیں ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سے اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے البتہ یہ اوقات بہت ہی افضل ہیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے۔

خداوندعالم کاارشاد ہے:

﴿یَاأَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّاقَلِیْلاً نِصْفَهُ اَوِنْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً اَوْزِدْعَلَیْه وَرَتِّلِ

---

(۱)اصول کافی جلد۲صفحہ۵۲۱۔

الْقُرْآنَ تَرْتِيلاًاِنَّاسَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيلاً اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيلاً﴾(۱)

''اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھومگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر با قاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کیلئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے''

مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''كان فيماناجىٰ الله به موسىٰ بن عمران أنْ قال له:يابن عمران،كذّب مَنْ زعم أنّه يحبني،فاذاجنّة الليل نام عنّي،اليس كل محبّ يحبّ خلوةحبيبه ؟هاانا يابن عمران مطّلع علىٰ احبائي،اذاجنّهم الليل حوّلت ابصارهم فى قلوبهم ومثلت عقوبتي بين أعينهم ،يخاطبوني عن المشاهدة،ويكلموني عن الحضور.

يابن عمران،هبّ لي من قلبك الخشوع،ومن بدنك الخضوع،ومن عينيك الدموع،وادعني فى الظلمات فانّك تجدني قريباًمجيباً''(۲)

''جب موسیٰ بن عمران نے اللہ سے مناجات کی تو اللہ نے فرمایا:اے موسیٰ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو تم اس کی تکذیب کرو، جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ سو جاتا ہے کیا ہر محبوب اپنے حبیب سے تنہائی میں ملنا نہیں چاہتا؟ آگاہ ہو جاؤ اے ابن عمران میں اپنے دوستوں کو بخوبی جانتا ہوں جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میں ان کی آنکھوں کو ان کے دلوں کی طرف پھیر دیتا ہوں اپنی عقوبت کو ان کی نظروں میں مجسم کر دیتا ہوں وہ دیکھنے کے بجائے مجھ سے خطاب کرتے ہیں اور حاضر ہونے کے بجائے مجھ سے ڈرتے ہیں۔

اے ابن عمران تم اپنے دل سے خشوع ، اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھوں کے

---

(۱) سورۂ مزمل آیت ۱۔۶۔

(۲) مجالس المفید صفحہ ۲۱۴، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۲۵ حدیث ۸۷۸۱۔

آنسوؤں کو میرے لئے ہبہ کر دو اور تاریکیوں میں مجھے پکارو پس تم مجھے اپنے سے قریب اور دعا قبول کرنے والا پاؤ گے''

اس روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہم بحث کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ شب اولیائے الٰہی کیلئے آتی ہے اور ان کو زندگانی اور اس کی مصروفیات سے روک دیتی ہے گویا شب انسان کو ان مصروفیات دنیا کے درمیان سے جدا کر دیتی ہے جو اس کو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں اور یہ رات کی تنہائی کی فرصت ہوتی ہے جس میں انسان کے سامنے ذات الٰہی کسی رکاوٹ کے بغیر سامنے ہوتی ہے اور وہ اس خلوت میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے لیکن جب رات چھا جاتی ہو تو انسان جس کو دوست رکھتا ہے اس کے حضور میں مناجات اور تضرع کرنے کے بجائے سو جائے تو وہ شخص جھوٹا ہے کیا ہر حبیب اپنے محبوب کی خلوت کو پسند نہیں کرتا؟

جب تاریکیٔ شب چھا جاتی ہے اور ہم زندگی کے مشکلات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ہماری دن میں پراکندہ ہو جانے والی قوت بصارت اور سماعت یکجا ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے دل میں زندگی کی زحمت سے اس دل کے اندر چلی جاتی ہے جو انسانی زندگی میں بصیرت و نور کا سرچشمہ ہے اس وقت ہماری بکھری ہوئی بصیرت اکٹھی ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور خداوند عالم اس وقت قلب انسانی کیلئے بصیرت و نور کے دروازے کھول دیتا ہے اس جملہ ''اذا جنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم '' کا یہی مطلب ہے اس وقت انسان خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے اور غضب و رحمت الٰہی کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہے تو جب وہ خداوند عالم سے مخاطب ہوتا ہے تو مشاہدہ اور حاضری کی بنا پر مخاطب ہوتا ہے دوری اور غیر حاضری کی بنا پر نہیں اور اس فقرہ ''یخاطبوني عن المشاھدة '' کا یہی مطلب ہے اور جب وہ خداوند عالم سے بات کرتا ہے تو خداوند عالم کو حاضر سمجھ کر بات کرتا ہے غائب سمجھ کر بات نہیں کرتا ہے اور اس فقرہ ''یکلموني عن الحضور '' کا یہی مطلب ہے۔

اس کی نظروں میں عقوبت اور عذاب الٰہی مجسم ہو جاتا ہے اور اس فقرہ "مثّلت عقوبتي بين اعينهم" کا یہی مطلب ہے حبیب کی موجودگی کی انسیت نیز ان کی نظروں میں مجسم عقوبت کا خوف نیند کا سکون چھین لیتا ہے اور بھلا وہ کیسے سو سکتا ہے جو خود کو رات کی خلوت میں اپنے حبیب کے سامنے پائے؟ اور اس کو کیسے اونگھ آ سکتی ہے جبکہ وہ اپنی نظروں میں عذاب الٰہی کو مجسم دیکھ رہا ہو؟

یہ حالت یعنی قوت بصارت کے خارج سے اندر کی جانب چلے جانا اور دن میں پراگندہ ہونے کے بعد رات میں اکٹھا ہو جانے کا فطری نتیجہ ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے معروف خطبہ متقین میں فرماتے ہیں:

﴿اَمَّا اللَّیْلُ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَهُمْ ، تَالِیْنَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْآنِ یُرَتِّلُوْنَهَا تَرْتِیْلاً ، یُحَزِّنُوْنَ بِهِ اَنْفُسَهُمْ وَیَسْتَثِیْرُوْنَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ. فَاِذَا مَرُّوْا بِآیَةٍ فِیْهَا تَشْوِیْقٌ رَکَنُوْا اِلَیْهَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُهُمْ اِلَیْهَا شَوْقاً ، وَظَنُّوْا اَنَّهَا نُصْبُ اَعْیُنِهِمْ. وَاِذَا مَرُّوْا بِآیَةٍ فِیْهَا تَخْوِیْفٌ اَصْغَوْا اِلَیْهَا مَسَامِعَ قُلُوْبِهِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ زَفِیْرَ جَهَنَّمَ وَشَهِیْقَهَا فِیْ اُصُوْلِ آذَانِهِمْ ، فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰی اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَکُفِّهِمْ وَرُکَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ یَطَّلِبُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ فَکَاکِ رِقَابِهِمْ وَاَمَّا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبْرَارٌ اَتْقِیَاءُ﴾ (۱)

"رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں اس طرف جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پرکیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳۔

میں (جہنم) سے ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ و پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وُہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوئے خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیزکار نظر آتے ہیں"

نہج البلاغہ میں ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نوف بکالی سے رات کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں: یَانُوف اِنَّ دَاوُد(ع) قَامَ فِی مِثْلِ هٰذِالسَّاعَةِ مِنَ اللَّیْل، فَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ لَایَدْعُوْ فِیْهَا عَبْدٌ اِلَّااسْتُجِیْبَ لَهُ ﴾(۱)

"اے نوف بیشک داود علیہ السلام رات کے اس حصہ میں عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے، پھر فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دعا کرنے والے کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے"

حضرت رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے؟

﴿اذا کان آخر اللیل یقول الله عزّوجلّ: هل من داع فأُجیبه ؟ وهل من سائل فأُعطیه سؤله ؟ وهل من مستغفر فاغفر له ؟ هل من تائب فاتوب علیه ﴾

"جب رات کا آخری حصہ آتا ہے تو اللہ عزوجل کہتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو اس کے سوال کا جواب دیا جائے؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ اس کی بخشش کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں؟۔

---

(۱) نہج البلاغہ دوسری قسم صفحہ ۱۶۵۔

۲۱۔ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿ما ابرز عبد یده الی الله العزیز الجبار الا استحیا الله عزّ و جلّ ان یردّها صفراً، حتیٰ یجعل فیهامن فضل رحمته مایشاء، فاذا دعا احدکم فلایردّ یده حتّیٰ یمسح علیٰ وجهه و رأسه﴾(۱)

''کوئی بندہ اپنے ہاتھ خدائے عزیز و جبار کے سامنے نہیں پھیلاتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو خالی ہاتھ واپس کرنے پر حیا محسوس کرتا ہے اور اپنے فضل و رحمت سے جو کچھ چاہتا ہے اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی دعا کرے اور اپنے ہاتھ ہٹائے تو وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے''

---

(۱) اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲؛ من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۷۔

موانع اور رکاوٹیں

کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں؟

اس بحث میں ہم اس سوال کا جواب پیش کریں گے انشاءاللہ۔

بیشک دعا کے بارے میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ دعا وہ قرآن صاعد ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے بالمقابل ہے۔ نازل ہونے والے قرآن میں عبودیت، بندہ کو صرف خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور صرف اسی سے لو لگانے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن صاعد میں اس دعوت پر لبیک کہی گئی ہے۔

لیکن یہاں پر کچھ ایسے موانع ہیں جو دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے سے روک دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان دعاؤں کے پہنچنے سے روکنے والے اہم موانع گناہ اور معصیتیں ہیں دعاء کمیل میں وارد ہوا ہے: ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ﴾

''خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں''

اور اسی دعاء کمیل میں آیا ہے: ﴿فَأَسْأَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَا یَحْجُبَ عَنْکَ دُعَائِیْ سُوْءُ عَمَلِیْ﴾

''میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کے واسطے سے کہ میری بدعملی میری دعا کو پہنچنے سے نہ روکے''

ہم عنقریب ان موانع (رکاوٹوں) کی تحلیل کریں گے انشاءاللہ:

گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ

حیات انسان میں گناہوں کے دو اثر ہوتے ہیں:

۱۔ گناہ انسان اور خداوند عالم کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں، انسان خدا سے منقطع ہو جاتا ہے اس کیلئے اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور اس سے لو لگانے کا امکان ہی نہیں رہتا، اور نہ ہی اس کیلئے دعا کرنا ممکن ہوتا ہے بیشک دعا کا مطلب اپنے کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔

جب گناہ، گناہ کرنے والے کو خدا تک پہنچانے میں مانع ہو جاتے ہیں تو اس کی دعا میں بھی مانع ہو جاتے ہیں۔

۲۔ گناہ دعا کو اللہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں، چونکہ جب دعا اللہ تک پہنچتی ہے تو خدا اس کو مستجاب کرتا ہے، یہ خدا کے شایان شان نہیں کہ جب کسی بندے کی دعا اس تک پہنچے تو وہ عاجز ہو جائے یا بخل سے کام لے، بیشک دعا کی عاجزی یہ ہے کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتی ہے: کبھی کبھی گناہ انسان کو دعا کرنے سے مقید کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی دعا کو اللہ تک پہنچنے میں مقید کر دیتے ہیں۔

ہم ذیل میں اس مطلب کی وضاحت کر رہے ہیں:

اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار

بیشک قلب ایک طرف تو خداوند عالم سے رابطہ کیلئے ضروری چیزیں اخذ کرتا ہے اور اس سے ملاقات کرتا ہے، اور دوسری طرف ان چیزوں کو عطا کرتا ہے جیسے حملہ آور قلب جو خون کو پھینکنے واپس لانے اور لوگوں کے درمیان سے اکٹھا کرنے کا کام دیتا ہے۔

جب دل میں انسان کو ملانے اور خداوند عالم سے مربوط کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو گویا اس نے اپنی ساری اہمیت کھو دی اور اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا جیسے وہ دل جو پوری طرح حملہ آور

ہے۔

دل اس لینے دینے میں ایک طرف تو خداوند عالم کی جانب سے ہدایت ،نورانیت اور آگاہی حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف انسان کو اس کی حرکات وگفتار اور موقف عمل میں یہ ہدایت اور نورانیت عطا کرتے ہیں

پہلی شق (اللہ سے ملاقات اور اخذ کرنا) کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْالَوْلَانُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةًوَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلاً﴾(۱)

''اور کافر یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر ان پر یہ قرآن ایک دفعہ کل کا کل کیوں نہیں نازل ہوگیا۔ہم اسی طرح تدریجا نازل کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو مطمئن کرسکیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کرنازل کیا ہے''

تو قرآن رسول کے قلب مبارک پر ایک دم اور آہستہ آہستہ نازل ہوتا تھا اور دلوں کو تقویت بخشتا تھا نیز یہ دل اس سے نورانیت اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَاباًمُتَشَابِهاً مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِاللّٰهِ﴾(۲)

''اللہ نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے جس کی آیتیں آپس میں ملتی

---

(۱)سورۂ فرقان آیت۳۲۔

(۲)سورۂ زمر آیت ۲۳۔

جلتی ہیں اور بار بار دُہرائی گئی ہیں کہ ان سے خوف خدا رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے جسم اور دل یاد خدا کیلئے نرم ہو جاتے ہیں''

قلوب، قرآن سے خشوع وخضوع اخذ کرتے ہیں، نرم ہو جاتے ہیں خدا کی ہدایت اور اس نور کے ساتھ رابطہ پیدا کرتے ہیں جس کو خداوند عالم نے بندوں کی طرف بھیجا ہے کیونکہ قرآن خداوند عالم کی طرف سے ہدایت اور ایسا نور ہے جس کو خداوند عالم نے بندوں کی جانب بھیجا ہے نیز یہ قرآن خداوند عالم کا برہان اور مخلوق پر حجت ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿یَاأَیُّهَا النَّاسُ قَدْجَاءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَااِلَیْکُمْ نُوراً مُبِیناً﴾(۱)

''اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور بھی نازل کر دیا ہے''

یہ نور اور ہدایت مومنین اور متقین لوگوں کے دلوں سے مخصوص ہے وہ اس نور کو اخذ کرتے ہیں اور اس سے متأثر ہوتے ہیں:

﴿هَذَابَیَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدیً وَمَوْعِظَةٌلِلْمُتَّقِینَ﴾(۲)

''یہ عام انسانوں کیلئے ایک بیان حقائق ہے اور صاحبان تقویٰ کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے''

﴿هٰذَابَصَائِرُمِنْ رَبِّکُمْ وَهُدیً وَرَحْمَةٌلِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ﴾(۳)

''یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دلائل ہدایت اور صاحبان ایمان کیلئے رحمت کی حیثیت رکھتا ہے''

---

(۱) نساء آیت/۱۷۴)

(۲) سورۂ آل عمران آیت/۱۳۸۔

(۳) سورۂ اعراف آیت/۲۰۳۔

دل کیلئے یہ پہلا دور ہے جو اللہ سے ہدایت، نور، بصیرت اور برہان حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نور اور ہدایت نازل کیا ہے ان سے مخصوص ہوتا ہے۔

دلوں کیلئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا

اس مرحلہ میں قلوب ایسے نور اور ہدایت کو پھیلاتے ہیں جو ان کو خداوند عالم کی جانب سے ملا ہوتا ہے اور یہ قلوب انسان کی حرکت، گفتار، موقف، روابط اور اقدامات کو نور عطا کرتے ہیں اس وقت انسان نور الٰہی اور ہدایت الٰہی کے ذریعہ آگے بڑھتا ہے نور خدا اور ہدایت خدا سے تکلم کرتا ہے نور خدا اور ہدایت کے ذریعہ اپنا موقف معین کرکے لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔

﴿اَوَمَنْ کَانَ مَیْتاً فَأَحْیَیْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً یَمْشِیْ بِهِ فِیْ النَّاسِ﴾(۱)

''کیا جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کیلئے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے''

﴿یَااَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوااتَّقُوااللّٰهَ وَآمِنُوابِرَسُوْلِهِ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَیَجْعَلْ لَکُمْ نُوراً تَمْشُوْنَ بِهِ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌرَّحِیْمٌ﴾(۲)

''ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رسول پر واقعی ایمان لے آؤ تاکہ خدا تمھیں اپنی رحمت کے دہرے حصے عطا کردے اور تمہارے لئے ایسا نور قرار دیدے جس کی روشنی میں چل سکو اور تمھیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے''

یہ نور جس کے ذریعہ مومنین کا ایک دوسرے سے رابط برقرار رہتا ہے، اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کی صفوں میں گھوما کرتے ہیں، ان کی سیاست، یا تجارت یا حیات انسانی کے دوسرے تمام

---

(۱) سورۂ انعام آیت/۱۲۲۔

(۲) سورۂ حدید آیت/۲۸۔

کاموں میں لگے رہتے ہیں یہ خداوند عالم کا وہ نور ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے بھیجا ہے:

﴿وَمَنْ لم یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُ نُوراً فَمَالَہُ مِنْ نُورٍ﴾(۱)

''اور جس کیلئے خدا نور قرار نہ دے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے''

یہ وہ نور ہے جو اللہ کی طرف سے قلب میں ودیعت کیا جاتا ہے پھر اس کے ذریعہ دل، انسان کی بینائی، سماعت اور اس کے اعضاء و جوارح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس اخذ اور عطا میں دل کا کردار درمیانی ہوتا ہے نور اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اس کے ذریعہ انسان اپنا راستہ، اپنی تحریک، کلام اور موقف اختیار کرتا ہے۔

یہ دل کے صحیح و سالم ہونے کی علامت ہے اور وہ قرآن کو صحیح طریقہ سے اخذ کرتا ہے، اور اسکو عطا کرتا ہے جس طرح سرسبز زمین نور، ہوا اور پانی کو اخذ کرتی ہے اور طیب و طاہر پھل دیتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام قرآن کی صفت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

﴿کتاب اللّٰہ تبصرون بہ وتنطقون بہ وتسمعون بہ﴾

''یہ اللہ کی کتاب ہے جس کے ذریعہ تمھیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو''

جب دل صحیح و سالم نہ ہو تو اس میں اللہ سے لو لگانے کی خاصیت مفقود ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا۔

جب دل میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو وہ نماز اور دعا کے ذریعہ قرآن صاعد کو اللہ تک پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

---

(۱) سورۂ نور آیت ۴۰۔

اس حالت کو انغلاق قلب (دل کا بند ہو جانا) کہا جاتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ (۱)

''یہ سب بہرے، گونگے، اور اندھے ہو گئے ہیں اور اب پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں''

بہرا اور اندھا نور کا استقبال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اسی طرح جو بولنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو فطری طور پر گونگا کہا جاتا ہے۔

پروردگار عالم بنی اسرائیل سے فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ (۲)

''پھر تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے پتھر یا اس سے بھی کچھ زیادہ سخت''

بیشک پتھر، نور، ہوا اور پانی کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے اور نور، ہوا اور پانی میں سے جو کچھ بھی اس پر گرتا ہے اس کو واپس کر دیتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ وہ ثمر دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، بلکہ ثمر تو وہ زمین دیتی ہے جس میں نور، ہوا اور پانی جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے

اسی طرح جب دل صحیح و سالم نہیں ہوتا تو وہ نور کا استقبال نہیں کرتا اور نہ ہی نور سے استفادہ کر پاتا ہے اسی کو مکمل انغلاق کی حالت کہا جاتا ہے اور وہ حالت (دل کا مر جانا) جس میں دل ہر طرح کی حیاتی چیز سے بے بہرہ ہو جاتا ہے یعنی زندہ دل کی طرح اس میں کسی چیز کو لینے یا دینے کی طاقت باقی نہیں رہ جاتی اور جس دل میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو وہ زندگی کا ہی خاتمہ کر دیتا ہے۔

خداوند عالم دل کے مردہ ہو جانے کے متعلق فرماتا ہے:

---

(۱) سورۂ بقرہ ۱۸۔

(۲) سورۂ بقرہ ۷۴۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَمَااَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِیْ الْقُبُوْرِ﴾(۱)

''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بات سنا دیتا ہے اور آپ انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر رہنے والے ہیں''

اور یہ فرمان خدا:﴿اِنَّکَ لاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلاتُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ﴾(۲)

''آپ مُردوں کواور بہروں کواپنی آوازنہیں سنا سکتے ہیں اگر وہ منھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں''

خداوندعالم یہ فرماتا ہے :

﴿وَسَوَاءٌعَلَیْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لایُؤْمِنُوْنَ﴾(۳)

''اوران کیلئے سب برابر ہے آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والےنہیں ہیں''

آوازاورانداز میں کوئی عجزوکمی نہیں ہے بلکہ یہ میت کی کمی اورعاجزی ہے کہ وہ کسی چیز کو سننے کی قابلیت نہیں رکھتی ہے۔

دل کی اسی حالت کواس (دل) کامرجانا،بند ہوجانا اوراللہ سے منقطع ہوجانا کہاجاتا ہے۔

اس قطع تعلق اوردل کے بند ہوجانے کی کیاوجہ ہے؟

دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب

اسلامی روایات میں دلوں کے منغلق ہونے اوران کےاللہ سے منقطع ہوجانے کے دواہم اسباب پرزوردیا گیاہے:

---

(۱)سورۂ فاطر آیت۲۲۔

(۲)سورۂ نمل آیت۸۰۔

(۳)سورۂ یس آیت۱۰۔

۱۔اللہ کی آیات سے اعراض روگردانی اوران کی تکذیب۔

۲۔گناہوں اور معصیتوں کاارتکاب۔

خداوندعالم ارشادفرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا صُمٌّ وَبُکْمٌ فِی الظُّلُمَاتِ﴾(۱)

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ بہرے گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں''

اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات کی تکذیب،لوگوں کی زندگی میں تاریکیوں کے بس جانے اوران کے گونگے ہوجانے کا سبب ہے۔

خداوندعالم فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ آیَاتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِراً کَأَنْ لَمْ یَسْمَعْهَا کَأَنَّ فِیْ اُذُنَیْهِ وَقْراً﴾(۲)

''اور جب اس کے سامنے آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تو اکڑ کر منھ پھیر لیتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے اور جیسے اس کے کان میں بہرا پن ہے''

ہم اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات سے روگردانی ان سے استکبار کے درمیان ایک متبادل تعلق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی پہلے سبب کواعراض وروگردانی کہا جاتا ہے۔

اوردوسرے سبب (گناہ) کے سلسلہ میں خداوندعالم فرماتا ہے:

---

(۱)سورۂ انعام آیت/۳۹۔

(۲)سورۂ لقمان آیت/۷۔

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾(۱)

''نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے''

آیۂ کریمہ میں صاف طور پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جن گناہوں کو انسان کسب کرتا ہے وہ دل کو زنگ آلود کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا

انسان جب بار بار گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے اور جب دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ برعکس (پلٹ جانا) ہو جاتا ہے گویا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام خصوصیات ختم ہو جاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿كان أبي يقول: ما من شيً افسد للقلب من خطيئته، انّ القلب ليواقع الخطيئة، فلاتزال به حتّىٰ تغلب عليه، فيصير اعلاه اسفله﴾(۲)

''میرے والد بزرگوار کا فرمایا کرتے تھے: انسان کی خطا و غلطی کے علاوہ کوئی چیز انسان کے دل کو خراب نہیں کر سکتی، بیشک اگر دل خطا کر جائے تو وہ اس پر ہمیشہ کیلئے غالب آ جاتی ہے یہاں تک کہ دل کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آ جاتا ہے''

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿اذا اذنب الرجل خرج في قلبه نكتة سوداء، فان تاب انمحت، وان زاد زادت، حتّىٰ تغلب علىٰ قلبه، فلا يفلح بعدها أبداً﴾(۳)

---

(۱) سورۂ مطففین آیت ۱۴۔

(۲) بحار الانوار جلد ۷۳ صفحہ ۳۱۲۔

(۳) بحار الانوار جلد ۷۳ صفحہ ۳۲۷۔

''جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے، اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر غالب آ جاتا ہے اور پھر کبھی وہ اس (دل) پر کامیابی نہیں پا سکتا ہے''

گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ

اللہ کے ذکر کیلئے مومنوں کے دلوں میں حلاوت پائی جاتی ہے، اس حلاوت وشیرینی سے بلندتر کوئی حلاوت نہیں ہے، لیکن جب انسان خداوند عالم سے روگردانی کر لیتا ہے تو وہ حلاوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا حلاوت ذکر کا ذائقہ چکھنے والوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے جیسے بیمار انسان جو اپنی تندرستی کھو بیٹھتا ہے تو اس کی قوت ذائقہ بھی مفقود ہو جاتی ہے نہ یہ کہ کھانے والی چیزوں کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے، بلکہ مریض کی قوت ذائقہ مفقود ہو جاتی ہے اسی طرح جب دل خدا سے پھر جاتے ہیں تو ان سے اللہ کے ذکر کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی نظر میں اللہ کے ذکر کی کوئی حلاوت وجاذبیت نہیں رہ جاتی ہے جیسے وہ بیمار جو اپنی سلامتی وصحت وتندرستی سے محروم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ لذیذ چیزوں کی لذت کھو بیٹھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لذیذ چیزوں میں لذت نہیں رہی ہے بلکہ انسان کو ان کی اشتہا وخواہش نہیں رہی ہے اسی طرح جب قلوب اپنا اعتدال کھو بیٹھتے ہیں تو ان کے درمیان سے خداوند عالم کی یاد کی شیرینی کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے اور خداوند عالم کی یاد اور تذکرہ کیلئے ان میں کوئی حلاوت وجذابیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اَوحىٰ اِلىٰ دَاود اَن اَدنىٰ مَاأَنَا صَانِعٌ بِعبدٍ غَيرَ عَامِلٍ بِعِلْمِهِ مِنْ سَبْعِيْنَ عَقُوْبَة بَاطِنِيَّةٍ أَنْ اَنزع مِنْ قَلْبِهِ حَلاوَةَ ذِكْرِيْ﴾(۱)

---

(۱) دار السلام مولف شیخ نوری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰۔

”خداوند عالم نے جناب داؤد کو وحی کی کہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے بندہ کوستر باطنی سزاؤں میں سے سب سے کم سزا یہ دیتاہوں کہ میں اس کے دل سے اپنے ذکر کی حلاوت ختم کردیتاہوں“

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

﴿یاامیر المؤمنین،إني قدحرمت الصلاة باللیل .

فقال علیه السلام :انت رجل قد قیدتک ذنوبک ﴾(۱)

”اے امیرالمومنین ایسا لگتاہے کہ جیسے نماز شب مجھ پر حرام ہوگئی ہے“

آپ نے فرمایا: تو ایسا شخص ہے کہ تیرے گناہوں نے تجھ کواپنی گرفت میں لے لیاہے“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ الرجل یذنب الذنب،فیحرم صلاة اللیل،وانّ العمل السیّئ أسرع في صاحبه من السکین في اللحم﴾(۲)

”جب انسان گناہوں پرگناہ کئے چلا جا تاہےتواس پر نماز شب حرام ہوجاتی ہےاور برا عمل انسان کےاندر گوشت میں چھری سے کہیں زیادہ تیز اثر کرتا ہے“

دعاؤں کوروک دینے والے گناہ

براہ راست گناہوں کے انجام دینے سے انسان کا دل اللہ سے منقطع ہوجاتا ہےاور جب انسان کا دل اللہ سے منقطع ہوجاتاہےتو نہ اس میں کسی چیز کواخذ کرنے کی صلاحیت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اس کوکوئی چیز عطا کی جاتی ہے۔

---

(۱)علل الشرائع جلد۲صفحہ/۵۱۔

(۲)اصول کافی ۲صفحہ/۲۷۲۔

جب انسان اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرتا ہے تو (دعا) انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے، اور جب انسان اللہ کے نازل کئے جانے والے قرآن سے منقطع ہوجاتا ہے تو وہ ضروری طور پر قرآن صاعد سے بھی منقطع ہوجاتا ہے۔اس کی دعا محبوس (قید) ہوجاتی ہے اور وہ اس پر کامیاب نہیں ہوپاتا یہاں تک کہ اگر وہ خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ گڑگڑائے یا پافشاری کرے، اصرار کرے تب بھی خدا اس کی دعا کو اوپر پہنچنے سے روک دیتا ہے اور اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿المعصیة تمنع الاجابة﴾

''گناہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہوتے ہیں''

ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول ﴿ادعونی استجب لکم﴾ کے سلسلہ میں سوال کیا:

﴿مالنا ندعو فلایُستجاب لنا؟قال:فأي دعاء یُستجاب لکم،وقد سددتم ابوابه وطرقه،فاتقوا اللّٰه واصلحوا اعمالکم،واخلصوا سرائرکم،وأمروا بالمعروف،وانهوا عن المنکر،فیستجیب اللّٰه معکم﴾(۱)

''کیا وجہ ہے کہ ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری دعا کیسے مستجاب ہو جب تم نے اس کے دروازوں اور راستوں کو بند کردیا ہے پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، نیک اعمال انجام دو، اپنے اسرار کو پاکیزہ کرو، امر بالمعروف کرو، نہی عن المنکر انجام دو تو خدا تمہاری دعا قبول کرے گا''

---

(۱)بحار الانور جلد ۹۳ صفحہ ۳۷۶۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿والذنوب التی تردّ الدعاء، وتُظلم الھواء عقوق الوالدین﴾(۱)

''جوگناہ دعاؤں کورد کردیتے ہیں اورفضا کوتاریک کردیتے ہیں ان سے مراد والدین سے سرکشی کرنا ہے''

دوسری روایت میں آیا ہے:

﴿والذنوب التی تردّالدعاء: سوء النیة وخبث السریرة، والنفاق، وترک التصدیق بالاجابة، وتاخیر الصلوات المفروضات حتّیٰ تذھب اوقاتھا، وترک التقرب الیٰ اللّٰہ عزّ وجلّ بالبرّ والصدقة، واستعمال البذاء والفحش فی القول﴾(۲)

''دعاؤں کومستجاب ہونے سے روک دینے والے گناہ یہ ہیں: بُری نیت، خُبث باطنی، نفاق واجب صدقہ نہ دینا، واجب نمازوں کے ادا کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت ہی ختم ہوجائے، نیکی اورصدقہ دینے کے ذریعہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کوچھوڑ دینا اورگفتگو میں گالیاں دینا''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ العبد یسأ ل اللّٰہ الحاجة، فیکون من شأنہ قضاؤھا الیٰ اجل قریب، في ذنب العبد ذنباً، فیقول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ للملک: لاتقض حاجتہ، واحرمہ ایاھا، فإنہّ تعرض لسخطي واستوجب الحرمان مني﴾(۳)

''جب بندہ خداوندعالم سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو خدا کی شان دعا کو پورا کردینا ہے مگر

---

(۱) معانی الاخبار صفحہ/۲۷۰۔

(۲) معانی الاخبار صفحہ/۲۷۱۔

(۳) اصول کافی جلد۳ صفحہ۳۷۲۔

بندہ گناہ کرلیتا ہے جسکی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی، خداوند عالم فرشتہ سے کہتا ہے: اس کی حاجت روانہ کرنا، اس کو اس کی حاجت سے محروم رکھنا، وہ مجھکو ناخشنود کرتا ہے جسکی وجہ سے وہ مجھ سے محروم ہوا ہے"

قبولیت اعمال کے موانع

اسلامی روایات میں (اعمال کے بلند ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے موانع) اور (اللہ کی بارگاہ میں اعمال پہنچانے کے اسباب) کا تذکرہ موجود ہے:

ان دونوں چیزوں کا انسان کے عمل سے براہ رست تعلق ہے مگر یہ کہ (موانع) اعمال کے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، اور (اسباب) اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے میں مددگار ہوتے ہیں:

ہم ذیل میں (موانع) کے متعلق اسلامی روایات میں وارد ہونے والے ایک نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اسباب کے سلسلہ میں بھی ایک ہی نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اس مسئلہ کی اسلامی ثقافت وتربیت میں زیادہ اہمیت ہونے کی غرض سے اسکی تفصیل وتشریح ایک مناسب موقع کیلئے چھوڑ دیتے ہیں۔

صعود اعمال کے موانع (اسباب)

شیخ ابوجعفر محمد بن احمد بن علی قمی ساکن ری نے اپنی کتاب **"المنبئ عن زهد النبی"** عبدالواحد سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے: ان کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا: میرے لئے ایک ایسی حدیث بیان فرما دیجئے جس کو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو اور حفظ کیا ہو انھوں نے کہا ٹھیک ہے پھر معاذ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو اس وقت مجھ سے یہ حدیث نقل فرمائی جب میں ان کے پاس کھڑا ہوا تھا:

"بينا نسير اذ رفع بصره الى السماء فقال: الحمدلله الذي يقضي في خلقه ماأحبّ، ثم قال: يامعاذ، قلت: لبيک يارسول الله وسيد المؤمنين قال: يا معاذ، قلت،

لبيک يارسول الله امام الخيرونبي الرحمة فقال: احدثک شيئاًماحدّث به نبي امته ان حفظته نفعک عيشک،وان سمعته ولم تحفظه انقطعت حجتک عند اللّٰه،ثم قال: انّ اللّٰه خلق سبع أملاک قبل ان يخلق السماوات فجعل فی کل سماء ملکاًقدجللها بعظمته،وجعل علیٰ کل باب من ابواب السماوات ملکاًبواباً،فتکتب الحفظة عمل العبد من حين يصبح الیٰ حين يمسي،ثم ترتفع الحفظة بعمله وله نور کنور الشمس حتّی اذابلغ سماء الدنيا فتزکيه وتکثره فيقول الملک: قفوا واضربوابهذاالعمل وجه صاحبه،انا ملک الغيبة،فمن اغتاب لاادع عمله يجاوزني الیٰ غيري،امرني بذالک ربي.

قال ؑ:ثم تجئ الحفظة من الغد ومعهم عمل صالح،فتمّر به فتزکيه و تکثره حتّی تبلغ السماء الثانية،فيقول الملک الذي فيالسماء الثانية: قفوا واضربواهذ االعمل وجه صاحبه انّما اراد بهذاعرض الدنيا،اناصاحب الدنيا، لاادع عمله يتجاوزني الیٰ غيري.

قال: ثم تصعد الحفظة بعمل العبدمبتهجابصدقة وصلاة فتعجب به الحفظة،وتجاوز به الیٰ السماء الثالثة،فيقول الملک: قفوا واضربوا هذاالعمل وجه صاحبه وظهره،أناملک صاحب الکبر،فيقول: انه عمل وتکبّرعلی الناس في مجالسهم؛امرني ربي أن لاأدع عمله يتجاوزني الیٰ غيري.

قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد يزهر کالکوکب الدري في السماء،له دوي بالتسبيح والصوم والحج ،فتمّر به الی السماء الرابعة فيقول له الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه وبطنه،اناملک العُجب،انه کان يعجب بنفسه انه عمل وادخل نفسه العُجب،امرني ربّي ان لاادع عمله يتجاوز ني الی غيري.

قال وتصعد الحفظة بعمل العبد کالعروس المزفوفة الی اهلها،فتمرّ به الی

ملک السماء الخامسة بالجهاد و الصلاة (والصدقة)مابين الصلاتين،ولذلک العمل رنين کرنين الابل وعليه ضوء کضوء الشمس،فيقول الملک:قفوا انا ملک الحسد،واضربوابهذ االعمل وجه صاحبه،واحملوه علیٰ عاتقه،انه کان يحسد مَنْ يتعلم اويعمل لله بطاعته،واذا رایٰ لاحد فضلافي العمل والعبادة حسده ووقع فيه،فيحمله علیٰ عاتقه ويلعنه عمله .

قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد من صلاة وزکاة وحج وعمرة، فيتجاوزون به الی السماء السادسة،فيقول الملک:قفوا اناصاحب الرحمة واضربوابهذاالعمل وجه صاحبه،واطمسوا عينيه لانّ صاحبه لم يرحم شيئاًاذا اصاب عبداًمن عبادالله ذنب للاخرة اوضرّ في الدنياشمت به،امرني به ربي ان لاادع عمله يجاوزني .

قال وتصعد الحفظةبعمل العبد بفقه واجتهاد وورع وله صوت کالرعد، وضوء کضوء البرق،ومعه ثلاثة آلاف ملک،فتمرّبه الی ملک السماء السابعة، فيقول الملک:قفوا واضربوا بهذاالعمل وجه صاحبه اناملک الحجاب احجب کل عمل ليس لله،انّه ارادرفعة عندالقوّاد،وذکراً في المجالس وصيتاًفي المدائن، امرني ربي ان لاادع عمله يتجاوزني الی غيري مالم يکن الله خالصاً.

قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد مبتهجاً به من صلاة وزکاة وصيام وحج وعُمرة وحسن الخلق وصمت وذکر کثير ،تشيعه ملائکة السماوات والملائکة السبعة بجماعتهم،فيطئاُون الحجب کلّها حتیٰ يقوموابين يديه سبحانه،فيشهدوا له بعمل ودعاء فيقول:انتم حفظة عمل عبدي،وانا رقيب علیٰ مافي نفسه انه لم يردنی بهذا العمل.وعليه لعنتي فيقول الملائکة:عليه لعنتک ولعنتنا قال :ثم بکیٰ معاذقال:قلت:يارسول الله،ماا عمل واخلص فيه ؟قال:اقتد بنبيک يامعاذفي اليقين

قال:قلت انت رسول الله وانامعاذ قال:وان كان فی عملک تقصیر یامعاذ فاقطع لسانک عن اخوانک وعن حملة القرآن،ولتكن ذنوبک علیک لا تحملهاعلیٰ اخوانک،ولاتزک نفسک بتذ میم اخوانک،ولاترفع نفسک بوضع اخوانک،ولاتراء بعملک،ولاتدخل من الدنيافي الآخرة،ولا تفحش في مجلسک لكي يحذروک لسوء خلقک ولاتناج مع رجل وانت مع آخر،ولا تعظم على الناس فتنقطع عنک خيرات الدنيا،ولاتمزق الناس فتمزقک كلاب اهل النار،قال الله تعالیٰ:﴿وَالنّٰا شِطٰاتِ نَشْطاً﴾ (۱)افتدری ماالناشطات ؟انها كلاب اهل النار تنشط اللحم واعظم قلت:ومن يطيق هذه الخصال ؟قال:يامعاذ، انه يسير علیٰ من يسّره الله تعالیٰ عليه قال:ومارايت معاذاً يكثرتلاوة القرآن كما يكثر تلاوة هذاالحديث .(۲)

''انھوں نے فرمایا: ہم راستہ چلے جا رہے تھے تو انھوں نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدائے وحدہ لاشریک کیلئے ہیں وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پھر انھوں نے کہا: اے معاذ۔

---

(۱) سورۂ نازعات آیت ۲۔

(۲) ہم نے یہ طویل حدیث کتاب عدۃ الداعی کے صفحہ ۲۲۸۔۲۳۰ سے نقل کی ہے، اور اس کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ: سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے ابا عبد اللہ علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول: ﴿وَقَدِمْنَااِلیٰ مَاعَمِلُوْامِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُوراً﴾ سورۂ فرقان آیت ۲۳ ''پھر ہم انکے اعمال کی طرف توجہ کریں گے اور سب کو اڑتے ہوئے خاک کے ذروں کے مانند بنا دیں گے'' کے سلسلہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر انکے اعمال قباطی سے بھی زیادہ سفید (بہت زیادہ نورانی) رہے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کسی حرام چیز کو پیش کیا جاتا تھا تو اسکو ترک نہیں کرتے تھے'' مرآۃ العقول میں آیا ہے: مذکورہ مطلب میں اس بات کی دلالت ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرنے سے نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور احباط کا مطلب یہ ہے کہ اچھائیوں پر ثواب نہ ملنا اسکے بالمقابل تکفیر ہے یعنی کسی برائی پر عذاب نہ ملنا۔

میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے سردار۔فرمایا: اے معاذ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ خیر کے امام اور نبی رحمت، انھوں نے کہا میں تم سے ایک حدیث نقل کر رہا ہوں جیسی کسی نبی نے اپنی امت سے نقل نے کی ہو اگر تم اس کو حفظ کرو گے تو زندگی میں مستفید ہو گے اگر سن کر حفظ نہیں کرو گے تو تم پر خداوند عالم کی حجت تمام ہو جائے گی۔ پھر انھوں نے کہا کہ خداوند عالم نے آسمانوں کی خلقت سے پہلے سات فرشتے خلق کیئے تو ہر اس آسمان میں ایک فرشتہ معین کیا جس کو اپنی عظمت کے ذریعہ مکرم فرمایا آسمانوں کے ہر دروازے پر ایک نگہبان فرشتہ معین فرمایا تو وہ انسان کے اعمال نامہ میں اس بندہ کا صبح سے شام تک کا عمل لکھتے ہیں پھر یہ لکھنے والے فرشتے اس کے اعمال نامہ کو لیکر اوپر جاتے ہیں اس کی روشنی دھوپ کے مانند ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ آسمان دنیا پر پہنچتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کو پاک وصاف وشفاف اور زیادہ کر دیتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر مار دو میں غیبت کا فرشتہ ہوں جو غیبت کرتا ہے میں اس کے عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں پہنچنے دوں گا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگلے دن یہ نامۂ اعمال، عمل صالح کے ساتھ تزکیہ اور زیادہ ہونے کی صورت میں دوسرے آسمان تک پہنچتا ہے، تو دوسرے آسمان والا نگہبان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر مار دو چونکہ اس نے اس عمل کے ذریعہ اپنے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور میں صاحب دنیا ہوں لہٰذا میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں جانے دونگا۔

فرمایا: پھر وہ لکھنے والے اس نامۂ اعمال کو صدقہ اور نماز سے پُر، خوشی خوشی اوپر لیجاتے ہیں اور وہ تیسرے آسمان سے عبور کر جاتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹھ پر مار دو میں صاحب کبر کا فرشتہ ہوں وہ کہے گا: اس نے اس عمل کے ذریعہ لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر تکبر کیا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ

پہنچنے دوں۔

فرمایا: یہ نامہ اعمال بندہ کے اس عمل کی وجہ سے جس میں تسبیح ،روزہ اور حج ہوگا ان کے ذریعہ آسمان میں کوکب دری کی طرح روشن ہوکر چوتھے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ اس سے کہے گا: اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹ پر ماردو، میں عُجب کا فرشتہ ہوں وہ اپنے نفس میں اس عمل کے ذریعہ عجب کرتا تھا اور اس کے نفس میں عُجب داخل ہوگیا ہے؛ میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ یہ عمل میرے علاوہ کسی اور تک نہ پہنچنے پائے۔

فرمایا: یہ نامہَ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ اپنے شوہر کے گھر کی طرف جانے والی دُلہن کے مانند جہاد، نماز اور دو نمازوں کے درمیان دئے جانے والے صدقہ سے پانچویں آسمان سے گذر جائیگا یہ اونٹ کی طرح آواز بلند کررہا ہوگا اور آفتاب کی طرح روشن ہوگا، پس فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں حسد کا فرشتہ ہوں اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو اور اس کے کاندھوں پر رکھ دو؛ یہ طالب علم اور اللہ کی اطاعت کرنے والے سے حسد کرتا تھا اور جب بھی یہ عمل اور عبادت میں کسی اور کو اپنے سے برتر دیکھتا تھا تو اس سے حسد کرتا تھا لہٰذا اس عمل کو اسی کے کاندھوں پر رکھ دو اور اس کا عمل اس پر لعنت کریگا۔

فرمایا: وہ نامہَ اعمال نماز، زکات، حج اور عمرہ کے ذریعہ چھٹے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں صاحب رحمت ہوں اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو اور اس کی آنکھوں کو بے نور کردو چونکہ اس شخص نے ذرہ برابر رحم نہیں کیا جب اللہ کا کوئی بندہ اُخروی گناہ یا دنیوی مصیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کی شماتت کی جاتی ہے۔

فرمایا: یہ نامہَ اعمال بندہ کے فقہ، اجتہاد اور ورع و پرہیزگاری کے ذریعہ جو بجلی کی طرح کڑک رہا ہوگا، برق کی طرح اس کی روشنی ہوگی اور اس کے تین ہزار فرشتے ہوں گے یہ ساتویں آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو میں حجاب کا فرشتہ

ہوں اس نے جو عمل اللہ کیلئے نہیں تھا اس کو چھپایا؛ اس نے رہنماؤں کی نظر میں بلند مرتبہ، نشستوں میں اپنے تذکرہ اور شہروں میں اپنی شہرت کی تمنّا کی تھی، میرے پروردگار نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے نہ ہو اس کو میں اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ جانے دوں۔

فرمایا: یہ نامۂ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ خوشی خوشی جس میں نماز، زکات، روزے، حج، عمرہ، حُسن خلق، صمت و وقار اور ذکر کثیر ہوگا آگے بڑھے گا جس کے ساتھ آسمان و زمین کے ملائکہ ہوں گے جو تمام پردوں کو روندھ دیتے ہیں یہاں تک کہ پروردگار عالم کے سامنے جا کھڑے ہوں گے اور وہ سب اس بندہ کے اس عمل اور دعا کی گواہی دیں گے پس پروردگار آواز دے گا: تم نے میرے بندہ کا یہ نامہ اعمال لکھا ہے اور میں بذات خود اس کا دیکھنے والا ہوں۔ اس عمل کو میرے پاس نہ لاؤ اس پر میری لعنت ہے۔ تو ملائکہ کہیں گے: اس پر تیری اور ہم سب کی لعنت ہے۔

فرمایا: پھر معاذ گریہ کرنے لگے۔

معاذ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میں کیسے خالص عمل انجام دوں؟

فرمایا: اے معاذ تم یقین میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرو۔

معاذ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رسول خدا ہیں اور میں معاذ ہوں۔

فرمایا: اگر تمہارے عمل میں کوئی کوتاہی ہے تو تم اپنے برادران کی غیبت کرنے سے پرہیز کرو قرآن کے حاملین کے سلسلہ میں اپنی زبان بند رکھو تمہارے گناہوں کا بوجھ تمہارے بھائیوں پر نہیں پڑنا چاہئے، اپنے بھائیوں کی برائی کر کے خود کو بہتر مت سمجھو، اپنے بھائیوں کی توہین کر کے خود کو بلند مرتبہ مت سمجھو، ریاکاری نہ کرو، دنیا کے ذریعہ آخرت میں داخل نہ ہو اگر تم کسی سے سرگوشی کر رہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ اسی حال میں سرگوشی مت کرو، لوگوں پر بوجھ مت بنو کہ تم سے دنیا کی بھلائیاں روگردانی کر جائیں، لوگوں میں تفرقہ نہ پیدا کرو ورنہ جہنم کے کتّے تم کو پاش پاش کر ڈالیں

گے خداوند عالم کا فرمان ہے:﴿وَالنّاشِطَاتِ نَشْطاً﴾ ''اور آسانی سے کھول دینے والے ہیں'' کیا تم جانتے ہو کہ ناشطات کیا ہے؟ یہ جہنم کے کتّے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو کھا جاتے ہیں۔

معاذ نے عرض کیا: ان خصلتوں کی کس میں طاقت ہے؟

فرمایا: اے معاذ یہ اس شخص کیلئے بہت آسان ہیں جن کیلئے خداوند عالم ان کو آسان کردیا ہے

فرمایا: میں نے معاذ کو اتنی زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا جتنی وہ اس حدیث کی تلاوت کرتے تھے''

اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب

موانع کے بالمقابل کچھ ایسے اسباب ہیں کہ جب اعمال اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ اسباب جو انسان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچاتے ہیں اور یہ اسباب، موانع کے بالمقابل ہیں: ان اسباب کا روایت نبوی میں تذکرہ موجود ہے جن کو ہم علامہ مجلسی کی نقل روایت کے مطابق جس کو انھوں نے امالی شیخ صدوق سے بحار الانوار میں نقل کیا ہے بیان کرتے ہیں:

شیخ صدوق نے ((امالی)) میں سعید بن مسیّب سے انھوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ سے نقل کیا ہے: (ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا:

فقال: اني رايت البارحة عجائب ،قال: فقلنا: يارسول الله، ومار أَيت ؟ حدّثنا به فداک انفسنا واهلونا واولادنا ؟فقال: رأَيت رجلاً من اُمتي وقد أَتاه ملک الموت ليقبض روحه،فجاء ہ برّہ بوالديه فمنعه منه .

ورأَيت رجلاًمن اُمتي قد بسط عليه عذاب القبر ،فجاءَ ہ وضوؤہ فمنعه منه .

ورأيت رجلاً من اُمتي قداحتوشته الشياطين،فجاءَ ه ذكرُاللهعزّوجلّ فنجّاه من بينهم .

ورأ يت رجلاً من اُمتي والنبيّون حلقاًكلمااتىٰ حلقة طردوه،فجاءَ ه اغتساله من الجنابة فاخذبيده فأجلسه الى جنبهم .

ورأ يت رجلاً من اُمتي بين يديه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن يمينه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن تحته ظلمة مستنقعاًفي الظلمة،فجاءَ ه حجه وعمرته فأخرجاه من الظلمة وادخلاه النور .

ورأ يت رجلاً من اُمتي يُكلّم المُؤمنين فلايُكلمونه،فجاءَ ه صلته للرحم فقال:يامعشرالمؤمنين،كلّموه فانّه كان واصلاً لرحمه،فكلمه المؤمنون وصافحوه وكان معهم .

ورأ يت رجلاً من اُمتي تقى وجهه النيران و شررها بيده ووجهه،فجاء ته صدقته فكانت ظلّاً علىٰ راسه وستراً علىٰ وجهه.

ورأ يت رجلاً من اُمتي قد اخذته الزبانية من كل مكان فجاء ه امره بالمعروف ونهيه عن المنكر فخلّصَاه من بينهم وجعلاه مع ملائكة الرحمة.

ورأ يت رجلاً من اُمتي جاثياًعلىٰ ركبتيه بينه و بين رحمة اللّٰه حجاب فجاء ه حسن خلقه فأخذ بيده فأدخله فى رحمة اللّٰه .

ورأ يت رجلاً من اُمتى قد هوت صحيفته قبل شماله فجاءَ ه خوفه من اللّٰه عزّ وجلّ فأخذ صحيفته فجعلها فى يمينه .

ورأ يت رجلاً من اُمتي قد خفت مو ازينه،فجاءَ ه افراطه فثقلوا مو ازينه.

ورأ يت رجلاً من اُمتي قائماً علىٰ شفير جهنم،فجاءَ ه رجاءَ ه فى اللّٰه عزّو

جلّ فاستنقذه بذالک.

ورأیت رجلاً من اُمتي قد هویٰ في النارفجاءَ تُه دموعه التي بکیٰ من خشیة اللّٰه فاستخرجته من ذلک.

ورأیت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یرتعد کما ترتعدالسعفة فی یوم ریح عاصف فجاءَ ہ حسن ظنه باللّٰه فسکن رعدته ومضیٰ علی الصراط.

ورایت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یزحف احیاناًویحبو احیاناًویتعلق احیاناًفجاءَ تُه صلاته علیه فأقامته علیٰ قدمیه ومضیٰ علیٰ الصراط.

ورأیت رجلاً من اُمتي انتهیٰ الیٰ ابواب الجنة کلماانتهیٰ الیٰ باب اُغلق دونه،فجاء ته شهادة ان لا اله الّا اللّٰه صادقابها،ففتحت له الابواب و دخل الجنة"(۱)

"میں نے متعدد عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے کن کن عجائبات کا مشاہدہ فرمایا؟ میری جان آپ پر فدا ہو ذرا ان عجائبات کی ہمارے اور ہماری اولاد کیلئے تفسیر تو فرما دیجیے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کیلئے آیا ہے تو وہ فرشتہ اس (شخص) کی اپنے والدین کے ساتھ نیکیوں کی وجہ سے اس کی روح قبض نہ کرسکا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے ڈرا رکھا تھا تو اللہ عزوجل کے تذکرہ نے اس کو ان شیاطین سے نجات دلائی۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے پیاسے شخص کو دیکھا کہ جب بھی وہ پانی کے حوض پر پانی پینے کی غرض سے پہنچتا تھا تو اس کو پانی پینے نہیں دیا جاتا تھا تو ماہ رمضان کے روزوں نے آ کر اس

---

(۱) بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۲۹۰۔۲۹۱۔

کو سیراب کیا گیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام حلقہ، حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں تو جب بھی یہ شخص حلقہ کے پاس پہنچتا تھا تو اس کو نزدیک آنے سے منع کر دیا جاتا تھا، لیکن جب وہ غسل جنابت کر کے آیا تو انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بیٹھایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اور اس کے نیچے کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی کے سبب جانکنی کے عالم میں تھا تو اس کے انجام دئے ہوئے حج وعمرہ نے آکر اس کی جان بچائی اور تاریکی سے نکال کر روشنی میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ مومنین سے کلام کرتا ہے لیکن مومنین اس سے بات نہیں کرتے ہیں۔ تو اس شخص کے صلۂ رحم نے کہا اے مومنو اس سے کلام کرو کیونکہ اس نے صلۂ رحم انجام دیا ہے تو مومنوں نے اس سے کلام کیا، مصافحہ کیا گویا کہ وہ ان کے ساتھ تھا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ آگ کی سوزش سے جل رہے تھے تو اس کے دئے ہوئے صدقہ نے اس کے سر پر آکر سایہ کیا اور اس کے چہرے کو چھپا لیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کی ہر جگہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے تو اس کے کئے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے اس کو ان شعلوں سے نجات دلائی اور اس کے لئے رحمت کے فرشتہ مقرر فرمائے۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو گھٹنیوں کے بھل چل رہا تھا اور اس کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان پردے حائل ہو گئے تھے تو اس کے حسن خلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی رحمت میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا تو اللہ کے خوف نے اس کا وہ نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ سے لیکر اس کے دائیں ہاتھ میں دیدیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے اعمال کا پلڑا بہت ہلکا تھا تو اس کے دوسروں کو سیراب کرنے نے اس کو وزنی بنایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کے پاس کھڑے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے امید نے اس کو جہنم سے نجات دلائی۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھا تو اس کے وہ آنسو جو اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے جاری ہوئے تھے انھوں نے اس کو جہنم کی آگ سے نکالا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو صراط پر دیکھا جو سخت آندھیوں میں خرمہ کے درخت کی شاخ کی طرح ہل رہا تھا تو اس کے اللہ سے حسن ظن نے اس کو ہلنے سے روکا اور وہ صراط سے گذر گیا۔

میں نے اپنی امت میں سے پل صراط پر ایک ایسے شخص کو دیکھا جو آگے بڑھنے کیلئے اپنے چاروں ہاتھ پیر مار رہا تھا اور کبھی اپنے کو کھینچے جا رہا تھا اور کبھی اس پر لٹک رہا تھا تو اس کی نماز نے آکر اس کے قدموں پر کھڑا کیا اور پل صراط سے گذارا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس پر جنت کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے تو اس کی ﴿اشھد ان لا الٰہ الا اللہ﴾ کی گواہی نے اس کی تصدیق کی تو اس کیلئے جنت کے دروازے کھل گئے اور وہ جنت میں چلا گیا۔

جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت
انجام دینا چاہئے

جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئے

اب ہم ان (وسائل) اسباب کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں جن کو دعا کرتے وقت انجام دنیا چاہئے۔

پروردگار عالم کا فرمان ہے کہ ہم اس سے وسیلہ کے ذریعہ دعا کریں:

ارشاد خداوند عالم ہے:

﴿اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلیٰ رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ﴾(۱)

''یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کررہے ہیں''

﴿یاَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْااتَّقُوْااللّٰہَ وَابْتَغُوْااِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ﴾(۲)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرواور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو''

خداوند عالم نے یہ وسائل ان بندوں کیلئے قرار دئے ہیں جن کے اعمال اور دعائیں اللہ کی رحمت تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور وہ (خدا) ارحم الراحمین ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

---

(۱)سورۂ اسرا آیت/۵۷۔

(۲)سورۂ مائدہ آیت/۳۵۔

﴿اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ﴾(۱)

''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے''

بیشک انسانی حیات میں کلمۂ طیب اور عمل صالح ہے۔

﴿کلم الطیّب﴾ سے مراد انسان کا اللہ پر ایمان رکھنا، اخلاص، اُس (خدا) پر اعتماد رکھنا، اس سے امید رکھنا، اس سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑ گڑانا اور گریہ وزاری کرنا ہے۔

عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی انسانیت قائم ہوتی ہے اور وہ ایمان، اخلاص، اعتماد اور امید ہے۔

اور ﴿کلم الطیب﴾ ''خوشگوار گفتگو'' قرآن کی تصریح کی رو سے خداوند عالم کی جانب چلی جاتی ہے لیکن قرآن ہی کی صراحت کی بنا پر اس خوشگوار گفتگو کو خداوند عالم کی جانب نیک عمل ہی لے جاتا ہے۔

اگر عمل صالح نہ ہوتو ﴿کلم الطیب﴾ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (عمل صالح) عاجز اور کمزور ہوتا ہے اور اس میں ﴿کلم الطیب﴾ کو اللہ تک پہنچانے کی طاقت وقدرت نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں نہ تو انسان کی دعا اللہ تک پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

اللہ نے انسان کی زندگی میں اس کے ہاتھوں میں کچھ ایسے وسائل دیدئے ہیں جن کے ذریعہ وہ خداوند عالم تک پہنچ سکتا ہے اگر یہ وسائل واسباب نہ ہوں تو انسان کیلئے اس کی دعا اور فریاد کے اللہ تک پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

یہی وہ وسائل واسباب ہیں جن کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ان ہی

---

(۱) سورۂ فاطر آیت ۱۰۔

وسائل میں سے رسول اللہ کا اپنی امت کے لئے دعا اور استغفار کرنا ہے۔خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْظَلَمُوْااَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوْااللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْااللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْماً﴾(۱)

''اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے''

قرآن کریم کی یہ آیت صاف طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مومنین کے لئے استغفار کرنا ان وسائل میں سے ہے جن میں پروردگار عالم اپنے بندوں کو اس چیز کی رغبت دلاتا ہے جو دعا اور استغفار میں ان کیلئے وسیلہ قرار پائے۔

جو کچھ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیلئے ان کی حیات طیبہ میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مومنین کیلئے خدا سے استغفار کیا ہے وہ وفات کے بعد استغفار نہیں کر سکتے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا

اسلامی روایات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کیلئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

داؤ و برقی سے مروی ہے:''إِنِّي كنت اسمع اباعبد الله عليه السلام اكثر مايلحّ في الدعاء على الله بحقّ الخمسة،يعني رسول الله،و امير المؤمنين، و فاطمة ، والحسنؑ، والحسينؑ'' (۲)

---

(۱)سورۂ نساء آیت/۶۴۔ (۱)وسائل الشیعہ جلد۴/۱۱۳۹،حدیث/۸۸۴۴۔

''میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو دعا میں اکثر پنجتن پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے دیکھا ہے یعنی رسول اللہ، امیر المومنین، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام''

سماعہ سے مروی ہے: مجھ سے ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: اے سماعہ جب تمھیں خداوند عالم سے کوئی سوال درپیش ہو تو اس طرح کہو:

﴿اللهم انّي أسالک بحقّ محمّد وعلی فانّ لهماعندک شأناًمن الشأن وقدراًمن القدر، وبحقّ ذلک القدر ان تُصلّيَ علیٰ محمّد وآل محمّد وان تفعل بي کذا وکذا﴾(۱)

''پروردگارا میں تجھ کو محمد اور علی کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جن کا تیرے نزدیک بلند و بالا مقام ہے اور اسی عظمت کے پیش نظر تو محمد وآل محمد پر درود بھیج اور میرے لئے ایسا ایسا انجام دے''

دعائے کمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل

ہم دعاء کمیل میں ان وسائل کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے امیر المومنینؑ دعا میں خداوند عالم سے متوسل ہوئے ہیں۔

یہ وسائل دعا کے دوسرے حصہ میں بیان ہوئے ہیں جن کو امیر المومنین علیہ السلام نے خداوند عالم سے دعا اور حاجتوں کو پیش کرنے سے پہلے مد نظر رکھا ہے۔ اس دعائے شریف میں بیان فرمایا ہے ان کو بیان کرنے سے پہلے ہم اس دعاء کمیل کا مختصر سا خاکہ بیان کرتے ہیں، اور جن بلند افکار پر یہ دعا مشتمل ہے ان کو بیان کریں گے نیز اس کی بھی وضاحت کریں گے کہ آپ نے اس دعا میں ان بلند افکار کے مابین کن طریقوں سے استفادہ فرمایا ہے۔

کیونکہ ائمہ سے منقول مشہور ادعیہ کی ہر عبارت کے معین افکار اور منظّم اسلوب نیز دعا کے

---

(۱) عدۃ الداعی صفحہ ۳۸۔

آغاز اور اختتام کی مخصوص روش ہے۔

معروف ادعیہ میں سے ہر دعا کی ایک مخصوص شکل ہے ان کیفیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ استفادہ ہوتا ہے کہ دعا کی روش نیز خداوند عالم سے مناجات کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

ہر دعا کیلئے بلند و بالا اور بنیادی فکر ہے، افکار کا مجموعہ اسی فکر سے پرورش پاتا ہے، یہ بنیادی مطلب ہے اور دوسرے مطالب کا مجموعہ اسی اساسی مطلب سے پرورش پاتا ہے، سوال کرنے کا طریقہ اور سوال کرنے اور ختم کرنے کے اسلوب و طریقوں کو بتاتا ہے۔

اگر علما نے اس مسئلہ کو بطور کافی و وافی بیان کیا ہوتا تو اس سے مفید نتائج کا اخراج کرتے۔

اب ہم دعائے کمیل کے سلسلہ میں اس کے بنیادی افکار اور کیفیت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

دعا کمیل کی عام تقسیم

دعاء کمیل مومنین کے درمیان بڑی مشہور و معروف ہے جس کو مومنین ہر شب جمعہ کو پڑھا کرتے ہیں، اور اس کو کبھی تنہا اور کبھی ایک ساتھ مل کر بھی پڑھا کرتے ہیں۔

یہ دعا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے جو آپ نے کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اسی طرح یہ دعا ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں مومنین تک پہنچتی رہی ہے۔

یہ دعا عبودیت، فروتنی و انکساری کے مفاہیم کے لحاظ سے بیش بہا خزانہ نیز زندہ اشکال میں تضرع، فریاد خواہی نیز توبہ اور انابہ کا موجیں مارتا سمندر ہے۔

ہم اس دعاء میں بیان شدہ تمام مطالب و مفاہیم کی تشریح کرنا نہیں چاہتے چونکہ یہ طولانی بحثیں ہیں انشاء اللہ اگر موقع ملا، قسمت نے ساتھ دیا اور اسباب بھی پیدا ہو گئے تو ضرور ان مطالب کی تشریح کریں گے۔

لیکن اب ہم صرف اس دعا کی کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں یہ دعا تین مخصوص مرحلوں پر

مشتمل ہے اور ہر مرحلہ آنے والے مرحلہ میں شمار ہوتا ہے ان تمام باتوں کی اساس و بنیاد دعا کی کیفیت سے درک ہوتی ہے یہ ہمارے دعا پڑھنے ،اس میں بیان ہونے والے مفاہیم وافکار کے سلسلہ میں غور وفکر کرنے اور ان سے متاثر ہونے میں ہماری بہت زیادہ مدد کرتے ہیں۔

شاید پروردگار عالم اس جہد و کوشش کو ان مومنین کیلئے نفع بخش اور مفید قرار دے جنھوں نے اس دعا کو پڑھنے کی اپنی عادت بنالی ہے۔

تصمیم دعا کی فکر

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ دعا تین مرحلوں پر مشتمل ہے:

پہلا مرحلہ: جو دعا کے شروع کرنے کے حکم میں ہے جس میں دعا کرنے والا اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر دعا کرتا ہے۔گڑ گڑاتا ہے اور خدا سے مانگتا ہے، چونکہ گناہ انسان اور اللہ کے درمیان حائل ہو کر دعا کو مقید کر دیتے ہیں اور اگر بندہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرنے کا موقف اپناتا ہے تو اس کیلئے اس پہلے مرحلہ کی رعایت کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

اس مرحلہ (ابتدائے دعا) میں اللہ سے مانگنے،طلب کرنے کے طریقہ کی ابتداء بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک اللہ سے مغفرت طلب کرنا ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِي تَهْتِکُ الْعِصَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ...﴾

''خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگا دیتے ہیں۔ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں''

یہ جملے مغفرت سے متعلق ہیں۔

اور دوسرے مرحلہ میں خدا کی یاد، شکر اور اسکا تقرب طلب کیا گیا ہے:

﴿وَاَسْأَلُکَ بِجُوْدِکَ اَنْ تُدْنِيَنِي مِنْ قُرْبِکَ وَاَنْ تُوْزِعَنِي شُکْرَکَ وَاَنْ

تُلْهِمَنِي ذِكْرَكَ﴾

''تیرے کرم کے سہارے میرا سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما''

پہلے تو انسان کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرنے کیلئے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

جس کے نتیجہ میں خداوند عالم اسکے گناہوں کو معاف کریگا، اسکے دل سے پردے ہٹا دیگا۔

دوسرے خداوند عالم کا بندے کو اپنے سے قریب ہونے اسکا شکر کرنے اور اس کے دل میں تذکرہ کرنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

یہ دعا میں وارد ہونے کے ابتدائی فقرے ہیں۔

اسکا دوسرا فقرہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنا اور اسکی طرف راغب ہونا ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ وَاَسْأَلُکَ سُؤَالَ مَنْ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ وَاَنْزَلَ بِکَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ حَاجَتَهُ وَعَظُمَ فِيْمَا عِنْدَکَ رَغْبَتُهُ﴾

''مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرما خدایا میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو''

اللہ سے کوئی فرار نہیں کرسکتا اور نہ ہی خدا کے علاوہ بندے کی کوئی اور پناہ گاہ ہے۔

یہ دو حقیقتیں ہیں:

الف۔ اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے

﴿اَللّٰهُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُکَ وَعَلَا مَکَانُکَ وَخَفِيَ مَکْرُکَ وَظَهَرَ اَمْرُکَ وَ غَلَبَ قَهْرُکَ وَجَرَتْ قُدْرَتُکَ وَلَا يُمْکِنُ الْفِرَارُ مِنْ حُکُوْمَتِکَ﴾

''خدایا تیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیرا امر ظاہر، تیرا قہر غالب اور

تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے"

ب: اللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے

﴿اَللّٰھُمَّ لاَ اَجِدُ لِذُنُوبِي غَافِراً وَلاَ لِقَبَائِحِي سَاتِراً، وَلاَ لِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِي الْقَبِيحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلاً غَيْرَکَ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ﴾

"خدایا میرے گناہوں کے بخشنے والے، میرے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے"

یہ اس ابتدائی مرحلہ کا دوسرا فقرہ ہے اور اس مرحلہ کے تیسرے فقرے میں حضرت علیؑ انسان کی مایوسی اور اس کی طویل شقاوت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ عَظُمَ بَلاَئِي وَ اَفْرَطَ بِي سُوءُ حَالِي، وَقَصُرَتْ بِي اَعْمَالِي، وَقَعَدَتْ بِي اَغْلاَلِي، وَحَبَسَنِي عَنْ نَفْعِي بُعْدُ اَمَلِي وَخَدَعَتْنِي الدُّنْیَا بِغُرُورِھَا، وَنَفْسِي بِجِنَایَتِھَا وَمِطَالِي یَاسَیِّدِي﴾

"خدایا میری مصیبت عظیم ہے، میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے، میرے اعمال میں کوتاہی ہے، مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور دراز کی امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے اے میرے سردار"

اس بے بسی، رنج وغم اور شقاوت کے اسباب انسان کا عمل اور اس کی کوششیں ہیں لہٰذا وہ خداوند عالم سے دعا کرے کہ اس کے گناہوں کو معاف کردے اور ان گناہوں کو اپنے اور دعا کے درمیان حائل نہ ہونے دے۔

﴿فَأَسْئَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لاَیَحْجُبَ عَنْکَ دُعَائِي سُوءُ عَمَلِي وَفِعَالِي وَلاَ تَفْضَحْنِي بِخَفِي مَااطَّلَعْتَ عَلَیْہِ مِنْ سِرِّي وَلاَتُعَاجِلْنِي بِالْعُقُوبَةِ عَلیٰ مَاعَمِلْتُهُ فِي

خَلَوَاتِي مِنْ سُوْءِ فِعْلِي وَ اِسَائَتِي وَدَوَامِ تَفْرِيْطِي وَجَهَا لَتِي وَ كَثْرَةِ شَهْوَاتِي وَ غَفْلَتِي﴾

''تجھے تیری عزت کا واسطہ۔ میری دعاؤں کو میری بداعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر برسر عام رسوا نہ ہونے پاؤں۔ میں نے تنہائیوں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور نہ ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بدعملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں۔ مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات و غفلت''

اس مرحلہ کے چوتھے فقرے میں ایک بہت بڑے مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بندہ کا اپنے نقصان اور مایوسی کے وقت خدا کے علاوہ اس کا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے:

﴿اِلٰهِي مَنْ لِي غَيْرُكَ اَسْأَلُهُ كَشْفَ ضُرِّيْ وَالنَّظَرَ فِيْ اَمْرِيْ﴾

''خدایا۔ پروردگار۔ میرے پاس تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کر سکے اور میرے معاملات پر توجہ فرما سکے''

اس مرحلہ کے پانچویں فقرے میں دو باتوں کا اعتراف کیا گیا ہے:

۱۔ گناہوں کا اعتراف۔

۲۔ اس چیز کا اعتراف کہ بندہ جب اللہ کے حدود و احکام کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی میں غرق ہو جاتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کر سکتا ہے۔

اس مرحلہ کے آخری اور چھٹے حصہ میں بندہ کا اپنے گناہوں، معصیت، ناامیدی شقاوت کا اعتراف کرنا ہے اور یہ اعلان کہ خدا سے کوئی فرار اختیار نہیں کر سکتا اور اسکے علاوہ بندہ کی کوئی پناہگاہ نہیں ہے، اور اللہ سے یہ درخواست کرنا کہ وہ بندے سے اس کے برے افعال، جرم و جرائم کا مواخذہ نہ کرے، اللہ کے سامنے گریہ و زاری اور اپنے مسکین ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد بندہ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے مولا کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، اس سے نادم ہے، انکساری کرتا ہے چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار نہیں کیا جا سکتا ہے اور وہ اپنے نقصان اور

رنج وغم کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے گڑگڑا نہیں سکتا ہے:

﴿وَقَدْ اَتَیْتُکَ یَااِلٰھِي بَعْدَ تَقْصِیْرِيْ وَاِسْرَافِي عَلٰی نَفْسِيْ مُعْتَذِراً نَادِماً مُنْکَسِراً مُسْتَقِیْلاً مُنِیْباً مُقِرّاً مُذْعِناً مُعْتَرِفاً لا أَجِدُ مَفَرّاً مِمَّا کَانَ مِنِّيْ وَلامَفْزَعاً اَتَوَجَّهُ اِلَیْهِ فِيْ اَمْرِي غَیْرَ قَبُوْلِکَ عُذْرِيْ وَاِدْخَالِکَ اِیَّايَ فِيْ سَعَةِ رَحْمَتِکَ﴾

''اب میں ان تمام کوتاہیوں اور اپنے نفس پر تمام زیادتیوں کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکساری، استغفار، انابت، اقرار، اذعان، اعتراف کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں کہ میرے پاس ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تو اپنی رحمت کاملہ میں داخل کر لے''

اس مقام پر یہ مرحلہ ختم ہو جاتا ہے۔

اور اس جملہ﴿وقد اتیتک﴾کے ذریعہ انسان خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا اور تضرع کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

یہاں سے دعا کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس مرحلہ میں امام علیہ السلام ان وسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ سے متوسل ہوا جاتا ہے اور ہمارے (مولف) نظریہ کے مطابق وہ چار وسائل ہیں:

پہلا وسیلہ: خداوند عالم کا اپنے بندوں پر فضل وکرم ورحمت اور ان سے محبت کرنا ہے:

﴿یَامَنْ بَدَءَ خَلْقِيْ وَذِکْرِيْ وَتَرْبِیَتِيْ وَهَبْنِيْ لِاِبْتِدَاءِ کَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِيْ﴾

''اے میرے پیدا کرنے والے ۔اے میرے تربیت دینے والے۔اے نیکی کرنے والے !اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے''

دوسرا وسیلہ: ہمارا خداوند عالم سے محبت (لو لگانا) کرنا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے:

﴿اَتُرَاکَ مُعَذِّبِي بِنَارِکَ بَعْدَ تَوْحِیْدِکَ وَبَعْدَ مَاانْطَویٰ عَلَیْهِ قَلْبِي مِنْ مَعْرِفَتِکَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِي مِنْ ذِکْرِکَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِیْرِي مِنْ حُبِّکَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعاًلِرُبُوْبِیَّتِکَ﴾

''پروردگار! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں''

تیسرا وسیلہ: ہمارا عذاب کے تحمل کرنے میں کمزوری کا اعتراف ہے اپنی کھال کی کمزوری اور ہڈیوں کے ناتواں ہونے کا اقرار کرنا ہے:

﴿وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِي عَنْ قَلِیْلٍ مِنْ بَلاَءِ الدُّنْیَا وَعُقُوْبَاتِهَا وَمَایَجْرِي فِیْهَامِنَ الْمَکَارِهِ عَلیٰ اَهْلِهَا عَلیٰ اَنَّ ذٰلِکَ بَلاَ ءٌ وَمَکْرُوْهٌ قَلِیْلٌ مَکْثُهُ یَسِیْرٌبَقَائُهُ قَصِیْرٌ مُدَّتُهُ فَکَیْفَ اِحْتِمَالِي لِبَلاَءِ الآخِرَةِ وَجَلِیْلِ وُقُوْعِ الْمَکَارِهِ فِیْهَا... اِلٰهِي وَرَبِّي وَسَیِّدِي لِاَيّ الاُمُوْرِاِلَیْکَ اَشْکُوْوَلِمَامِنْهَااَضِجُّ وَاَبْکِي لِاَلِیْمِ الْعَذَابِ وَشِدَّتِهِ اَمْ لِطُوْلِ الْبَلاَءِ وَمُدَّتِهِ﴾

''پروردگار تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم ہیں... خدایا۔ پروردگارا۔ میرے سردار۔ میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور گریہ وبکا کروں، قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور درازمدت کے لئے''

چوتھا وسیلہ: امام علیہ السلام نے اس دعا میں بیان فرمایا ہے وہ اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جس نے اپنے آقا کی نافرمانی کی ہو اور وہ پھر اپنے آقا کی پناہ اور اس کی مدد چاہتا ہو جب اسکے تمام راستہ بند ہو گئے ہوں اور اس کی اپنے مولا کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ ہو۔

اس وسیلہ کی امام علیہ السلام ان کلمات میں عکاسی فرماتے ہیں:

﴿فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِي نَاطِقاً لَأَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَهْلِهَاضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَأَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاغَایَةَ آمَالِ الْعَارِفِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاحَبِیْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِیْنَ وَ یَااِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ﴾

''تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا و مولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا۔ اور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گا اور ''عزیز گم کردہ'' کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریاد رس۔ صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے''

یہاں پر اس دعائے شریفہ کے چاروں وسیلے پیش کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ ختم ہو جاتا ہے جن کے ذریعہ بندہ اللہ سے دعا اور سوال کرنے کیلئے لو لگاتا ہے۔

اب ہم اس دعائے شریفہ کے تیسرے مرحلہ کو پیش کرتے ہیں۔ (امام علیہ السلام ان چاروں وسیلوں سے اللہ سے متوسل ہونے کے بعد) جس میں امام علیہ السلام اپنی حاجات ومطالب کو یکے بعد دیگرے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں یہ تمام حاجتیں ایک پست نقطہ یعنی بندہ کی حیثیت اور اس کے عمل سے شروع ہوتی ہیں اور بلندترین نقطہ قمہ یعنی انسان کا اپنے آقا کی رحمت کے سلسلہ میں وسیع شوق پر ختم ہوتی ہیں۔

ہم پستی کے مقام پر اس طرح پڑھتے ہیں:

﴿أَنْ تَهَبَ لِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِي هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيحٍ اَسْرَرْتُهُ﴾

''مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں ...''

اور بلند نظری کے سلسلہ میں ہم اس طرح پڑھتے ہیں:

﴿وَاجْعَلْنِي مِنْ اَحْسَنِ عَبِيدِكَ نَصِيباً عِنْدَكَ وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَّدَيْكَ﴾

''اور مجھے بہترین حصہ پانے والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا''

اور جن حاجتوں کو امام علیہ السلام نے ان فقروں میں بیان فرمایا ہے ان کے چار گروہ ہیں۔

۱۔ پہلا گروہ: خداوند عالم ہم کو بخش دے اور ہم سے ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہ کرے ہماری برائیوں سے درگذر فرما ہمارے جرم اور جن برائیوں کا ہم نے ارتکاب کیا ان کو معاف فرما:

﴿أَنْ تَهَبَ لِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِي هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيحٍ اَسْرَرْتُهُ وَكُلَّ جَهْلٍ عَمِلْتُهُ كَتَمْتُهُ اَوْ اَعْلَنْتُهُ، اَخْفَيْتُهُ اَوْ اَظْهَرْتُهُ، وَكُلَّ سَيِّئَةٍ اَمَرْتَ بِاِثْبَاتِهَا الْكِرَامَ الْكَاتِبِينَ الَّذِينَ وَكَّلْتَهُمْ بِحِفْظِ مَايَكُونُ مِنِّي وَجَعَلْتَهُمْ شُهُوداً عَلَيَّ مَعَ جَوَارِحِي﴾

''مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری جہالتیں جن کو میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان چھپا کر یا ظاہر کر کے عمل کیا ہے اور میری تمام خرابیاں جنھیں تو نے درج کرنے کا حکم کراماً کاتبین کو دیا ہے جن

کو اعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا ہے اور میرے اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے"

دوسرے گروہ میں امام علی علیہ السلام اللہ سے رحمت نازل کرنے کیلئے عرض کرتے ہیں اور خدا سے عرض کرتے ہیں اے پروردگار وہ ہر شان، ہر رزق اور خیر جو تو نازل کرتا ہے اس میں میرا حصہ قرار دے۔

﴿وَاَنْ تُوَفِّرَ حَظِّي مِنْ كُلِّ خَيْرٍ اَنْزَلْتَهُ اَوْبِرٍّ نَشَرْتَهُ اَوْ رِزْقٍ بَسَطْتَهُ﴾

"میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر واحسان اور نشر ہونے والی ہر نیکی، ہر وسیع رزق، ہر بخشے ہوئے گناہ، عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا وافر حصہ قرار دے"

یہ وسیع دعا ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو اللہ کی رحمتوں سے خارج نہیں ہوسکتی ہیں۔

اس دعا کے تیسرے گروہ میں طولانی فقرے ہیں اور اس مطلب کی عکاسی کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اللہ سے لو لگانے کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔

مولائے کائنات خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ میرے اوقات کو اپنے ذکر سے پر کردے اپنی خدمت میں لگے رہنے کی دھن لگادے، اپنے (خدا) سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا کر، اپنے سے قریب کر اور اپنے جوار میں جگہ عطا فرما:

﴿اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ اَوْقَاتِي مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِذِكْرِكَ مَعْمُوْرَةً وَبِخِدْمَتِكَ مَوْصُوْلَةً... قَوِّ عَلٰى خِدْمَتِكَ جَوَارِحِي، وَاشْدُدْ عَلَى الْعَزِيْمَةِ جَوَانِحِي وَهَبْ لِيَ الْجِدَّ فِي خَشْيَتِكَ وَالدَّوَامَ فِي الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِكَ حَتّٰى اَسْرَحَ اِلَيْكَ فِي مَيَادِيْنِ السَّابِقِيْنَ، وَاَشْتَاقَ اِلٰى قُرْبِكَ فِي الْمُشْتَاقِيْنَ وَاَدْنُوَ مِنْكَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِيْنَ، وَاَخَافَكَ مَخَافَةَ الْمُوْقِنِيْنَ، وَاَجْتَمِعَ فِي جِوَارِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

"میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ دن اور رات میں جملہ اوقات اپنی یاد سے معمور کردے۔

اپنی خدمت کی مسلسل توفیق عطا فرما... اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء و جوارح کو مضبوط کردے اور اپنی طرف رخ کرنے کے لئے میرے ارادۂ دل کو مستحکم بنا دے۔ اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تا کہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔ صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور مومنین کے ساتھ تیرے جوار میں حاضری دوں''

ہمارے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ پہلے اور تیسرے گروہ کے دعا کے تمام فقرے بندے کے اللہ سے لو لگانے کیلئے مخصوص ہیں لیکن پہلے گروہ (قسم) میں سلبی پہلو اختیار کیا گیا ہے اس میں انسان اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے ان سے درگذر چاہتا ہے؛ اور تیسرے گروہ (قسم) میں ایجابی (مثبت) پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اس میں خدا سے اخلاص، خوف، خشیت، حب اور شوق کی بنیاد پر اللہ سے لو لگانے کو کہا گیا ہے۔

چوتھے گروہ (قسم) میں ان مطالب کو مدنظر رکھا گیا ہے جن میں امامؑ نے خداوند عالم سے ظالموں کے مکر اور ان کے شر سے بچنے کی درخواست کی ہے اور ان کے شر کو خود ان ہی کی طرف پلٹنا نے کو کہا ہے اور ظالموں کے ظلم اور ان کی اذیتوں سے محفوظ رہنے کی درخواست کی ہے:

﴿ اَللّٰهُمَّ وَمَنْ اَرَادَنِي بِسُوْءٍ فَارِدْهُ، وَمَنْ كَادَنِي فَكِدْهُ ﴾

''خدایا! جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا''

﴿ وَاكْفِنِي شَرَّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مِنْ اَعْدَائِي ﴾

''اور مجھے تمام دشمنان جن وانس کے شر سے محفوظ فرمانا''

یہ اس دعا شریف کا بہت ہی مختصر اور مفید خلاصہ ہے۔

لہٰذا اس اجمال کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

دعاء کمیل کے چار وسیلے

اب ہم دعاء کمیل کے چار وسیلوں کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں اور یہ اس دعا شریف کی دوسری فصل ہے۔

پہلا وسیلہ

خداوند عالم نے اپنے بندے پر پہلے ہی اپنا فضل و کرم فرمادیا ہے۔ جب بندہ اپنے عمل و کوشش میں عاجز ہو جاتا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان پردے حائل ہو جاتے ہیں تو خدا کا بندے پر فضل اور اس کی رحمت خدا تک پہنچنے کے لئے بندہ کی شافع ہوتی ہے۔

خدا کا بندے پر سابق فضل اور رحمت نازل کرنا اللہ کا بندے سے محبت کرنے کی علامت ہے۔

اور اسی (حب الٰہی) کے ذریعہ بندہ خداوند عالم کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے جب بندہ خدا کی رحمت کا مستحق نہیں ہوتا تو اللہ کی محبت اس کو اپنی رحمت اور فضل کا اہل بنا دیتی ہے اور اس کو مقام اجابت تک پہنچاتی ہے امام علیہ السلام اس وسیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿يَامَنْ بَدَءَ خَلْقِيْ وَذِكْرِيْ وَتَرْبِيَتِيْ وَبِرِّيْ،هَبْنِيْ لاِبْتِدَاءِ كَرَمِكَ وَسَالِفِ بِرِّكَ بِيْ﴾

''اے میرے پیدا کرنے والے، اے میرے تربیت دینے والے، اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے''

ہماری پیدائش بھی اللہ سے سوال کرنے سے پہلے نیکی کا ذکر، خلق اور تربیت کے ذریعہ ہوئی جبکہ ہم اس کے مستحق نہیں تھے۔

جب ہمارے گناہ اور ہماری برائیاں اللہ کی نیکی اور اس کی رحمت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں تو اللہ کی محبت ہماری شفاعت کرتی ہے اور ہم کو اللہ کے روبرو اور اسکی رحمت کے مقام پر لاکر کھڑا کر دیتی ہے۔

دوسرا وسیلہ

ہماری خدا سے محبت، اس کی ہمارے لئے کامیاب محبت کا وسیلہ ہے۔امام علیہ السلام نے پہلے وسیلہ میں خدا کی محبت کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد خداوند عالم سے اپنی محبت کو وسیلہ قرار دیا ہے۔

اس وسیلہ کے سیاق میں ہمارا خدا کی وحدانیت کا اقرار، اس کی بارگاہ میں خضوع وخشوع، ہماری نمازیں سجدے، ذکر، شھادت (گواہی)، اس کی ربوبیت کا اقرار نیز اس کی عبودیت کا اقرار کرنا یہ تمام چیزیں آتی ہیں۔

ان تمام چیزوں کا مرجع دو ہی چیزیں ہیں: ہمارا اس سے محبت کرنا اور اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے۔بیشک (حب) اور (توحید) دونوں ایسے سرمایہ ہیں جن کو اللہ رد نہیں کرتا ہے اور ہم کو بھی دونوں چیزوں میں ایک لحظہ کیلئے بھی کوئی شک نہیں کرنا چاہئے۔

امام علیہ السلام اس وسیلہ سے متوسل ہونے کیلئے فرماتے ہیں:

﴿اَتُرَاکَ مُعَذِّبِي بِنَارِکَ بَعْدَ تَوْحِيدِکَ وَبَعْدَ مَاانْطَوىٰ عَلَيْهِ قَلْبِي مِنْ مَعْرِفَتِکَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِي مِنْ ذِكْرِکَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِيْرِيْ مِنْ حُبِّکَ وَبَعْدَصِدْقِ اعْتِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعاً لِّرُبُوْبِيَّتِکَ﴾

”کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنی معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں“

یہاں پر ہم دعا کے اس فقرہ سے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے: جب خداوند عالم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت وسلطنت عطا کی تو آپ ایک دن اپنے گھر کے سامنے تخت پر ایک ایسے نیک وصالح بندے کے ساتھ تشریف فرما تھے جس کو اللہ نے علم اور نور عطا کیا تھا، اسی وقت اس تخت کے پاس سے ایک نوجوان کا گذر ہوا تو اس صالح بندے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپ اس جوان کو پہچانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں تو اس بندے نے عرض کیا: یہ وہی بچہ ہے جس نے آپ کے بری و پاک ہونے کی اس وقت گواہی دی تھی جب عزیز مصر کی زوجہ نے آپ پر الزام لگایا تھا۔

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ. وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾(۱)

''اور اس پر اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دیدی کہ اگر ان کا دامن سامنے سے پھٹا ہے تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی ہے اور یہ سچوں میں سے ہیں''

یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جس نے گہوارے میں آپ کی گواہی دی تھی اور یہ اب جوان ہو گیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو بلایا، اپنے پہلو میں بیٹھایا اور اس کا بہت زیادہ احترام کیا اور وہ عبد صالح حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس متعجب ہو کر مسکراتے ہوئے حضرت یوسفؑ کے اس برتاؤ کا مشاہدہ کرتا رہا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نیک بندے سے فرمایا۔ کیا تم کو میرے اس جوان کے عزت وکرام کرنے پر تعجب ہو رہا ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن اس جوان کی آپ کے بری الذمہ ہونے کی گواہی کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے، خدا نے اس کو قوت گویائی عطا کی جبکہ اس کی خود اس

---

(۱) سورۂ یوسف آیت/۲۶۔۲۷۔

میں کوئی فضیلت نہیں ہے، اس کے باوجود آپ نے اس کا اتنا زیادہ اکرام کیا اس کو اتنی عزت دی ہے۔

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بندہ اللہ کے سامنے اتنے طولانی سجدے کرے اور وہ اس کو جہنم کی آگ میں جلا دے، یا اس بندے کے اس دل کو جلا دے جو اس کی محبت سے لبریز ہے، یا اس کی اس زبان کو جلا دے جس سے اس نے خدا کو بہت زیادہ یاد کیا یا اسکی وحدانیت کی گواہی دی اور اس کی وجہ سے شرک کا انکار کیا ہے؟

حضرت امام علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْتَ شِعْرِيْ يَاسَيِّدِيْ وَاِلٰهِيْ وَمَوْلَائِيْ اَتُسَلِّطُ النَّارَعَلٰى وُجُوْهٍ خَرَّتْ لِعَظْمَتِکَ سَاجِدَةً وَعَلٰى اَلْسُنٍ نَطَقَتْ بِتَوْحِيْدِکَ صَادِقَةً وَبِشُکْرِکَ مَادِحَةً وَعَلٰى قُلُوْبِ اعْتَرَفَتْ بِاِلٰهِيَّتِکَ مُحَقِّقَةً وَعَلٰى ضَمَائِرَحَوَتْ مِنَ الْعِلْمِ بِکَ حَتّٰى صَارَتْ خَاشِعَةً وَعَلٰى جَوَارِحَ سَعَتْ اِلٰى اَوْطَانِ تَعَبُّدِکَ طَائِعَةً،وَاَشَارَتْ بِاِ سْتِغْفَارِکَ مُذْعِنَةً مَا هٰکَذَاا لظَّنُّ بِکَ وَلَااُخْبِرْنَابِفَضْلِکَ عَنْکَ يَاکَرِيْمُ﴾

''میرے سردار۔ میرے خدا میرے مولا! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کردے گا اور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد و ثنا کرتی رہی ہیں یا جن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی کا اقرار ہے یا جو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع و خاشع ہیں یا جو اعضاء و جوارح تیرے مراکز عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں؛ ان پر بھی تو عذاب کرے گا۔ ہرگز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل و کرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے''

تیسرا وسیلہ

عذاب برداشت کرنے کے مقابلہ میں ہمارا کمزور ہونا، ہماری کھال کا باریک ہونا، ہماری

ہڈیوں کا کمزور ہونا، ہم میں صبر اور قوت برداشت کے مادہ کا کم ہونا، کمزوری، قوی متین تک پہنچنے میں ایک کامیاب وسیلہ ہے، ہر کمزور قوی کو جذب کرنے اور اس کی عطوفت ومحبت کو اخذ کرنے کی خواہش کرتا ہے۔

بیشک کمزور میں ایک راز ہے جس کی بنا پر اسے ہمیشہ قوی کی طلب ہوتی ہے اسی طرح قوی (طاقتور) کو ہمیشہ کمزور کی تلاش رہتی ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی تلاش رہتی ہے۔

بیشک شیر خوار اپنی کمزوری کی بناء پر اپنی ماں کی محبت چاہتا ہے جس طرح مادر مہربان کو بچہ کی کمزوری اور اس کی رقت کی چاہت ہوتی ہے۔

کمزور کا اسلحہ اور وسیلہ بکا اور امید ہے امیر المومنین علی علیہ لاسلام اس دعاء کمیل میں فرماتے ہیں:

﴿يَامَنِ اسْمُهُ دَوَاءٌ، وَذِكْرُهُ شِفَاءٌ وَطَاعَتُهُ غِنىً اِرْحَمْ مَنْ رَّاسُ مَالَهُ الرَّجَاءُ وَسِلاَحَهُ الْبُكَاءُ﴾

''اے وہ پروردگار جس کا نام دوا، جس کی یاد شفا... اس بندہ پر رحم فرما جس کا سرمایہ فقط امید اور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے''

بیشک فقیر کا اصل سرمایہ غنی (مالدار) سے امید رکھنا ہے، کمزور کا اسلحہ، قوی کے نزدیک گریہ وزاری کرنا ہے، اور دنیا میں جو کمزور کے، قوی وطاقتور سے اور طاقتور کے کمزور سے لو لگانے کے سلسلہ میں اللہ کی سنتوں کو نہیں سمجھ پائے گا وہ اس دعاء کمیل میں حضرت علی علیہ السلام کے ان موثر فقروں کو نہیں سمجھ پائیگا۔

حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام دوسری مناجات میں فرماتے ہیں:

﴿انت القوي وانا الضعيف وهل يرحم الضعيف الا القوي﴾

''تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کیا طاقتور کے علاوہ کوئی کمزور پر رحم کرسکتا ہے''

امام علیہ السلام اس دعا کمیل میں بندے کی کمزوری، اس کی تدبیر کی کمی اسکے صبر و تحمل کے جلدی ختم ہو جانے، کھال کے رقیق ہونے اور اسکی ہڈیوں کے رقیق ہونے سے متوسل بہ بارگاہ خداوند قدوس ہوتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿یَارَبِّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِيْ وَرِقَّةَ جِلْدِيْ وَدِقَّةَ عَظْمِيْ﴾

''پروردگار میرے بدن کی کمزوری، میری جلد کی نرمی اور میرے استخواں کی باریکی پر رحم فرما'

ہم کو دنیا میں کانٹا چبھتا ہے، انگارے سے ہمارا ہاتھ جل جاتا ہے اور جب ہم کو دنیا میں ہلکی سی بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو ہماری نیند اڑ جاتی ہے اور ہم بے چین ہو جاتے ہیں، جبکہ اس تھوڑی سی دیر کی بیماری کو خداوند عالم نے امتحان کے لئے قرار دیا ہے تو ہم اس وقت کیا کریں گے جب ہم دردناک عذاب کی طرف لے جائے جائیں گے اور عذاب کے فرشتوں سے کہا جائیگا:

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوْهُ﴾(۱)

''اب اسے پکڑو اور گرفتار کرلو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر ستر گز کی ایک رسی میں اسے جکڑ لو'

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِي عَنْ قَلِيْلٍ مِنْ بَلاَءِ الدُّنْيَا وَعُقُوْبَاتِهَا وَمَا يَجْرِیْ فِيْهَا مِنَ الْمَكَارِهِ عَلٰى اَهْلِهَا عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ بَلاَءٌ وَمَكْرُوْهٌ قَلِيْلٌ مَكْثُهُ يَسِيْرٌ بَقَائُهُ قَصِيْرٌ مُدَّتُهُ

---

(۱) سورۂ الحاقۃ آیت ۳۰،۳۱،۳۲۔

فَكَيْفَ احْتِمَالِي لِبَلاءِ الآخِرَةِ وَجَلِيلِ وُقُوعِ الْمَكَارِهِ فِيهَا وَهُوَ بَلاءٌ تَطُولُ مُدَّتُهُ وَيَدُومُ مُقَامُهُ وَلَا يُخَفَّفُ عَنْ اَهْلِهِ لِاَنَّهُ لَا يَكُونُ اِلَّا عَنْ غَضَبِكَ وَانْتِقَامِكَ وَسَخَطِكَ وَهٰذَا مَالَا تَقُومُ لَهُ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ يَاسَيِّدِي فَكَيْفَ لِي وَاَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيفُ الذَّلِيلُ الْحَقِيرُ الْمِسْكِينُ الْمُسْتَكِينُ يَا اِلٰهِي وَرَبِّي وَسَيِّدِي وَمَوْلَايَ﴾

''پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کرسکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم ،جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین وآسمان نہیں لاسکتے ،تو میں ایک بندۂ ضعیف و ذلیل وحقیر ومسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہوں خدایا، پروردگارا، میرے سردار، میرے مولا''

چوتھا وسیلہ

امام علیہ السلام اس دعا میں بندہ کے اللہ سے مضطر ہونے کو بیان فرماتے ہیں اور انسان کیلئے اضطرار ایک کامیاب وسیلہ ہے اور اس کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ پوری نہیں ہوسکتی ہیں۔

ہماری اضطرار سے مراد یہ ہے کہ انسان کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کرسکتا ہے اور اس کی پناہگاہ کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہیں ہے ،انسان اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھاگ کر جا ہی نہیں سکتا اللہ کے علاوہ اس کو کوئی اور پناہگاہ نہیں مل سکتی ہے۔

چھوٹا بچہ بچپن میں اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کو ایسا نہیں پاتا جو اس کے کام آئے اس کا دفاع کرے اس کی حاجتیں پوری کرے اس کی ہر خواہش وچاہت پر لبیک کہے اس پر عطوفت

کرے لہٰذا وہ اپنے والدین سے مانوس ہوتا ہے وہ اپنے ابھرتے بچپن میں ان دونوں سے اپنے ہر مطالبہ اور ہر ضرورت کو ان کی رحمت رافت شفقت سے پاتا ہے جب بچہ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے جب اس کو کسی چیز کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کی پناہ میں آجاتا ہے اور ان کے پاس اس کو امن وچین، رحمت اور شفقت ملتی ہے اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور جس چیز سے اس کو خوف ہوتا ہے ان سے امان ملتی ہے۔

جب وہ کبھی ایسا کام انجام دیتا ہے جس میں وہ ان دونوں کے عقاب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتا ہے تو اس کو کوئی پناہگاہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی وہ ان دونوں سے فرار کر سکتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی امن کی جگہ اس کو نظر نہیں آتی تو انھیں کی پناہگاہ میں چلا جاتا ہے اور اپنے نفس کو ان کا مطیع وفرمانبردار کہہ کر ان سے فریاد کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں اس کو مارنے اور مواخذہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

والدین کو بھی اس طرح کے اکثر مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اور بچہ ان کی محبت اور عطوفت کو حاصل کر لیتا ہے۔

امام علیہ السلام اس دعائے شریفہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے جب آپ پر کوئی سخت وقت آتا تھا، کوئی مصیبت پڑتی تھی یا کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے تھے اور اسی سے لو لگاتے تھے لیکن پھر بھی آپ کو اپنی مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ملتی تھی امام علیہ السلام انسان کا اسی حالت میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ خداوند عالم کے اسی غضب کے سامنے ہے جس کی رحمت کی اسے امید ہے اور اس خداوند قدوس کی عقوبت کے سامنے ہے جس کے غضب سے وہ سلامتی چاہتا ہے۔

بندے کی (جب وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق دیکھتا ہے) اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ہے اللہ کے علاوہ وہ کہیں فرار اختیار نہیں کر سکتا نہ اس کو خدا کے علاوہ کسی کی حمایت حاصل ہو سکتی

ہے اور نہ ہی وہ خدا کے علاوہ کسی اور سے سوال کر سکتا ہے۔

جب عذاب کے فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اس سے امن وچین طلب کرتا ہے اس سے فریاد کرتا ہے، اپنے نفس کیلئے اس سے رحمت طلب کرتا ہے جیسے وہ بچہ کہ جب اس کے والدین اس سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے پاس ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار کرنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان کے علاوہ وہ کسی کو اپنا مونس و مددگار نہیں پاتا ہے۔

ہم امام علیہ السلام سے ان کلمات میں دقیق ورقیق وشفاف مطالب کو سنتے ہیں جن کو توحید اور دعا کی روح وجان کہا جاتا ہے:

﴿فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَاَنْ تَرَکْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اَلَیْکَ بَیْنَ اَهْلِهَاضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَأَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَأُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاغَایَةَ آمَالِ الْعَارِفِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاحَبِیْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِیْنَ وَ یَااِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ﴾

”تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا ومولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گا اور ”عزیز گم کردہ“ کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کے دلوں کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے“

قضیہ کی یہ پہلی وجہ ہے اور دوسری وجہ بھی پہلی وجہ کی طرح واضح وروشن ہے یعنی خداوند عالم کا اپنے بندہ سے رابطہ۔

پہلی وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مضطر ہوتا ہے تو خدا سے ہی لو لگاتا ہے اس کی رحمت اور

اس کی امن کی تلاش میں رہتا ہے۔

بندہ سے خداوند عالم کے محبت کرنے کا دوسرا رخ اس وقت نظر آتا ہے جب وہ تیز بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس (خدا) کی رحمت کا طلبگار رہتا ہے خداوند عالم سے خود اسی خدا کی طرف فرار کرتا ہے خداوند عالم کی رحمت اور فضل کو اس حال میں طلب کرتا ہے کہ وہ خداوند عالم کی عقوبت اور انتقام کے سامنے ہوتا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین ہونے کے باوجود بندہ کی فریاد سنتا ہو اور اس (بندہ) کو اس کی عقل کی کمی اور جہالت کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم بنا دے جبکہ وہ اس سے فریاد کرتا ہے، اس کا نام لیکر چیختا ہے، اپنی زبان سے اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اس سے جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہے، اور اسی کی بارگاہ میں گڑ گڑاتا ہے ... اور وہ اس کو جہنم کے عذاب میں ڈال دے اور اس کے شعلے اس کو جلا دیں، اس کو جہنم کی آواز پریشان کرے، اس کے طبقوں میں لوٹتا رہے، اس کے شعلے اس کو پریشان کریں جبکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ یہ بندہ اس سے محبت کرتا ہے یہ سچ بول رہا ہے اس کی توحید کا اقرار کررہا ہے اس سے پناہ مانگ رہا ہے اور اسی کا مضطر ہے۔

پس تم غور سے سنو:

اَفَتُرَاکَ سُبْحَانَکَ یَاالٰھِي وَبِحَمْدِکَ تَسْمَعُ فِیْھَاصَوْتَ عَبْدٍمُسْلِمٍ سُجِنَ فِیْھَابِمُخَالَفَتِہِ وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِھَابِمَعْصِیَتِہِ وَحُبِسَ بَیْنَ اَطْبَاقِھَابِجُرْمِہِ وَجَرِیْرَتِہِ وَھُوَیَضِجُّ اِلَیْکَ ضَجِیْجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحْمَتِکَ وَیُنَادِیْکَ بِلِسَانِ اَھْلِ تَوْحِیْدِکَ وَیَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِرُبُوبِیَّتِکَ یَامَوْلَایَ فَکَیْفَ یَبْقٰی فِی الْعَذَابِ وَھُوَیَرْجُوْ مَاسَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ اَمْ کَیْفَ تُؤْلِمُہُ النَّارُ وَھُوَیَاْمُلُ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ اَمْ کَیْفَ یُحْرِقُہُ لَھِیْبُھَاوَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَہُ وَتَریٰ مَکَانَہُ اَمْ کَیْفَ یَشْتَمِلُ عَلَیْہِ زَفِیْرُھَاوَاَنْتَ تَعْلَمُ

ضَعْفَهُ اَمْ كَيْفَ يَتَقَلْقَلُ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ كَيْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِيَتُهَا وَهُوَ يُنَادِيكَ يَارَبَّهُ اَمْ كَيْفَ يَرْجُو فَضْلَكَ فِي عِتْقِهِ مِنْهَا فَتَتْرُكُهُ فِيهَا هَيْهَاتَ مَا ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ وَلَا الْمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِكَ وَلَا مُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِينَ مِنْ بِرِّكَ وَاِحْسَانِكَ ﴾

''اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم وخطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوارِ رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا، جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا، وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے، جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل وکرم کا امیدوار ہوگا، ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے، تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے''

دعامیں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا چاہئے

دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہیے اور کیا نہیں مانگنا چاہیے

اس مقام پر دعاء کے سلسلہ میں دو اہم سوال درپیش ہیں:

ا۔ ہمیں دعا کرتے وقت خدا سے کن چیزوں کو مانگنا چاہیے؟

۲۔ اور دعا میں خداوند عالم سے کن چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہیے؟

ا۔ دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہیے؟

ہم پہلے سوال سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں کہ دعا کرتے وقت اللہ سے کونسی چیزیں مانگنا سزوار ہے؟

بیشک بندے کا اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا دعا کہلاتا ہے۔

بندے کی ضرورت اور حاجت کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ خداوند عالم کے غنی سلطان اور کرم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

دونوں لامتناہی چیزوں کے جمع ہونے کو دعا کہا جاتا ہے۔

یعنی بندے کی ضرورت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور خداوند عالم کے غنی اور کریم ہونے کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کے ملک کے خزانے ختم نہیں ہوتے ،اسکی سلطنت اور اس کی طاقت کی کوئی حد نہیں، اس کے جود و کرم کی کوئی انتہا نہیں، اسی طرح بندے کی حاجت و ضرورت کمزوری اور کوتاہی کی کوئی انتہا نہیں ہے ان تمام باتوں کے مدنظر ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم دعا میں خداوند عالم سے کیا طلب کریں؟

۱۔دعامیں محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات

دعامیں سب سے اہم نقطہ خداوند عالم کی حمد وثنا کے بعد مسلمانوں کے امور کے اولیاء محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنا ہے۔

اور اسلامی روایات میں اس صلوات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس کا سبب واضح وروشن ہے بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا کو مسلمانوں اور اوران کے اولیاء کے درمیان ایک دوسرے سے رابطہ کا وسیلہ قرار دیا ہے اور وہ ولا و محبت کی رسی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں جس کو اللہ نے مسلمانوں کیلئے معصوم قرار دیا ہے صلوات، ان نفسی رابطوں میں سے سب سے اہم سبب کا نام ہے بیشک محبت کے حلقے (کڑیاں) اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ملی ہوئی ہیں اور رسول اللہ اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت ان کی سب سے اہم کڑیاں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اللہ کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اہل بیت علیہم السلام کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اس محبت کی تاکید اور تعمیق خداوند عالم کی محبت کی تاکید کا جزء ہے نیز خداوند عالم کی محبت کی تعمیق کا جزء ہے یہ معرفت کا ایسا وسیع باب ہے جس کو اس مقام پر تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا اور اس سلسلہ میں ہم کما حقہ گفتگو نہیں کر سکتے ہیں شاید خداوند عالم ہم کو کسی اور مقام پر اسلامی ثقافت اور اسلامی امت کی تکوین کے سلسلہ میں اس اہم اور حساس نقطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی توفیق عنایت فرمائے۔

اس مطلب پر اسلامی روایات میں بہت زور دیا گیا ہے۔ہم اس موضوع سے متعلق بعض روایات کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

اوران میں سب سے عظیم خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾(۱)

''بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبان ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو''

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿الصلاة عليّ نور على الصراط﴾(۲)

''مجھ پر صلوات بھیجنا پل صراط کیلئے نور ہے''

یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی قول ہے:

﴿انّ ابخل الناس مَنْ ذُكرت عنده، ولم يصلّ عليّ﴾(۳)

''سب سے بخیل انسان وہ ہے جس کے پاس میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے''

عبد اللہ بن نعیم سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میں اپنے پاس محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنے کے علاوہ کوئی اور دعا نہیں پاتا تو آپ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ اس سے افضل اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے''

حضرت امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے مروی ہے:

﴿اثقل مايُوزن في الميزان يوم القيامة الصلاة علىٰ محمّد وآل محمّد﴾(۴)

''قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز محمد وآل محمد پر صلوات ہوگی''

---

(۱) سورۂ احزاب آیت/۵۶۔

(۲) کنز العمال حدیث/۲۱۴۹۔

(۳) کنز العمال حدیث/۲۱۴۴۔

(۴) بحار الانوار جلد ۱۷۔ صفحہ/۳۷۴۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اذا کانَ لکَ اِلیٰ اللهِ سُبْحَانَهُ حاجة فَأبْدَأْبِمَسْأَ لَةِ الصَّلاةِ عَلیٰ رَسُوْلِهِ ثُمَّ سَلْ حَاجَتُکَ؛فَاِنَّ اللّٰـهَ اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یُسْأَلَ حَاجَتَیْنِ ،فَیَقْضیٰ اِحْدَاهُمَاوَیَمْنَعُ الْاُخْریٰ﴾(۱)

''جب تم خداوند عالم سے کوئی حاجت طلب کروتو پہلے محمد وآل محمد پر صلوات بھیجواس کے بعد اس سے سوال کرو بیشک خداوندعالم سب سے زیادہ کریم ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ان میں سے ایک کو پورا کردے اور دوسری کو پورا نہ کرے''

انبیاء ومرسلین اوران کے اوصیاء کی دعائیں اسی طرح کی دعائیں ہیں۔

عام طور پر تمام انبیاء علیہم السلام اوران کے اوصیاء پر صلوات وسلام وارد ہوتے ہیں یا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں مشخص ومعین اورنام بنام ان پر صلوات وسلام وارد ہوئے ہیں اوران میں وارد ہونے والی ایک دعا (عمل ام داؤد) ہے جورجب کے مہینہ میں ایام بیض کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اوروہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے

صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

ربِّ صلِّ علی محمّد وآل محمّد،المنتجب،المصطفیٰ المکرّم،المقرّب افضل صلواتک وبارک علیه أتمّ برکاتک،وترحّم علیه امتع رحماتک .

ربِّ صلِّ علی محمّد وآله صلاة زاکیة لاتکون صلاة ازکیٰ منهاو صلِّ علیه صلاة نامیةلاتکون صلاةانمیٰ منهاوصلِّ علیه صلاةراضیة لاتکون صلاة

---

(۱) نہج البلاغہ حکمت ۳۶۱۔

فوقھا ربِّ صلِّ علی محمّد صلوۃ تُرضیه وتزید علی رضاہ وصلِّ علیه صلاۃ تُرضیک وتزید علی رضاک وصلِّ علیه صلاۃ لا نرضیٰ له الّا بھا ولا تریٰ غیرہ لھا اھلا ..... ربِّ صلِّ علیٰ محمّد و آله صلاۃ تنتظم صلوات ملائکتک و انبیائک ورسلک واھل طاعتک﴾

''خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما جو منتخب، پسندیدہ، محترم اور مقرب ہیں۔ اپنی بہترین رحمت اور ان پر برکتیں نازل فرما اپنی تمام ترین برکات، اور ان پر مہربانی فرما اپنی مفید ترین مہربانی خدایا محمد و آل محمد پر وہ پاکیزہ صلوات نہ ہو اور وہ مسلسل بڑھنے والی رحمت جس سے زیادہ بڑھنے والی کوئی رحمت نہ ہو۔ ان پر وہ پسندیدہ صلوات نازل فرما جس سے بالاتر کوئی صلوات نہ ہو۔ خدایا محمد و آل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جس سے انھیں راضی کر دے اور ان کی رضامندی میں اضافہ کر دے اپنے پیغمبر پر وہ صلوات نازل فرما جو تجھے راضی کر دے اور تیری رضا میں اضافہ کر دے۔ ان پر وہ صلوات نازل فرما جس کے علاوہ ان کے لئے کسی صلوات سے تو راضی نہ ہو اور اس کا ان کے علاوہ کوئی اہل نہ سمجھتا ہو ... خدایا محمد و آل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جو تیرے ملائکہ، انبیاء و مرسلین اور اطاعت گذاروں کی صلوات کو سمیٹ لے''

۲۔ مومنین کیلئے دعا

خداوند عالم کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد انبیاء اور ان کے اوصیاء پر درود و سلام بھیجنے کے بعد سب سے اہم چیز مومنین کیلئے دعا کرنا ہے یہ دعا، دعا کے اہم شعبوں میں سے ہے اس لئے کہ مومنین کے لئے دعا کرنا اس روئے زمین پر ہمیشہ پوری تاریخ میں ایک مسلمان کو پوری امت مسلمہ سے جوڑے رہی ہے جس طرح محمد و آل محمد پر صلوات خداوند عالم کی طرف سے نازل ہونے والی ولایت کی رسی کے ذریعہ جوڑے رہی ہے۔

اس رابطہ کو دعا ایک طرف فرد اور امت کے درمیان جوڑتی ہے اور ان سے رابطہ قائم کرنے

والے تمام افراد کے درمیان اس رابطہ کو جوڑتی ہے یہ رابطہ سب سے بہترین وافضل رابطہ ہے اس لئے کہ اس علاقہ و تعلق سے انسان اللہ کی بارگاہ میں جاتا ہے اور یہ تعلق ولگاؤ اس کو ہمیشہ خدا سے جوڑے رہتا ہے اور وہ خدا کے علاوہ کسی اور کو نہیں پہچانتا اور یہ اللہ کی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

یہ دعا دو طریقہ سے ہوتی ہے: عام دعا کسی شخص کو معین اور نام لئے بغیر دعا کرنا۔

دوسرے نام بنام اور مشخص و معین کرنے کے بعد دعا کرنا۔

اور ہم انشاء اللہ ان دونوں قسموں کے متعلق بحث کریں گے:

ا۔عام مومنین کیلئے دعا

اس طرح کی دعا کو اللہ دوست رکھتا ہے، اس کو اسی طرح مستجاب کرتا ہے خداوند عالم اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول کرے اور بعض دعا کو رد کردے۔

دعا کا یہ طریقہ عام مومنین کیلئے ہے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور طول تاریخ میں روئے زمین پر امت مسلمہ کے ایک ہونے کی نشاندہی کرتا ہے اور ہمارے تعلقات کو اس خاندان سے زیادہ مضبوط و محکم کرتا ہے۔

ہماری زندگی میں دعا کے دو کردار ہیں:

پہلا کردار یہ ہے کہ ہم اللہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

دوسرا کردار یہ ہے کہ طول تاریخ میں روئے زمین پر ایمان لانے والی امت مسلمہ سے ہمارا رابطہ ہوتا ہے۔

دعا کے اس بلیغ طریقہ پر اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم دعا کرنے والے کو اس کی بزم میں حاضر ہونے والے تمام مومنین کی تعداد کے مطابق نیک ثواب دیتا ہے، اس دعا میں شامل ہونے والے ہر مومن کی اس وقت شفاعت ہوگی جب خدا اپنے نیک بندوں کو گناہگار بندوں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿مامن مؤمن دعا للمؤمنين والمؤمنات إلّا ردّالله عليه مثل الذي دعا لهم به من كلّ مؤمن ومؤمنة ،مضى مِنْ اوّل الدهراو هوآت الىٰ يوم القيامة.

وانّ العبد ليؤمر به الىٰ النار يوم القيامة فيسحب،فيقول المؤمنون والمؤمنات:ياربّ هٰذا الذي كان يدعو النافشفعنافيه،فيشفعّهم الله عزّوجلّ، فينجو﴾(۱)

''جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن ومومنہ کے بدلے خلقت آدم سے قیامت تک نیکی لکھے گا۔

بیشک قیامت کے دن ایک انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس کو کھینچا جائیگا اس وقت مومن ومومنات کہیں گے یہ وہی شخص ہے جو ہمارے لئے دعا کرتا تھا لہٰذا ہم کو اس کے سلسلہ میں شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائیگا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿مَنْ قال كلّ يوم خمسا و عشرين مرة :اللّهم اغفرللمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات كتب الله له بعددكل مؤمن وضىٰ وبعددكل مؤمن ومؤمنة بقي الىٰ يوم القيامة حسنة ومحا عنه سيئة ورفع له درجة ﴾(۲)

''جس نے ایک دن میں پچیس مرتبہ﴿اللّهم اغفرللمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات﴾ کہا،تو خداوند عالم ہر گزشتہ اور قیامت تک آنے والے مومن اور

---

(۱)اصول کافی ۵۳۵/،آمالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۹۵،وسائل الشیعہ جلد ۱۱۵۱/۴،حدیث ۸۸۸۹/۔

(۲)ثواب الاعمال صفحہ ۸۸؛وسائل الشیعہ جلد ۱۱۵۱/۴،حدیث ۸۸۹۱۔

مومنہ کی تعداد کے مطابق اس کیلئے حسنات لکھے گا اور اس کی برائیوں کو محو کر دے گا اور اس کا درجہ بلند کرے گا''

ابوالحسن حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿مَنْ دعا لإخوانه من المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات وكّل الله به عن كل مؤمن ملكا يدعو له﴾(۱)

''جس نے مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کی تو خداوند عالم ہر مومن پر ایک ملک کو معین فرمائے گا جو اس کیلئے دعا کرے گا''

ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿مامن مؤمن يدعو للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، الأحياء منهم والأموات، الّا كتب اللّٰهُ لهُ بكُلِّ مؤمن ومؤمنة حسنة، منذ بعث الله آدم الیٰ ان تقوم الساعة﴾(۲)

''جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے اور انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے: ﴿مامن مؤمن او مؤمنة، مضیٰ من اوّل الدهر، او هو آت الیٰ يوم القيامة، الّا وهم شفعاء لمن يقول فی دعائه: اللّٰهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات، وان العبد ليؤمر به الى النار يوم القيامة، فيُسحب فيقول المؤمنين والمؤمنات:

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۵۲، حدیث ۸۸۹۳۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۵۲، حدیث ۸۸۹۴۔

یاربّنا هذاالذي کان یدعو لنافشفّعنافیه فیشفّعهم الله،فینجو﴾(۱)

''جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکے ہیں یا قیامت تک آنے والے ہیں وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والے ہیں جو یہ دعا کرے: خدایا مومنین و مومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس وقت مومنین و مومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائے گا''

ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿مامن مؤمن یدعو للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات، الاحیاء منهم والاموات،الّا رد اللّٰهُ علیه من کُلِّ مؤمن ومؤمنة حسنة،منذ بعث اللّٰه آدم الیٰ ان تقوم الساعة﴾(۲)

''جو شخص زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبا ؤ اجداد سے انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

﴿مامن عبد دعاء للمؤمنین والمؤمنات الاّ ردّالله علیه مثل الذي دعا لهم من کلّ مؤمن ومؤمنة،مضیٰ من اوّل الدهر،او هو آت الیٰ یوم القیامة،وان العبد لیؤمر به الی النار یوم القیامة،فیُسحب فیقول المؤمنین والمؤمنات: یاربّناهذاالذی

---

(۱) امالی صدوق صفحہ ۲۷۳؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۵۔

(۲) ثواب الاعمال صفحہ ۱۴۶، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۶۔

كان يدعو لنا فشفّعنافيه فيشفّعهم الله، فينجو من النار﴾(۱)

''جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکا ہے یا قیامت تک آنے والا ہے وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والا ہے جو یہ دعا کرے: خدایا مومنین و مومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن اس انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس وقت مومنین و مومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائے گا''

امام جعفر صادق رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں:

﴿اذا دعا احدكم فليعمّ فإنّه اوجب للدعاء﴾(۲)

''جب دعا مانگو تو سب کیلئے دعا مانگو کیونکہ اس طرح دعا ضرور قبول ہوتی ہے''

ابو عبد اللہ الصادق علیہ السلام سے مروی ہے:

جب انسان کہتا ہے: ﴿اللّهم إغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم وجميع الاموات ردّ الله عليه بعدد مامضى ومَنْ بقي من كلّ انسان دعوة﴾(۳)

''پروردگار تمام زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو بخش دے تو خداوند عالم اس کے گذشتہ اور آئندہ انسانوں کی تعداد کے برابر نیکی لکھ دیتا ہے''

---

(۱) ثواب الاعمال صفحہ/۱۴۷، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/۳۸۶۔

(۲) ثواب الاعمال صفحہ/۱۴۷۔ بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ/۳۸۶۔

(۳) فلاح السائل صفحہ/۴۳۔ بحار النوار جلد ۹۳ صفحہ/۳۸۷۔

عمومی دعا کے کچھ نمونے

ہم ذیل میں اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں عام دعا کے سلسلہ میں کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

﴿اَللّٰهُمَ اغْنِ كُلَّ فَقِيْرٍ اَللّٰهُمَّ اشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ ،اَللّٰهُمَّ اكْسُ كُلَّ عُرْيَانٍ اَللّٰهُم اقْضِ دَيْنَ مِنْ كُلِّ مَدِيْنٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوْبٍ اَللّٰهُم رُدَّ كُلَّ غَرِيْبٍ اَللّٰهُم فُكَّ كُلَّ اَسِيْرٍ اَللّٰهُم اَصْلِحْ كُلَّ فَاسِدٍ مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ،اَللّٰهُم اشْفِ كُلَّ مَرِيْضٍ، اَللّٰهُم سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاكَ،اَللّٰهُم غَيِّرْ سُوْءَ حَالَنَا بِحُسْنِ حَالِكَ،وَصَلَّ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ﴾

''خدایا تو ہر فقیر کو غنی بنادے، خدایا تو ہر بھوکے کو سیر کردے، خدایا تو ہر برہنہ کو لباس پہنا، خدایا تو ہر قرضدار کا قرض ادا کردے، خدایا ہر غمگین کے غم کو دور کر، خدایا ہر مسافر کو اس کے وطن پہنچادے، خدایا ہر اسیر کو آزاد کر، خدایا مسلمانوں کے جملہ فاسد امور کی اصلاح فرما، خدایا ہر مریض کو شفا عطا کر، خدایا ہمارے فقر کو اپنی مالداری سے درست کردے، خدایا ہماری بد حالی کو خوش حالی سے بدل دے، خدایا ہمارے قرض کو ادا کردے اور ہمارے فقر کو مالداری سے تبدیل کردے اور محمد اور ان کی آل پاک پر صلوات بھیج''

ان ہی نمونوں میں سے ہے:

﴿اللّهم وتفضّل على فقراء المؤمنين والمؤمنات بالغنىٰ والثروة،وعلىٰ مرضى المؤمنين والمؤمنات بالشفاء والصحة ،وعلىٰ احياء المؤمنين والمؤمنات باللطف والكرامة وعلىٰ اموات المؤمنين والمؤمنات بالمغفرة والرحمة وعلىٰ مسافر المؤمنين والمؤمنات بالردّ الىٰ اوطانهم سالمين غانمين برحمتك ياارحم الراحمين وَصَلَّ اللّٰهُ عَلىٰ سيدنا مُحَمَّدٍ خاتم النبيين وعترته الطَّاهِرِيْنَ﴾

''خدایا مومنین اور مومنات فقراء کو اپنے فضل سے دولت و ثروت عطا کر، بیمار مومنین اور مومنات کو شفا و صحت عطا کر، زندہ مومنین اور مومنات پر لطف و کرم فرما، مردہ مومنین و مومنات پر بخشش و رحمت عطا فرما، اپنی رحمت سے مسافر مومنین و مومنات کو ان کے وطن میں صحیح و سالم واپس لوٹا اور ہمارے سید و سردار محمد خاتم النبیین اور ان کی آل پاک پر درود و سلام ہو''

صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اللّھم وصلّ علیٰ التابعین منایومنا ھذا الیٰ یو م الدین وعلی 'ازواجھم وعلیٰ ذرّیاتھم وعلیٰ مَنْ اطاعک منھم صلواۃً تعصمھم بھا من معصیتک وتفسح لھم فی ریاض جنتک وتمنعھم بھا من کید الشیطان وتعینھم بھا علیٰ مااستعانوک علیه من برّ وتقیھم طوارق اللیل والنھار الاّ طارقا یطرق بخیرٍ﴾

''خدایا ان تمام تابعین پر آج کے دن سے قیامت کے دن تک مسلسل رحمتیں نازل کرتے رہنا اور ان کی ازواج اور اولاد پر بھی بلکہ ان کے تمام اطاعت گذاروں پر بھی وہ صلوات و رحمت جس کے بعد تو انھیں اپنی معصیت سے بچالے اور ان کیلئے باغات جنت کی وسعت عطا فرمادے اور انھیں شیطان کے مکر سے بچالے اور جس نیکی پر امداد مانگیں ان کی امداد کردے اور رات اور دن کے نازل ہونے والے حوادث سے محفوظ بنادے۔ علاوہ اس حادثہ کے جو خیر کا پیغام لیکر آئے''

سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ، وَحَصِّنْ ثُغُوْرَالْمُسْلِمِیْنَ بِعِزَّتِکَ وَاَیِّدْحُمَاتُھَا بِقُوَّتِکَ وَاَسْبِغْ عَطَایَاھُمْ مِنْ جِدَتِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَکَثِّرْعِدَّتَھُمْ وَاشْحَذْاَسْلِحَتَھُمْ وَاحْرُسْ حَوْزَتَھُمْ وَامْنَعْ حَوْمَتَھُمْ وَاَلِّفْ جَمْعَھُمْ وَدَبِّرْاَمْرَھُمْ وَوَاتِرْ بَیْنَ مِیَرِھِمْ وَتَوَحَّدْ بِکِفَایَةِ مُؤَنِھِمْ وَاعْضُدْھُمْ بِالنَّصْرِوَاَعِنْھُمْ بِالصَّبْرِوَالْطُفْ لَھُمْ فِيْ الْمَکْرِ.

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَعَرِّفْهُمْ مَایَجْهَلُوْنَ وَعَلِّمْهُمْ مَالَایَعْلَمُوْنَ وَ بَصِّرْهُمْ مَالَایُبْصِرُوْنَ﴾

''خدایا محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ کے ذریعہ مسلمانوں کی سرحدوں کی محافظت فرما اور اپنی قوت کے سہارے محافظین حدود کی تائید فرما اور اپنے کرم سے ان کے عطایا کو مکمل بنادے خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجاہدوں کی تعداد میں اضافہ فرما ان کے اسلحوں کو تیز وتند بنادے ان کے مرکزی مقامات کی حفاظت فرما، ان کے حدود واطراف کی حراست فرما ان کے اجتماع انس والفت پیدا کر ان کے امور کی تدبیر فرما ان کی رسد کے وسائل کو متواتر بنادے اور تو تن تنہا ان کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہو جا اپنی نصرت سے ان کے بازوؤں کو قوی بنادے اور جو ہر صبر کے ذریعہ ان کی امداد فرما اور باریک تدبیروں کا علم عطا فرما۔

خدایا محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مسلمانوں کو ان تمام چیزوں سے باخبر کردے جن سے وہ ناواقف ہیں اور وہ تمام باتیں بتادے جنھیں نہیں جانتے ہیں اور وہ سارے مناظر دکھلا دے جنھیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں''

صحیفہ سجادیہ میں ایک اور مقام پر امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اللّھم وایّمامسلم اھمّه امر الاسلام واحزنه تحزب اھل الشرک علیھم فنویٰ غزواً او ھمّ بجھاد فقعد به ضعف او ابطات به فاقة او اخرّہ عنه حادث او عرض له دون ارادته مانع فاکتب اسمه فی العابدین واوجب له ثواب المجاھدین واجعله فی نظام الشھدآء والصالحین﴾

''خدایا اور جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد ہو اور وہ اہل شرک کی گروہ بندی سے رنجیدہ ہو کر جہاد کا ارادہ کرے اور مقابلہ پر آمادہ ہو جائے لیکن کمزوری اسے بٹھا دے یا فاقہ اسے روک دے یا کوئی حادثہ درمیان میں حائل ہو جائے اور اس کے ارادہ کی راہ میں کوئی مانع پیش آجائے

تو اس کا نام بھی عبادت گزاروں میں لکھ دینا اور اسے بھی مجاہدین کا ثواب عطا فرما دینا اور شہداء وصالحین کی فہرست میں اس کا نام بھی درج کر دینا''

دعا مجاہدین الرسالیین صحیفہ سجادیہ میں امام زین العابدین فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ وَاَيُّمَامُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِياً أَوْمُرَابِطاًفِي دَارِهِ اَوْتَعَهَّدَخَالِفِيْهِ فِيْ غَيْبَتِهِ اَوْاَعَانَهُ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِهِ،وَاَمَدَّهُ بِعِتَادٍ،اَوْ رَعىٰ لَهُ مِنْ وَّرَائِهِ حُرْمَةً فَاٰجِرْلَهُ مِثْلَ أَجْرِهِ وَزْناً بِوَزْنٍ،وَمِثْلاً بِمِثْلٍ﴾

''اور خدایا جو مرد مسلمان کسی غازی یا سرحد کے سپاہی کے گھر کی ذمہ داری لے لے اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کرے یا اپنے مال سے اس کی مدد کرے یا جنگ کے آلات وابزار سے اس کی کمک کرے یا پس غیبت اس کی حُرمت کا تحفظ کرے تو اسے بھی اسی جیسا اجر عطا کرنا تا کہ دونوں کا وزن ایک جیسا ہو''

قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے

قرآن کریم میں دعا کیلئے تین صیغے آئے ہیں:

۱۔ایک انسان کا خود اپنے لئے دعا کرنا۔

۲۔کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا۔

۳۔کچھ افراد کا مل جل کر تمام مومنین کیلئے دعا کرنا۔

دعا کے سلسلہ میں ہم ذیل میں ان تینوں گروہوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں تا کہ مومنین کیلئے دعا کرنے میں ہم قرآن کے اسلوب سے واقف ہوسکیں:

۱۔اپنے لئے دعا

دعا کا یہ مشہور ومعرف طریقہ ہے ہم قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی زبانی

اس طرح دعا کرنے کے بہت سے نمونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں یا خدا کے وہ اپنے بندے جن کو اللہ نے اس طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿رَبِّ قَدْ آتَیْتَنِی مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِی مِنْ تَاوِیْلِ الْاحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَاوَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِی مُسْلِماً وَاَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِیْنَ﴾(۱)

''پروردگار تو نے مجھے ملک بھی عطا کیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا تو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دنیا و آخرت میں میرا والی اور سرپرست ہے مجھے دنیا سے فرمانبردار ہی اٹھانا اور صالحین سے ملحق کر دینا''

﴿رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِی مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَاناً نَصِیْراً﴾(۲)

''اور یہ کہئے کہ پروردگار مجھے اچھی طرح سے آبادی میں داخل کر اور بہترین انداز سے باہر نکال اور میرے لئے ایک طاقت قرار دیدے جو میری مددگار ثابت ہو۔

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْلِی اَمْرِی وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِّسَانِی یَفْقَهُوْا قَوْلِی﴾(۳)

''موسیٰ نے عرض کی پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں''

﴿رَبِّ لَاتَذَرْنِی فَرْدَاً وَاَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْنَ﴾(۴)

---

(۱) سورۂ یوسف آیت/۱۰۱۔

(۲) سورۂ اسراء آیت/۸۰۔

(۳) سورۂ طٰہ آیت/۲۵۔۲۸۔

(۴) سورۂ انبیاء آیت/۸۹۔

''پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔

﴿رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلاً مُبَارَكاً وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ﴾(۱)

''اور یہ کہنا کہ پوردگار ہم کو بابرکت منزل پر اتارنا کہ تو بہترین اتارنے والا ہے۔

﴿رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾(۲)

''اور کہیے کہ پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آجائیں''

﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْماً وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ﴾(۳)

''خدایا مجھے علم وحکمت عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کردے اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر قائم رکھ اور مجھے بھی نعمت کے باغ (بہشت) کے وارثوں میں قرار دے''

۲۔دوسروں کیلئے دعا!

دوسرا طریقہ جس کے سلسلہ میں قرآنی نمونے اور شواہد موجود ہیں۔

خدا فرماتا ہے:﴿وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾(۴)

''پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کے انھوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے''

---

(۱)سورۂ مومنون آیت/۲۹۔

(۲)سورۂ مومنون آیت/۹۷،۹۸۔

(۳)سورۂ شعراء آیت/۸۳۔۸۵۔

(۴)سورۂ اسراء آیت/۲۴۔

ملئة العرش کی مومنین کے لئے دعا: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۱)

''خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر محیط ہے لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کا اتباع کیا ہے اور انھیں جہنم سے بچالے، پروردگار انھیں اور انکے باپ دادا ازواج اور اولاد میں سے جو نیک اور صالح افراد ہیں انکو ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے، اور انھیں برائیوں سے محفوظ فرما کہ آج جن لوگوں کو تو نے برائیوں سے بچالیا گویا انھیں پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے''

۳۔اجتماعی دعا

قرآن کریم کا یہ سب سے مشہور طریقہ ہے اور قرآن کریم کی اکثر دعائیں اسی طرح کی ہیں اس سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (۲)

''ہم سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جوان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں''

---

(۱) سورۂ غافر آیت ۷۔۹

(۲) سورۂ حمد آیت ۶۔۷۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾(۱)

''اور دل میں یہ دعا تھی کہ پروردگار ہماری محنت کو قبول فرمالے کہ تو بہترین سننے والا ہے''

﴿رَبَّنَاء اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(۲)

''پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنم سے محفوظ فرما''

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾(۳)

''خدایا ہمیں بے پناہ صبر عطا فرما ہمارے قدموں کو ثبات دے اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں نصرت عطا فرما''

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾(۴)

''پروردگار ہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے اسکا ہم سے مواخذہ نہ کرنا خدایا ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا پہلے والی امتوں پر ڈالا گیا ہے پروردگار ہم پر وہ بار نہ ڈالنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو ہمیں معاف کر دینا ہمیں بخش دینا ہم پر رحم کرنا تو ہمارا مولا اور مالک ہے اب کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما''

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷

(۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱

(۳) سورۂ بقرہ آیت ۲۵۰۔

(۴) سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶۔

الْوَهَّابُ﴾(۱)

''ان کا کہنا ہے کہ پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے پائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے''

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾(۲)

''پروردگار ہم نے اس منادی کو سنا جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے پروردگار اب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما پروردگار جو تو نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے اسے عطا فرما اور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا''

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ﴾(۳)

''خدایا ہم پر صبر کی بارش فرما اور ہمیں مسلمان دنیا سے اٹھانا''

﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾(۴)

''پروردگار ہم ایمان لائے ہیں لہٰذا ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے'''

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾(۵)

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۸۔
(۲) سورۂ آل عمران آیت ۱۹۳۔۱۹۴
(۳) سورۂ اعراف آیت/۱۲۶۔
(۴) سورۂ مومنون آیت ۱۰۹۔
(۵) سورۂ فرقان آیت/۶۵۔

''پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو پھیر دے کہ اس کا عذاب بہت سخت اور پائیدار ہے''

﴿رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾(۱)

''خدایا ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کردے اور ہمیں بخش دے کہ تو یقیناً ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے''

دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح وتفسیر

دونوں قسموں میں مومنین کیلئے دعا کی گئی ہے مگر دعا کی دوسری قسم میں ایک فرد کا تمام انسانوں کیلئے دعا کرنا بیان کیا گیا ہے اور تیسری قسم میں اجتماعی اعتبار سے دعا کرنے کو بیان کیا ہے اور ہم دعا کے اسی تیسرے طریقہ کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں:

۱۔جمیع (تمام) افراد کیلئے دعا کرنا یعنی انسان صرف اپنے لئے دعا نہیں کرتا بلکہ وہ سب کیلئے دعا کرتا ہے اور کبھی کبھی تنہا انسان کی دعا اس کیلئے مفید نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کسی امت پر بلا ومصیبت نازل ہو تو یہ فرد بھی انھیں میں شامل ہوتا ہے یہاں تک کہ دوسرے افراد جو ظلم میں کسی کے شریک نہیں ہوتے ان پر بھی بلا نازل ہو جاتی ہے:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَاتُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّةً﴾(۲)

''اور اس فتنہ سے بچو جو صرف ظالمین کو پہنچنے والا نہیں ہے''

ایسے موقع پر انسان کو سب کیلئے دعا اور استغفار کرنا چاہئے۔لہٰذا جب پروردگار عالم سب سے عذاب اٹھائے گا تو اس انسان سے بھی اٹھائے گا۔

﴿رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾(۳)

---

(۱) سورۂ تحریم آیت/۸۔

(۲) سورۂ انفال آیت/۲۵۔

(۳) سورۂ دخان آیت/۱۲

''تب سب کہیں گے کہ پروردگار اس عذاب کو ہم سے دور کردے ہم ایمان لے آنے والے ہیں''

۲۔کبھی کبھی دعا کرنے والا تمام مومنین کا قائم مقام بن کر دعا کرتا ہے اور جب اس طرح کی دعا کی جاتی ہے تو اکثر کلمہ ''ربنا'' استعمال کرتا ہے گویا دعا کرنے والے کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے اور جن کیلئے دعا کرتا ہے ان سے اپنے نفس کو الگ نہیں کرتا جس طرح دعا کی دوسری قسم میں ہے، وہ (دعا کرنے والا) سب کا قائم مقام بن کر ان سب کیلئے دعا کرتا ہے، اپنے نفس کو خود انھیں لوگوں میں شامل کرتا ہے جن کیلئے وہ دعا کر رہا ہے یہی دعا بارگاہ خداوند میں قبولیت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔

خداوند عالم یا تو سب کی دعا کو رد کردے گا یا بعض انسانوں کیلئے قبول کرے گا اور بعض انسانوں کیلئے قبول نہیں کرے گا یا سب کیلئے دعا قبول کرے گا۔

خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے وہ کہاں سب کی دعاؤں کو رد کرے۔بعض کیلئے اس کی دعا قبول کر لینا یہ اس کی شان کریمی نہیں ہے۔

یہیں سے یہ تیسرا فرضیہ کہ خداوند عالم سب کے حق میں دعا مستجاب کرتا ہے معین ہو جاتا ہے۔

دعا کی اس قسم میں انسان سب کی طرف سے اللہ تک پیغام پہنچاتا ہے اللہ کو سب کی طرف سے مخاطب کر کے کہتا ہے (ربنا) سب کا قائم مقام بنتا ہے اور سب کا پیغام اللہ تک پہنچاتا ہے۔

عمدہ بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک انسان دوسروں کا نمائندہ بن کر سب کا پیغام خدا تک پہنچانے کیلئے اپنے نفس کو پیش کرتا ہے لہذا ہم میں سے ہر ایک لوگوں کا پیغام دعا کے ذریعہ پہنچاتا ہے جس طرح پروردگار عالم اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے اسی طرح لوگ اپنی حاجتوں کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں۔

یہاں پر ہر انسان تمام انسانوں کا پیغام پہنچانے والا ہے اور تمام انسانوں کا قائم مقام بنتا

ہے۔یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ جب ہم اس دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں تو بازاروں اور سڑکوں میں ہم میں سے ہرایک،ایک دوسرے کیلئے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے جدا کرتے ہیں اور ہم میں سے ہرایک پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہوتے ہیں جو نہ تو واپس کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان کو چھوڑا جاسکتا ہے،انسان اپنی ذات کو ہی سب کے سامنے مثالی کردار بنا کر پیش کرتا ہے،وہ بذات خود دوسروں کا قائم مقام بننا چاہتا ہے،وہ دوسروں کا قائم مقام بھی اسی وقت بنتا ہے جب تک دوسرا اس کو صاف طور پر سب کے سامنے اپنا قائم مقام نہ بنائے لیکن جب ہم نماز اور دعا کرتے ہیں تو یہ سب باتیں ختم ہوجاتی ہیں،ہم میں سے کوئی بھی اپنے نفس کو دوسروں سے جدانہیں سمجھتا،گویا کہ ہم میں سے ہرایک سب کا قائم مقام بن جاتا ہے اور یہ تمثیل کا طریقہ سب سے بہترین اور عمدہ طریقہ ہے(یعنی تمام انسانوں کا تمام انسانوں کا قائم مقام بننا اور سب کی نطق،ندا اور دعا میں رب العالمین کی بارگاہ میں سب کی نیابت کرنا)۔

اس سے بھی اچھی و بہتر بات یہ ہے کہ خداوند عالم سب کی طرف سے سب کی اس تمثیل نیابت اور رسالت کو قبول کرتا ہے،وہ اس کو رد نہیں کرتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے،وہ دعا کرنے والے کو اس حالت میں سب کا قائم مقام بننے کیلئے قوت عطا کرتا ہے،جب ہم میں سے کوئی اپنی نماز میں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ ''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''(۱) کہتا ہے تو گویا سب نے مل کر سب کیلئے دعا کی اور اللہ سے ہدایت طلب کی ہے۔

اور اس حالت میں دعا کی قدر و قیمت معلوم ہوجاتی ہے۔

بیشک ہم میں سے ہر نماز میں ہرایک کی دعا سب کیلئے سب کی دعا کی طاقت رکھتی ہے۔ایسی حالت میں دعا کرنا خداوند عالم کی بارگاہ میں رحم کی درخواست کرنا بہت بلند طاقت کا حامل ہے۔

---

(۱)سورۂ حمد آیت ٦۔

اس سے بھی اہم اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دعاؤں میں مسلمان ہر دن اللہ سے متعدد مرتبہ یہ درخواست کرتا ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾(۱)

''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''

بیشک تمام افراد مل کر تمام انسانوں کے قائم مقام بنتے ہیں، ریاضی کے حساب سے یہ دعا کے عجائب وغرائب میں شمار ہوتا ہے، دعامیں سب، سب کیلئے مجسم شکل میں بن کر سب کے قائم مقام ہو جاتے ہیں، ہم دوبارہ پھر دعا کی قدر و قیمت کے سلسلہ میں غور و فکر کرتے ہیں۔

اس اعتبار سے کہ تمام مومنین کیلئے دعا کی جارہی ہے لہٰذا دعا کی بڑی اہمیت ہے یہ عام مومنین کیلئے دعا کرنا خداوند عالم کے نزدیک بڑی اہمیت بڑھا دیتا ہے۔

دعا کرنے والا شخص (ذاتی) طور پر پروردگار عالم سے دعا نہیں کرتا بلکہ وہ تو تمام لوگوں کی دعاؤں کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ سب کا قائم مقام بنتا ہے اور خداوند عالم اس بندے سے اس کے سب کا قائم مقام ہونے کی نیابت قبول کرتا ہے، وہ ان کو اللہ کی بارگاہ میں مجسم بنا کر پیش کرتا ہے اور خداوند عالم اس بندہ سے اِس تمثیل اور دوسروں کی نیابت کو قبول کرتا ہے۔

مومنین بعض افراد کے دوسرے بعض افراد سے تمثیل و تشبیہ دینے کو قبول کرتے ہیں اور یہاں پر تمثیل و تشبیہ سے مراد فرد کا اللہ کی بارگاہ میں دعویٰ پیش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی تشبیہ ہے جس کو پروردگار عالم قبول کرتا ہے اور جو افراد اللہ کی بارگاہ میں کسی دوسرے فرد کی نیابت کرتے ہیں یہ تمثیل و تشبیہ شرعی ہے اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

اس صورت میں دعا سب کی دعاؤں کی طاقت رکھتی ہے جب ہم میں سے کوئی شخص اللہ کی

---

(۱) سورۂ حمد آیت/۶۔

بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ (۱)

''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''

گویا سب نے مل کر خدا سے دعا کی، اس درجہ اور طاقت وقوت کی حامل دعا کو ہر مسلمان ہر روز نماز میں خداوند عالم سے کرتا ہے اور سب کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے۔

ہر دن لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ اسی طرح گڑگڑاتے ہیں اور دسیوں مرتبہ اس سے رحم وعطوفت کی درخواست کیا کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ جس پروردگار کو ہم روزانہ دسیوں مرتبہ پکارتے ہیں اسی نے ہم کو ہدایت کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی سکھایا ہے کہ ہم اس سے تمام لوگوں کی ہدایت طلب کریں اسی نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ اس دعا میں سب کی نیابت کریں اور وہ ہماری نیابت کو قبول کرتا ہے۔

کیا ان تمام باتوں کے باوجود بھی خداوند عالم کا ہماری دعا کے قبول نہ کرنے کا امکان ہے؟ ہرگز نہیں۔

ب۔صرف مومنین کیلئے دعا

جس طرح اسلامی روایات میں عام مومنین کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے اسی طرح مخصوص مومنین کا نام لیکر ان کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے۔

دعا کے اس رنگ میں الگ ہی نکھار ہے اور دعا کرنے والے کے نفس میں اس نکہت اور اثر کے علاوہ بھی ایک اثر ہے جو عمومیت کیلئے تھا کیونکہ دعا کا یہ رنگ ان منفی اثرات کو ختم کردیتا ہے جو کبھی دوطرفہ اور افراد کے اجتماعی تعلقات پر سایہ فگن ہوجاتے ہیں اور کبھی مومنین کی جماعتوں پر اثر انداز ہوجاتے ہیں کیونکہ جب مومن خداوند عالم سے اپنے مومن بھائیوں کا نام لیکر رحمت ومغفرت کی

---

(۱) سورۂ فاتحہ آیت ۶۔

دعا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دوست رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ حسد اور نفرت وغیرہ دور ہو جاتے ہیں جن کو وہ ان کی طرف سے کبھی اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

اس وقت دعا کی تین حالتیں ہوتی ہیں؟

۱۔دعا کرنے والا اللہ سے لو لگاتا ہے۔

۲۔دعا کرنے والا روئے زمین پر بسنے والی امت مسلمہ اور طول تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے دونوں سے رابطہ رکھتا ہے۔

۳۔وہ اپنے برادران اور رشتہ داروں سے رابطہ پیدا کرتا ہے اور یہ اس کی زندگی کا بہت ہی وسیع میدان ہے۔

اسلامی روایات میں نام لیکر دعا کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

ہم ذیل میں ان عناوین کے متعلق وارد ہونے والی روایات کے نمونے بیان کرر ہے ہیں:

۱۔غائب مومنین کیلئے دعا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿دعاء المرء لاخیه بظهر الغیب یدر الرزق، و یدفع المکروه﴾(۱)

''انسان کے غائب مومنین کیلئے دعا کرنے سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے اور بلائیں مشکلیں دور ہوتی ہیں''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿اوشک دعوة واسرع اجابة دعاء المرء لاخیه بظهر الغیب﴾(۲)

---

(۱)اصول کافی/۴۳۵،وسائل الشیعہ جلد۴/۱۱۴۵،حدیث/۸۸۶۷۔

(۲)اصول کافی/۴۳۵۔

''انسان کی غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے''

ابو خالد قماط سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

﴿اسرع الدعاء نجحاللاجابة دعاء الاخ لأخيه بظهر الغيب.يبدأ بالدعاء لاخيه فيقول له ملك موكّل به: آمين ولك مثلاه﴾(۱)

''غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جب انسان اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرنا شروع کرتا ہے تو دعا کرنے والے کا موکل فرشتہ اس کی دعا کے بعد آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا''

سکونی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اور آپ نے حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

﴿ليس شيء اسرع اجابة من دعوة غائب لغائب﴾(۲)

''غائب شخص کی غائب شخص کیلئے دعا جتنی جلدی قبول ہوتی ہے کوئی چیز اُتنی جلدی قبول نہیں ہوتی ہے''

جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

﴿ياعلي اربعة لاتردلهم دعوة :امام عادل،والوالد لولده ،والرجل يدعو لاخيه بظهر الغيب،والمظلوم .يقول الله عزّوجلّ:وعزّتي وجلالي لأنتصرنّ لك ولو بعد حين﴾(۳)

''اے علی، چار آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے: امام عادل، باپ کا اپنے بیٹے کیلئے دعا

---

(۱) اصول کافی ۴۳۵۔ (۲) وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۴۶، حدیث ۸۸۷۔

(۳) خصال صدوق جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ اور فقیہ جلد ۵ صفحہ ۵۲۔

کرنا، انسان کا اپنے غائب بھائی، اور مظلوم کیلئے دعا کرنا، اللہ عزوجل فرماتا ہے میری عزت وجلال کی قسم میں تمہاری مدد ضرور کرونگا اگر چہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ کروں''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿مَنْ دعا لمؤمن بظهر الغيب قال الملک :فلک بمثل ذلک ﴾(۱)

''جو انسان کسی غائب مومن شخص کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا''

حمران بن اعین سے مروی ہے:

میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

﴿اوصیک بتقوی اللّٰه وایاک والمزاح فانه یذهب بهیبة الرجل وماء وجهه،وعلیک بالدعا لاخوانک بظهر الغیب؛فانّه یهیل الرزق.یقولهاثلاثاً﴾(۲)

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، مذاق کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ اس سے انسان کی ہیبت اور اس کے چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرو چونکہ اس طرح رزق میں وسعت ہوتی ہے'' آپ نے ان جملوں کو تین مرتبہ دُہرایا''

معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿الدعاء لاخیه بظهر الغیب یسوق الیٰ الداعي الرزق،ویصرف عنه البلاء،ویقول الملک:ولک مثل ذلک ﴾(۳)

---

(۱) امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۹۵۔ بحار الانوار جلد ۹۳۔ صفحہ ۳۸۴۔

(۲) السرائر صفحہ ۴۸۴۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔

(۳) امالی طوسی ج ۲ ص ۲۹۰، بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۲۷

''اپنے کسی غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرنا رزق کی طرف دعوت دینا ہے، اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے''

ب: چالیس مومنوں کیلئے دعا

اسلامی روایات میں نام بنام چالیس مومنوں کیلئے اور انھیں اپنے نفس پر مقدم کر کے دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

علی بن ابراہیم نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: ﴿مَنْ قدّم في دعائه اربعين من المؤمنين،ثم دعا لنفسه استجيب له﴾(۱)

''جو انسان اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے چالیس مومنوں کیلئے دعا کرتا ہے اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے''

عمر بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿مَنْ قدّم اربعين رجلا من إخوانه قبل أنْ يدعو لنفسه استجيب له فيهم و في نفسه﴾(۲)

''جس نے اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے اپنے چالیس بھائیوں کیلئے دعا کی تو پروردگار عالم اس کی دعا ان کے اور خود اس کے حق میں قبول کرتا ہے''

ج: دعا میں دوسروں کو ترجیح دینا

ابو عبیدہ نے ثویر سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿انّ الملائكة اذا سمعوا المؤمن يدعو لأخيه المؤمن بظهر الغيب،او

---

(۱) المجالس صفحہ ۲۷۳؛ بحار الانوار جلد ۹۳/۳۸۴؛ وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۵۴، حدیث/۸۸۹۸۔

(۲) المجالس صفحہ ۲۷۳؛ الامالی صفحہ ۲۷۳؛ وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۱۵۴، حدیث/۸۸۹۸۔

یذکرہ بخیر،قالوا:نعم الأخ انت لأخیک،تدعو له بالخیر،وھو غائب عنک وتذکرہ بخیر،قد اعطاک اللّٰہ عزّوجلّ مثلَي ماسألت له،واثنیٰ علیک مثلي ما اثنیت علیه،ولک الفضل علیه﴾(۱)

''جب فرشتے کسی مومن کو اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتے ہوئے یا اسکو اچھائی سے یاد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ہاں وہ تمہارا بھائی ہے تم اس کیلئے خیر کی دعا کرو، وہ تمہارے پاس نہیں ہے تم اسکو خیر کے ساتھ یاد کرو خداوند عالم تم کو اسی کے مثل عطا کرے گا جو تم نے اس کیلئے خدا سے مانگا ہے ویسی ہی تعریف تمہاری ہے جو تعریف تم نے اس کیلئے کی ہے اور تمہارے لئے فضل ہے۔

یونس بن عبد الرحمٰن نے عبد اللہ بن جندب سے نقل کیا ہے:

﴿الداعی لاخیه المؤمن بظھر الغیب ینادیٰ من عنان السماء:لک بکل واحدۃ مائةالف﴾(۲)

''میں نے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے: غیر حاضر مومن کیلئے دعا کرنے والے کو عنانِ سماء سے آواز آتی ہے: تمہارے لئے ایک دعا کے عوض ایک لاکھ دعائیں ہیں''

ابن ابو عمیس نے زید نرسی سے نقل کیا ہے:

''کنت مع معاویة بن وھب فی الموقف وھو یدعو،فتفقدت دعاءہ فما رأیته یدعو لنفسه بحرف،ورأیته یدعو لرجل رجل من الآفاق ویُسمّیھم،ویُسمّي آباء ھم حتّی افاض الناس .

فقلت له :یاعمّ لقدرأیت عجباً !

---

(۱) اصول کافی ۵۳۵/، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷،وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۴۹، حدیث ۸۸۸۲/۔

(۲) رجال کشی صفحہ ۳۶۱۔

قال: وماالذي أعجبک ممارأيت؟

قلت: ايثارک اخوانک علی نفسک فی مثل هذاالموضع،وتفقدک رجلاّرجلاً.

فقال لي: لاتعجب من هٰذايابن اخي،فاني سمعت مولي...وهويقول من دعالأخيه بظهرالغيب ناداه ملک من السماء الدنيا: ياعبد اللّٰه ،لک مائة ألف وضعف ممّادعوت ..."الخ(۱)

''میں موقف (حج) میں معاویہ بن وہب کے ساتھ تھا وہ اپنے علاوہ سب کیلئے دعا کر رہے تھے اپنے لئے دعا کا ایک بھی فقرہ نہیں کہہ رہے تھے اور آفاق میں سے ایک ایک شخص اور ان کے آباؤ اجداد کا نام لے لے کر ان کیلئے دعا کر رہے تھے یہاں تک کہ سب کوچ کر گئے۔

میں نے ان کی خدمت عرض کیا: اے چچا میں نے بڑی عجیب چیز دیکھی انھوں نے کہا: تم نے کیا عجیب چیز دیکھی؟

میں نے عرض کیا: اس طرح کے مقام پر آپ کا اپنے نفس کو چھوڑ کر دوسرے برادران کے لئے دعا کرنا یہاں تک کہ ان میں سے ایک ایک کر کے سب چلے گئے۔

انھوں نے مجھ سے کہا: اے برادرزادہ اس بات سے متعجب نہ ہو میں نے اپنے مولا کو یہ فرماتے سنا ہے:... جس نے اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کی تو آسمان کے فرشتے اس کو آواز دیتے ہیں جو کچھ تم نے اس کیلئے دعا کی ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے''

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسن ؑ سے نقل کیا ہے:

﴿رأيت امي فاطمة قامت فی محرابها ليلة جمعتها،فلم تزل راكعة،ساجدة

---

(۱) عدة الداعی صفحہ/۱۲۹، بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ ۳۸۷، وسائل الشیعہ جلد۴/۱۱۴۹، حدیث/۸۸۸۵۔

حتیٰ اتضح عمود الصبح،وسمعتها تدعو للمؤمنين و المؤمنات،وتسمّيهم وتُكثر الدعاء لهم و لاتدعو لنفسها بشئ فقلت لها:ياأُماه:لم لاتدعين لنفسک،کما تدعين لغيرک ؟

فقالت:يابُنّي،الجارثم الدار ﴾(۱)

''میں نے اپنی مادر گرامی کو شب جمعہ ساری رات محراب عبادت میں رکوع وسجود کرتے دیکھا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی تھی اور آپ مومنین اور مومنات کا نام لےلیکر بہت زیادہ دعائیں کیا کرتی تھیں اوراپنے لئے کوئی دعا نہیں کرتی تھیں۔میں نے آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا :اے مادر گرامی آپ اپنے لئے ایسی دعا کیوں نہیں کرتیں جیسی دوسروں کیلئے کرتی ہیں؟

تو آپ نے فرمایا:اے میرے فرزند، پہلے ہمسایہ اور پھر گھر والے ہیں''

ابونا تانہ نے حضرت علی علیہ السلام سے اورانھوں نے اپنے پدر بزگوار سے نقل کیا ہے:

''رأيت عبد اللّٰہ بن جندب فی الموقف فلم أرموقفاً أحسن من موقفه،ما زال مادّاً يديه الی السماء و دموعه تسيل علی خديه حتّیٰ تبلغ الارض.فلماصدر الناس قلت له:ياأبامحمّد،مارأيت موقفاً أحسن من موقفک !قال:و اللّٰہ مادعوت الّا لاخواني،وذلک أنّ أباالحسن موسیٰ بن جعفرؑ أخبرني أنّه مَن دعالاخيه بظهرالغيب نُودي من العرش:ولک مائة ألف ضعف.فکرهت أن أدع مائة ألف ضعف مضمونة لواحدة لاأدري تستجاب أم لا''(۲)

''میں نے عبداللہ بن جندب کو موقف حج میں دیکھا اوراس سے بہتر میں نے کسی کا موقف

---

(۱)علل الشرائع صفحہ ۱۷/۔

(۲)امالی صدوق صفحہ ۲۷۳؛بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔

نہیں دیکھا آپ مسلسل اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوں آپ کے رخساوں سے بہہ کر زمین پر ٹپک رہے تھے، جب سب ہٹ گئے تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو محمد، میں نے آپ کے موقف سے بہتر کوئی موقف نہیں دیکھا! انھوں نے کہا: میں صرف اپنے بھائیوں کیلئے دعا کر رہا تھا اسی وقت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھکو خبر دی ہے کہ جو اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کو عرش سے ندا دی جاتی ہے: تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے: لٰہذا مجھ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کر دوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہوگی یا نہیں''

عبد اللہ بن سنان سے مروی ہے: میں عبد اللہ بن جندب کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو صفا (پہاڑی کے نام) پر کھڑے دیکھا اور دوسرے ایک سن رسیدہ آدمی کو دعا میں یہ کہتے سنا: کہ خدایا فلاں فلاں کو بخش دے جن کی تعداد کو میں شمار نہ کر سکا۔

جب وہ نماز کا سلام تمام کر چکے تو میں نے ان سے عرض کیا: میں نے آپ سے بہتر کسی کا موقف نہیں دیکھا لیکن میں نے آپ میں ایک قابل اعتراض بات دیکھی ہے۔ انھوں نے کہا کیا دیکھا؟ میں نے ان سے کہا: آپ اپنے بہت سے برادران کیلئے دعا کرتے ہیں لیکن میں نے آپ کو اپنے لئے دعا کرتے نہیں دیکھا تو عبد اللہ بن جندب نے کہا: اے عبد اللہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿مَن دعا لاخيه المؤمن بظهر الغيب نودي من عنان السماء: لک یاهذا مثل ماسألت في اخیک مائة الف ضعف فلم أحبّ أن أترُک مائه ألف ضفع مضمونة بواحدة لاادری أتستجاب ام لا﴾(۱)

---

(۱) فلاح السائل صفحہ ۴۳، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۰۔۳۹۱۔

''جس نے اپنے غیر حاضر مومن بھائی کیلئے دعا کی تو اس کو آسمان سے ندا دی جاتی ہے، جو کچھ تم نے اپنے مومن بھائی کیلئے سوال کیا ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے لہٰذا مجھ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کردوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہوگی یا نہیں''

ابن عمیر نے اپنے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ: ''کان عیسیٰ بن اعین اذاحجّ فصارالی الموقف اقبل علیٰ الدعاء لاخوانہ حتّیٰ یفیض الناس،فقیل لہ:تنفق مالک،وتتعب بدنک،حتّیٰ اذاصرت الی الموضع الذي تبث فیه الحوائج الی اللہ اقبلت علی الدعاء لاخوانک،وتترک نفسک فقال:انني علیٰ یقین من دعاء الملک لي وشک من ا لدعاء لنفسي''(۱)

''جب عیسیٰ بن اعین حج کرتے وقت موقف پر پہنچے تو انھوں نے اپنے برادران کیلئے دعا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب لوگ چلے گئے۔

ان سے سوال کیا گیا: آپ نے مال خرچ کیا، مشقتیں برداشت کیں اور آپ نے دوسرے برادران کیلئے دعائیں کیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں کی تو انھوں نے کہا: مجھ کو یقین ہے کہ فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے اور مجھے خود اپنے نفس کیلئے دعا کرنے میں شک ہے''

ابراہیم بن ابی البلاد (یا عبداللہ بن جندب) سے مروی ہے:

''قال کنت في الموقف فلماافضت لقیت ابراھیم بن شعیب،فسلّمت

---

(۱) الاختصاص صفحہ ۶۸، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲۔

علیه،وكان مصاباً باحدیٰ عینیه واذاعینه الصحیحة حمراء كأنّهاعلقة دم ،فقلت له:قد أصیت باحدیٰ عینیک ،وانامشفق لک علی الاخریٰ فلوقصرت عن البكاء قلیلاً

قال :لاوالله یاأبامحمّد ،مادعوت لنفسي الیوم بدعوة ؟.

فقلت :فلمن دعوت ؟

قال:دعوت لاخواني:سمعت اباعبدالله علیّه السلام یقول:مَن دعا لاخیّه بظهرالغیب،وكّل الله به ملكاً یقول:ولک مثلاه فاردت ان اكون انماادعو لاخواني ویكون الملک یدعولي لاني في شک من دعائي لنفسي،ولست في شک من دعاء الملک لي"(۱)

"جب میں موقف میں تھا تو میری ابراہیم بن شعیب سے ملاقات ہوئی میں نے ان کوسلام کیا توان کی ایک آنکھ پر مصیبت کے آثار نمایاں تھے اوران کی صحیح آنکھ اتنی سرخ تھی گویا خون کا ٹکڑا ہوتو میں نے ان سے کہا:تمہاری ایک آنکھ خراب ہوگئی ہے لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کم گریہ کریں اور دوسری آنکھ کی خیر منائیں۔

انھوں نے کہا:اے ابومحمد خدا کی قسم آج میں نے اپنی ذات کیلئے ایک بھی دعانہیں کی ہے

میں نے کہا:تو آپ نے کس کیلئے دعا کی ہے؟

انھوں نے کہا:میں نے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے:کیونکہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا ہے:جس نے اپنے غائب (غیر حاضر) مومن بھائی کیلئے دعا کی تو خداوند عالم اس پرایک ایسے فرشتہ کومعین فرمادیتا ہے جو یہ کہتا ہے:تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے۔میں نے اسی مقصد وارادہ سے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے اور فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے مجھے اس سلسلہ میں کوئی

---

(۱)الاختصاص صفحہ۸۴،بحارالانوارجلد۹۳صفحہ۳۹۲۔

شک ہی نہیں ہے حالانکہ مجھکو اپنی ذات کیلئے دعا کرنے میں شک ہے''

۳۔والدین کیلئے دعا!

والدین کے ساتھ نیکی کرنا ان کے حق میں دعا کرنا ہے اور نیز ان کے ساتھ احسان کرنے کے بہت زیادہ مصادیق ہیں۔

انسان اُن کی طرف سے صدقہ دے،ان کی طرف سے حج بجالائے ،ان کی نمازیں ادا کرے،ان کیلئے دعا کرے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿مايمنع الرجل منكم ان يبرّ والديه حيين اوميتين يصلي عنهما،و يتصدق عنهما،ويصوم عنهما ،فيكون الذي صنع لهما،وله مثل ذالک،فيزيده اللّٰه عزّوجلّ ببرِّه (وصلته)خيراً كثيراً﴾

''تم میں سے ہر انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنا چاہئے چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ ان کی نمازیں ادا کرے،ان کی طرف سے صدقہ دے،حج بجالائے اور ان کے روزے رکھے پس جو کچھ وہ ان کیلئے کرے گا ویسا ہی اس کیلئے ہوگا اللہ عزوجل اس کی نیکیوں اور صلہ میں بہت زیادہ اضافہ کرے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

كان ابی يقول:خمس دعوات لايحجبن عن الرّب تبارک وتعالیٰ :

۱۔دعوة الامام المقسط .

۲۔و دعوة المظلوم،يقول اللّٰه عزّوجلّ :لأنتقمن لک ولوبعد حين .

۴۔ودعوة الوالد الصالح لولده .

۵۔ودعوة المؤمن لاخيه بظهر الغيب،فيقول:ولک مثلاه .(۱)

''میرے والد بزرگوار کا فرمان ہے: پانچ دعائیں ایسی ہیں جن کے مابین اللہ سے کوئی حجاب نہیں:

۱۔عادل امام کی دعا۔

۲۔مظلوم کی دعا، اللہ عز و جل کہتا ہے: میں تیرا انتقام ضرور لوں گا اگر چہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ لوں۔

۳۔نیک اولاد کی اپنے والدین کیلئے دعا۔

۴ نیک باپ کا اپنے فرزند کیلئے دعا کرنا۔

۵۔مومن کا اپنے غائب (غیر حاضر) بھائی کیلئے دعا کرنا، اس سے کہا جاتا ہے: تمہارے لئے بھی اس کے مثل ہے''

والدین کیلئے دعا کرنے کے سلسلہ میں صحیفہ سجادیہ میں دعا وارد ہوئی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاخْصُصْ اَبَوَيَّ بِاَفْضَلِ مَاخَصَصْتَ بِهِ آبَاءَ عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاُمَّهَاتِهِمْ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لاتُنْسِنِي ذِكْرَهُمَافِي اَدْبَارِ صَلَوَاتِيْ كلّ آن وَفِيْ اِنَامِنْ آنَاءِ لَيْلِيْ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ نَهَارِيْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاغْفِرْ لِيْ بِدُعَائِيْ لَهُمَا وَاغْفِرْلَهُمَا بِبِرِّهِمَا بِيْ مَغْفِرَةً حتماً وَارْضَ عَنْهُمَا بِشَفَاعَتِيْ لَهُمَا رِضىً عَزْماً وَبَلِّغْهُمَا بِالْكَرَامَةِ مَوَاطِنَ السَّلامَةِ اَللّٰهُمَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتِکَ لَهُمَا فَشَفِّعْهُمَا فِيَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتَکَ لِيْ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِمَا حَتّیٰ نَجْتَمِعَ بِرَا فَتِکَ فِيْ دَارِ كَرَامَتِکَ وَمَحَلِّ مَغْفِرَتِکَ وَرَحْمَتِکَ﴾

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد۴/۱۱۵۳، حدیث/۸۸۹۵۔

''خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے والدین کو وہ بہترین نعمت عطا فرما جو تو نے اپنے بندگان مومنین میں کسی والدین کو بھی عطا فرمائی ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، خدایا! مجھے ان کی یاد سے غافل نہ ہونے دینا نہ نمازوں کے بعد اور نہ رات کے لمحات میں اور نہ دن کی ساعات میں، خدایا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری دعائے خیر کے سبب انھیں بخش دے اور میرے ساتھ ان کی نیکیوں کے بدلہ ان کی حتمی مغفرت فرما اور میری گذارش کی بنا پر ان سے مکمل طور پر راضی ہو جا اور اپنی کرامت کی بنا پر انھیں بہترین سلامتی کی منزل تک پہنچا دے، اور خدایا! اگر تو انھیں پہلے بخش چکا ہے تو اب انھیں میرے حق میں شفیع بنا دے اور اگر میری بخشش پہلے ہو جائے تو مجھے ان کے حق میں سفارش کا حق عطا کر دینا کہ ہم سب ایک کرامت کی منزل اور مغفرت و رحمت کے محل میں جمع ہو جائیں''

۴۔اپنی ذات کیلئے دعا!

یہ دعا کی منزلوں میں سے آخری منزل ہے پہلی منزل نہیں ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ اسلام انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے معیشتی امور میں نیز دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں ناچیز سمجھے اور دوسروں کو خود پر ترجیح دے جس طرح اسلام انسان سے یہی مطالبہ دعا کے سلسلہ میں بھی کرتا ہے۔

لیکن انسان کو خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت اپنے نفس کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کو اپنی ذات کیلئے اللہ سے کیا سوال کرنا چاہئے؟ اور ہمیں کیسے دعا کرنا چاہئے؟

ہم اس سلسلہ میں انشاء اللہ عنقریب بحث کریں گے۔

الف۔ ہر لازم چیز کیلئے دعا!

ہم کو خداوند عالم سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں طلب کرنی چاہئیں جو ہماری دنیا و

آخرت کیلئے اہم ہیں۔ہم کو اس سے ہر برائی اور شر سے اپنی دنیا و آخرت میں دور رہنے کا سوال کرنا چاہئے بیشک خیر کی تمام کنجیاں اور اس کے اسباب خداوند عالم کے پاس ہیں کوئی چیز اس کے ارادے کے متحقق ہونے میں مانع نہیں ہوسکتی ہے، نہ ہی کوئی چیز اس کو عاجز کرسکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے بندوں پر خیر اور رحمت کرنے میں بخل کرتا ہے۔

جب خداوند عالم کسی چیز کے عطا کرنے اور دعا مستجاب کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا ہے تو یہ کتنی بری بات ہے کہ انسان اللہ سے سوال اور دعا کرنے میں بخل سے کام لے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿لو انّ اوّلکم و آخرکم وحیّکم ومیّتکم اجتمعوا فتمنّیٰ کلّ واحد ما بلغت امنیّته فأعطیته،لم ینقص ذلک من ملکي﴾(۱)

''اگر تمہارے پہلے اور آخری، مردہ اور زندہ جمع ہوکر مجھ سے اپنی اپنی آرزو بیان کریں تو میں ہر ایک کی آرزو پوری کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿لو انّ اهل سبع سماوات وأرضین سألوني جمیعاً،واعطیت کلّ واحد منهم مسألته مانقص ذلک من ملک وکیف ینقص ملک أنا قیّمه﴾(۲)

''اگر ساتوں زمین اور آسمان والے مل کر مجھ سے سوال کریں تو میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی اور کمی آئے بھی کیسے جب میں نے ہی خود اس کو خلق کیا ہے''

---

(۱)بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔

(۲)بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی حدیث میں آیا ہے:

﴿سلوا اللّٰہ واجزلوا؛فانّه لایتعاظمه شيءٌ﴾(۱)

''خداوند عالم سے مانگو اور زیادہ مانگو چونکہ اس کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں ہے''

روایت کی گئی ہے:

﴿لاتستکثروا شیئاًمماتطلبون؛فماعنداللّٰہ اکثر﴾

''اپنی دعاؤں میں کسی چیز کو زیادہ مت سمجھو چونکہ خداوند عالم کے نزدیک جو کچھ بھی ہے زیادہ ہے''

اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں دعا میں ہر خیر کی طلب اور ہر برائی سے دور رہنے کیلئے خداوند عالم سے سوال کرنا عام طور پر بیان ہوا ہے۔

ہم ذیل میں بعض نمونے بیان کررہے ہیں:

رجب المرجب کے مہینہ میں نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا وارد ہوا ہے:

﴿یَامَنْ یُعْطِي الْکَثِیْرَبِالْقَلِیْلِ یَامَنْ یُعْطِيْ مَنْ سَأَلَهُ یَامَنْ یُعْطِيْ مَنْ لَمْ یَسْأَلْهُ وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْهُ تَحَنُّنَامِنْهُ وَرَحْمَةً اَعْطِنِي بِمَسْئَلَتِيْ اِیَّاکَ جَمِیْعَ خَیْرِالدُّنْیَاوَجَمِیْعَ خَیْرِ الآخِرَةِ وَاصْرِفْ عَنِّيْ بِمَسْئَلَتِيْ اِیَّاکَ جَمِیْعَ شَرِّالدُّنْیَاوَشَرِّالآخِرَةِفَاِنَّهُ غَیْرُ مَنْقُوْصٍ مَااَعْطَیْتَ وزدني مِنْ فَضْلِکَ یَاکَرِیْمُ﴾

''اے وہ خدا جو کم کے مقابلہ میں زیادہ عطا کرتا ہے، اے وہ خدا جو سوال کرنے والے اور سوال نہ کرنے والے دونوں کو عطا کرتا ہے اور جو اس کو نہ پہچانے، میرے سوال کرنے کی بنا پر مجھ کو بھی اپنی رحمت ولطف سے عطا کر، دنیا کی کل نیکی اور آخرت کی تمام نیکیاں، میرے سوال کے مطابق مجھ

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

کو عطا کردے اور دنیا و آخرت کی تمام برائیاں مجھ سے دور فرما دے کیونکہ تیری عطا میں نقص نہیں ہے اور میرے لئے اپنے فضل کو زیادہ کرا ے کریم!''

﴿اللّهم انّي اسألک مفاتح الخير وخواتمه وسوابغه وفوائده وبركاته ومابلغ علمه علمي وماقصرعن احصائه حفظي﴾

﴿يَامَنْ هُوَفِي عُلُوِّهِ قَرِيبٌ،يَامَنْ هُوَفِي قُرْبِهِ لَطِيفٌ صَلِّ علىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ محمّد اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُکَ لِدِيْنِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ﴾

''خدایا میں تجھ سے خیر کی کنجیاں، عاقبت بخیر، نعمتیں، فوائد برکات نیز جس کا علم مجھے نہیں ہوسکا ہے اور جس چیز کا احاطہ کرنے سے میری یادداشت قاصر ہے سب کا سوال کرتا ہوں''

اے وہ خدا جو اپنی برتری میں قریب ہے اے وہ خدا جو اپنے قرب میں لطیف ہے درود ورحمت ہو محمد و آل محمد پر، اے خدا میں تجھ سے اپنے دین، دنیا اور آخرت میں خیر کی دعا کرتا ہوں اور تمام برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں''

﴿وَاَدْخِلْنِىْ فِىْ كُلِّ خَيْرٍ اَدْخَلْتَ مُحَمَّداًوَآلَ مُحَمَّدٍوَاَخْرِجْنِي مِنْ كُلِّ اَخْرَجْتَ مِنْهُ مُحَمَّداًوَآلَ مُحَمَّد﴾

''اے میرے مولا مجھ کو ہر اس نیکی میں داخل کردے جس میں تو نے محمد و آل محمد کو داخل کیا ہے اور مجھ کو ہر اس برائی سے نکال دے جس سے تو نے محمد و آل محمد کو نکال دیا ہے''

﴿وَاكْفِنِي مَااَهَمَّنِي مِنْ اَمْرِ دُنْيَايَ وَآخِرَتِي﴾

''اور مجھ کو دنیا و آخرت کے ان امور سے محفوظ رکھ جو میرے لئے دشواری کا سبب ہیں''

﴿اَللّٰهُمَّ لاتَدَعْ لِي ذَنْباًاِلّاغَفَرْتَهُ وَلاهَمّاًاِلّافَرَّجْتَهُ وَلاسُقْماًاِلّاشَفَيْتَهُ وَلا عَيْباًاِلّاسَتَرْتَهُ وَلارِزْقاًاِلّابَسَطْتَهُ وَلاخَوْفاًاِلّاآمَنْتَهُ وَلاسُوْءًاِلّاصَرَفْتَهُ وَلاحَاجَةً هِيَ

لَکَ رِضاً وَلِیَ فِیھَا صَلاحٌ اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾

''خدایا! میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر تو اس کو بخش دے اور نہ کسی غم کو مگر اس کو خوشی سے بدل دے اور نہ کسی مرض کو مگر یہ کہ تو شفا دیدے اور نہ کسی عیب کو مگر اس کو چھپا دے نہ کسی رزق کو مگر اسے زیادہ کردے اور نہ کسی خوف کو مگر اس سے امان دیدے اور نہ کسی برائی کو مگر اسے دور کردے اور نہ کسی حاجت کو جس میں تیری رضا اور جس میں میرے لئے صلاح ہو مگر تو اس کو پورا کردے اے سب سے بڑے رحم کرنے والے''

﴿یَا مَنْ بِیَدِہِ مَقَادِیْرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ وَبِیَدِہ مَقَادِیْرَ النَّصْرِ وَالْخُذْلَان، وَبِیَدِہ مَقَادِیْرَ الغِنیٰ وَالْفَقْرِ وَبِیَدِہ مَقَادِیْرَ الخَیْرِ وَالشّرّ، صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ محمد، وَبَارِکْ لِيْ فِيْ دِیْنِيْ الَّذِيْ ھُوَ مِلاکُ اَمْرِيْ وَدُنْیَايَ الَّتِيْ فِیْھَا مَعِیْشَتِيْ، وَآخِرَتِيْ الَّتِيْ اِلَیْھَا مُنْقَلِبِيْ وَبَارِکْ لِيْ فِيْ جَمِیْعِ اُمُوْرِيْ... اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ مَکَارِہِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ﴾

''اے وہ ذات جس کے اختیار میں دنیا و آخرت کے اندازے ہیں کامیابی اور شکست کے اندازے ہیں مالداری اور غربت کا اختیار ہے محمد و آل محمد پر درود بھیج اور مجھے میری اس دنیا میں برکت دے جو میرے امر کا معیار ہے اور اسی دنیا میں برکت دے جس میں میری روزی ہے اور اس آخرت میں برکت دے جہاں مجھے جانا ہے میرے تمام امور میں برکت دے... میں زندگی اور موت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ناگواریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

﴿أسألک بنور وجھک الذي اشرقت بہ السماوات وانکشفت بہ الظلمات وصلح علیہ امر الاولین والاخرین ان تصلي علی محمّد وآل محمّد وان تصلح لي شأني کلّہ ولاتکلني الي نفسی طرفۃ عین ابداً﴾

''میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے صدقہ میں سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ آسمان

چمکے تاریکیاں چھٹ گئیں اور اس پر آنے والوں اور گذر جانے والوں کا معاملہ درست ہوا تو محمد و آل محمد پر درود بھیج اور یہ کہ تو میرے لئے میرے پورے معاملہ کو درست کر دے اور مجھ کو ایک لمحہ کیلئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر"

سحری سے متعلق دعا میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اكْفِنِي الْمُهِمَّ كُلَّهُ،وَاقْضِ لِيْ بِالْحُسْنىٰ،وَبَارِكْ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِيْ وَاقْضِ لِيْ جَمِيْعَ حَوَائِجِيْ اللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ مَااَخَافُ تَعْسِيْرَهُ فانّ تيسير مااخاف تعسيره عليك يسير وسهّل لي مااخاف حزونته ونفّس عني مأأخاف ضيقه و كفّ عني مأأخاف غمّه و اصرف عنى مأأخاف بليّته﴾

"اور ہمارے تمام اہم امور کے لئے کافی ہو جا اور انجام بخیر کر اور مجھ کو برکت دے تمام امور میں اور میری تمام حاجتوں کو پورا کر خدایا! میرے لئے آسان کر جس کی سختی سے میں ڈرتا ہوں اس کا آسان کرنا تیرے لئے بہت سہل ہے اور سہل بنا دے اس کو جس کی دشواری سے میں خوف زدہ ہوں اور جس کی تنگی سے میں خوفزدہ ہوں اس میں کشادگی عطا کر اور جس کے غم سے خوف زدہ ہوں اس کو روک دے اور جس کی مصیبت سے میں خوف زدہ ہوں اس کو مجھ سے دور کر دے"

اور دعاء الاسحار میں آیا ہے:

﴿وَهب لي رحمة واسعة جامعة اطلب بهاخير الدنيا و الآخرة﴾

"اور مجھ کو وسیع اور کامل رحمت عطا کر جس سے میں دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکوں"

ب۔ بڑی حاجتیں چھوٹی حاجتوں پر پردہ نہ ڈال دیں

کبھی کبھی ہم میں سے بعض افراد اپنی چھوٹی چھوٹی حاجتوں کو خداوند عالم سے مانگنے کو عیب سمجھتے ہیں لیکن انسان کو پروردگار عالم سے مختلف چیزوں کے متعلق سوال کرنا چاہئے چاہے حاجت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو خدا سے سوال کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھنا چاہئے۔

بندہ پروردگار عالم سے اپنی تمام حاجتوں اور کمزوریوں کو چھپاتا ہے لیکن ہماری تمام حاجتیں، ہمارا نقص یہاں تک کہ جن حاجتوں کو ہم خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے پیش کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے ہیں وہ ان سب سے آگاہ ہے۔

خداوند عالم سے بڑی بڑی حاجتوں اور سوالات کرنے سے چھوٹی چھوٹی حاجتوں پر پردہ ڈالنا سزاوار نہیں ہے۔

خداوند عالم اپنے بندے سے اس کی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں میں اس سے رابطہ برقرار رکھنے کو پسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے ہمیشہ رابطہ رکھنا چاہتا ہے اور یہ جاودانہ رابطہ اس وقت تک برقرار نہیں رہ سکتا جب تک بندہ خداوند عالم سے اپنی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں کا سوال نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿سلوا اللّٰہ عزّوجلّ مابدا لکم من حوائجکم حتّی شسع النعل،فانّہ انْ لم ییسرہ لم یتیسر﴾

"تم اپنی تمام حاجتیں یہاں تک کہ جوتے کے تسمہ کو بھی خدا سے مانگو چونکہ اگر اس کو خدا نہیں دیگا تو نہیں ملے گا"

یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿لیسأل احدکم ربّہ حاجاتہ کلّھا،حتّیٰ یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع﴾(۱)

"تم میں سے ہر ایک کو خداوند عالم سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی خدا سے مانگنا چاہئے"

---

(۱) مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۲، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۵۔

اور یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿لاتعجزوا عن الدعاء فانّه لم یهلک أحدٌ مع الدعاء،ولیسأ ل احدُکم ربّه حتّیٰ یسأله شسع نعله اذا انقطع ،واسألوا اللّٰه مِنْ فضله ؛فانّه یحبّ انْ یسأل﴾(۱)

''تم دعا کرنے سے عاجز نہ ہونا؛ چونکہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوا،تم میں سے ہر ایک کو خداوند عالم سے سوال کرنا چاہئے یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اسیؔ سے مانگنا چاہئے اور تم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو چونکہ خداوند عالم اس چیز کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے''

سیف تمار سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا ہے:

﴿علیکم بالدعاء؛فانّکم لاتتقربون بمثله،ولاتترکوا صغیرة لصغرها أنْ تسألوها،فانّ صاحب الصغائر هو صاحب الکبائر﴾(۲)

''تم پر دعا کرنا ضروری ہے چونکہ تم دعا کے مانند کسی اور چیز سے خداوند عالم کے قریب نہیں ہو سکتے اور چھوٹی چیزوں کے بارے میں اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق سوال کرنا نہ چھوڑ دو اس لئے کہ جو چھوٹی چیزوں کا مالک ہے وہی بڑی چیزوں کا مالک ہے''

حدیث قدسی میں آیا ہے:

﴿یاموسیٰ سلني کلّ ماتحتاج الیه،حتّیٰ علف شاتک وملح عجینک﴾(۳)

''اے موسیٰ مجھ سے ہر چیز کا سوال کرو یہاں تک کہ اپنی بکریوں کے چارے اور اپنے آٹے

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳،المجالس صفحہ ۱۹،وسائل الشیعہ جلد ۴/۱۰۹۰،حدیث ۸۶۳۵/۱اصول کافی ۵۱۶/

(۳) عدۃ الداعی صفحہ ۹۸۔

کے نمک کیلئے بھی مجھ سے سوال کرو"

دعا کے سلسلہ میں ان چیزوں پر زور دینے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان دعا کرنے کی وجہ سے عمل میں سستی کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ جو عمل انجام دے رہا ہے اس تکیہ نہ کرے اور اس عمل کے سلسلہ میں اس کی امید و آرزو خداوند عالم کی ذات سے ہو۔

دوسرے یہ کہ انسان اپنے تمام لوازمات دعا انجام دیتے وقت اپنی حاجتوں اور خدا کے درمیان رابطہ برقرار رکھے۔

مذکورہ دونوں چیزوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اللہ سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ، اپنے حیوان کیلئے چارہ اور آٹے کیلئے نمک کا بھی اسی سے سوال کرے، جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

ج: خداوند عالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے

جہاں ہم پروردکار عالم سے ہر چیز مانگتے ہیں وہیں پر ہمیں اس سے بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے

جس طرح ہمیں پروردگار عالم سے چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگنے میں ندامت نہیں ہونی چاہئے جیسے حیوان کے لئے چارہ، جوتے کا تسمہ اور آٹے کے لئے نمک اسی طرح ہمیں اس سے بڑی بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے چاہے وہ کتنی ہی بڑی و عظیم کیوں نہ ہو۔

ربیعہ بن کعب سے مروی ہے:

﴿قال لي ذات يوم رسول اللهﷺ: ياربيعة خدمتني سبع سنين، افلا تسألني حاجة؟ فقلت يارسول الله امهلني حتّیٰ افكر. فلمّا اصبحت و دخلت عليه قال لي: ياربيعة هات حاجتک، فقلت: تسأل الله ان يدخلني معک الجنة، فقال لي: مَنْ

علّمک هذا ؟فقلت :یارسول اللّٰه ماعلّمني احد لکن فکرّت في نفسي وقلت:انْ سألتهُ مالاً کان الیٰ نفاد،وان سألته عمرا طویلاواولاداً کان عاقبتهم الموت.قال ربیعة :فنکس رأسه صلی اللّٰه علیه وآله ساعة ثم قال:افعل ذلک،فاعنّي بکثرة السجود.قال وسمعته یقول:ستکون بعدي فتنة،فاذاکان ذلک فالتزمواعلي بن ابي طالب علیه السلام(۱)

''مجھ سے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ تم سات سال سے میری خدمت کررہے ہو کیا مجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کروگے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے غور وفکر کرنے کی مہلت دیجئے۔جب میں اگلے روز صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا: اے ربیعہ مجھ سے اپنی حاجت بیان کرو۔

میں نے عرض کیا: خدا سے دعا فرمادیجئے کہ وہ مجھکو آپ کے ساتھ جنت میں داخل کرے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو یہ کس نے سکھایا ہے؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھے کسی نے نہیں سکھایا میں نے بذات خود غور وفکر کیا کہ اگر میں آپ سے مال کا سوال کروں تو وہ ختم ہو جایگا، اگر میں آپ سے اپنی طولانی عمر اور اولاد کا سوال کروں تو یقیناً ایک دن موت ضرور آئیگی۔

ربیعہ کا کہنا ہے کہ آپ نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا: خدا ایسا ہی کرے، لہٰذا تم بہت زیادہ (سجدے) عبادت کیا کرو۔

ربیعہ کہتے ہیں میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے: عنقریب میرے بعد فتنہ بپا ہوگا اور جب ایسا ہو جائے تو تم پر علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت کرنا واجب ہے''

---

(۱) بحارالانوار جلد۹۳۔صفحہ۳۲۷۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

''كان النبی صلى الله عليه وآله وسلم اذا سئل شيئا فاذا اراد ان يفعله قال: نعم. و اذا اراد ان لا يفعل سكت، و كان لا يقول لشيءٍ لا فأتاه اعرابي فسأله فسكت ،ثم سأله فسكت، ثم سأله فسكت. فقال صلى الله عليه وآله وسلم. كهيئة المسترسل: ماشئت يااعرابي؟ فقلنا: الآن يسأل الجنّة، فقال الاعرابی: أسألك ناقة ورحلها وزاداً. قال: لك ذلك، ثم قال صلى الله عليه وآله وسلم: كم بين مسألة الاعرابي وعجوز بنى اسرائيل؟ ثم قال: انّ موسىٰ لمّا اُمر أن يقطع البحر فأنتهىٰ اليه وضربت وجوه الدواب رجعت، فقال موسىٰ: يارب مالي؟ قال: ياموسىٰ انّك عند قبر يوسف فأحمل عظامه، وقد استوىٰ القبر بالارض، فسأل موسىٰ قومه: هل يدري احد منكم اين هو؟ قالوا: عجوز لعلّها تعلم، فقال لها: هل تعلمين؟ قالت: نعم، قال: فدلينا عليه، قالت: لا والله حتّى تُعطيني ماأسئلك، قال: ذلك لك، قالت: فإنى أسألك أن أكون معك فى الدرجة الّتي تكون فى الجنّة، قال: سلي الجنّة. قالت: لا والله الّا أن أكون معك، فجعل موسىٰ يراود فأوحىٰ اللّه اليه: أن أعطها ذلك: فإنّها لاتنقصك، فأعطاها ودلّته على القبر''(۱)

''جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو اگر آپ کا ارادہ اس فعل کے انجام کے متعلق ہوتا تھا تو آپ فرماتے تھے: ہاں اور اگر آپ کا ارادہ اس کے انجام نہ دینے کا ہوتا تھا تو آپ ساکت رہتے تھے۔

اور آپ کسی بھی چیز کے سلسلہ میں ''نہیں'' نہیں فرماتے تھے، ایک اعرابی نے آپ کی

---

(۱) بحاالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۷۔

خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ خاموش رہے، اس نے پھر سوال کیا تو آپ پھر خاموش رہے، پھر اس نے سوال کیا، آپ پھر خاموش رہے، تو آپ نے فرمایا:

اے اعرابی تو کیا چاہتا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا کہ اب یہ جنت کے سلسلہ میں سوال کرے گا۔

اعرابی نے کہا: میں آپ سے ناقہ، سواری اور زادراہ چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہاں تجھ کو عطا کیا جائیگا، پھر آپ نے فرمایا: اس اعرابی اور اس بنی اسرائیل کی بڑھیا کے درمیان کتنا فرق ہے؟ پھر فرمایا: جب موسیٰ کو دریا پار کرنے کا حکم ملا اور آپ دریا کے کنارے پہونچ گئے تو موسیٰ نے جانوروں کو آگے بڑھانا چاہا لیکن جانور واپس آ گئے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پالنے والے میرے لئے کیا فرمان ہے؟

فرمایا: اے موسیٰ تم حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو اور ان کی ہڈیوں کو اٹھا لو جبکہ قبر زمین کے برابر ہو چکی تھی۔

جناب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے سوال کیا: کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے؟

قوم نے کہا: ایک بڑھیا ہے شاید وہ جانتی ہے؟

بڑھیا سے سوال کیا: کیا تم جانتی ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں آپ نے فرمایا: تو ہمیں بتاؤ کہاں ہے؟

بڑھیا نے کہا: خدا کی قسم میں اس وقت تک قبر کا پتہ نہیں بتاؤنگی جب تک آپ میرے سوال کا جواب نہیں دیں گے۔

آپ نے فرمایا: جو تم مانگو گی وہی دیا جائیگا، اس نے کہا: میں جنت میں آپ کے ساتھ اسی درجہ میں رہوں جس میں آپ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں تم جنت میں رہو گی اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم میں جب تک آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم جنت کا سوال کرو۔ تو بڑھیا نے کہا: میں اس

سے کم پر راضی نہیں ہوں ۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کچھ پس و پیش کرنے لگے تو اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: اگر آپ اس کو عطا کر دیں گے تو جنت میں کمی نہیں آئیگی تو آپ نے اس کو عطا کر دی اور اس نے قبر کا نشان بتایا''

د۔ دعا کر کے سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کر دینا

دعا میں خداوند عالم سے یہ طلب کرنا کہ وہ اپنی تدبیر کے ذریعہ ہم کو اپنی تدبیر سے بے نیاز کر دے اور اپنی رحمت و حکمت کو ہمارے امر کا ولی بنا دے اور ہمارے نفسوں پر کسی چیز کو موکول نہ کرے، دعاء عرفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اَغْنِنِيْ بِتَدْبِیْرِکَ لِيْ عَنْ تَدْبِیْرِيْ،وَبِاخْتِیَارِکَ عَنْ اِخْتِیَارِيْ﴾

''میرے خدا مجھ کو اپنی تدبیر کے ذریعہ میری تدبیر سے بے نیاز کر اور اپنے اختیار کے مقابلہ میں میرے اختیار سے بے نیاز کر''

اور مناجات شعبانیہ میں آیا ہے: ﴿وَتَوَلَّ مِنْ اَمْرِيْ مَااَنْتَ اَھْلُهُ﴾

''خدایا! جس چیز کا تو اہل ہے میرے امر میں سے اس کا تو ذمہ دار ہوگا''

یہ بھی وارد ہوا ہے: ﴿حَسْبِيْ عَنْ سُؤَالِيْ عِلْمه بِحَالِيْ﴾(۱) ''میرے سوال کرنے سے اس کا میرے حال سے واقف ہونا ہی کافی ہے''

مروی ہے: جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں میری حاجت تو ہے لیکن تجھ سے نہیں، ﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ،وَنِعْمَ الْوَکِیْل﴾

اس کے بعد میکائل نے عرض کیا: اگر آپ کا ارادہ آگ کو بجھانے کا ہے تو میں آگ کو

---

(۱) بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵۔

بجھادوں گا چونکہ بارش اور پانی کا خزانہ میرے اختیار میں ہے۔

آپ نے فرمایا: میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

اس کے بعد ہوا کے فرشتہ نے آ کر عرض کیا: اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو اڑا دوں آپ نے فرمایا: میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جبرئیل نے کہا: تو پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کیجئے آپ نے فرمایا: خداوند عالم کو میرے حالات کا علم ہے"(۱)

اس کا مطلب دعا سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب بندہ کا تدبیر میں اپنے امر کو اللہ کے حوالہ کر دینا ہے۔

اس کو ہر امر میں اللہ کی طرف تفویض سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سختیوں اور بلاؤں میں اللہ کی تقدیر، قضا، حکمت اور تدبیر پر اعتماد رکھنا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

﴿اِلٰهِي اِنَّ اِخْتِلَافِ تَدْبِيرِکَ وَ سُرْعَةَ طَوَاءَ مَقَادِيرِکَ مَنَعا عِبَادِکَ الْعَارِفِيْنَ بِکَ عَنِ السُّکُوْنِ اِلیٰ عَطَاءٍ وَالْيَأْسُ مِنْکَ فِیْ بَلَاءٍ﴾

"میرے معبود! بیشک تیری تدبیر کی تبدیلی اور تیرے مقدارات کے سریع تغیرات نے تیرے عارف بندوں کو پر سکون عطا اور مصیبت میں ناامید ہونے سے روک دیا ہے"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک تیرے عارف بندے کسی عطا پر راضی نہیں ہوتے وہ عطا چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور کسی مصیبت میں تجھ سے مایوس نہیں ہوتے وہ بلا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ تیرے احکام اور بندوں کے سلسلہ میں فیصلہ بہت جلد ہوتا ہے نیز ایک

---

(۱) بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵۔

حالت سے دوسری حالت کی جانب تیری تدبیر بدلتی رہتی ہے لہٰذا تیرے بندے عطا اور روزی پر مطمئن نہیں ہوتے اور تیری رحمت سے کسی مصیبت میں مایوس نہیں ہوتے البتہ تیری رحمت پر مطمئن رہتے ہیں اور تیرے فضل سے مایوس نہیں ہوتے ہیں''

امام حسینؑ کے اسی مفہوم کی، قرآن کریم کی یہ آیت براہ راست عکاسی کر رہی ہے:

﴿لِکَیْلاَ تَاسَوْا عَلیٰ مَافَاتَکُمْ وَلاتَفْرَحُوْا بِمَا آتَاکُمْ﴾(۱)

''یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو''

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: زہد قرآن کے ان دو کلموں میں ہے:

﴿لِکَیْلاَ تَاسَوْا عَلیٰ مَافَاتَکُمْ وَلاتَفْرَحُوْا بِمَا آتَاکُمْ﴾(۲)

''یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو''

جب خداوند عالم نے بندوں کو اس کے قضا وقدر پر اعتماد اور اپنے تمام امور کو خدا پر واگذار کرنے کی توفیق عطا کر دی ہے ...تو بندہ اس وقت خوشی اور غم میں اللہ کے قضا وقدر پر سکون محسوس کرتا صرف اس کی عطا پر نہیں، اور نہ ہی وہ مصیبتوں میں مایوس ہوتا ہے۔

ماثورہ دعاؤں میں اس معنی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے مشہور ومعروف زیارت امین اللہ میں آیا ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ فَاجْعَلْ نَفْسِي مُطْمَئِنَّةً بِقَدَرِکَ رَاضِیَةً بِقَضَائِکَ، مَوْلَعَةً

---

(۱) سورہ حدید آیت/۲۳۔

(۲) سورہ حدید آیت/۲۳۔

بِذِکْرِکَ وَدُعَائِکَ صَابِرَةً عِنْدَ نُزُوْلِ بَلَائِکَ شَاکِرَةً لِفَوَاضِلِ نِعَمَائِکَ﴾

''خدایا! میرے نفس کو اپنے قدر پر مطمئن اور اپنے قضا پر راضی کر دے، اپنے ذکر و دعا کا شیدائی بنا دے اور اپنے خالص اور برگزیدہ اولیاء کا محبت کرنے والا بنا دے اور اپنے آسمان و زمین میں محبوب کر دے اور اپنی بلا کے نزول پر صابر اور اپنی بہترین نعمتوں پر شاکر بنا دے اپنی تمام نعمتوں کا یاد کرنے والا''

حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام دعا میں فرماتے ہیں:

﴿وَالْهِمْنَا الْاِنْقِيَادَ لِمَا اَوْرَدْتَ عَلَيْنَا مِنْ مَشِيَّتِکَ حَتّٰى لَانُحِبُّ تَاخِيْرَمَا عَجَّلْتَ، وَلَاتَعْجِيْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَانَكْرَهُ مَا اَحْبَبْتَ وَلَانَتَخَيَّرَمَا كَرِهْتَ﴾(۱)

''ہمیں اس مشیت کی اطاعت کا الہام عطا فرما جو تو نے ہم پر وارد کی ہے تاکہ جو چیز جلدی سامنے آجائے ہم اس کی تاخیر کے خواہاں نہ ہوں اور جو چیز دیر میں آئے اس کی عجلت کے طلبگار نہ ہوں تیری محبوب اشیاء کو مکروہ نہ سمجھیں اور تیری ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار نہ کریں''

دعا کے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

﴿وطيب بقضائک نفسي ووسّع بمواقع حكمک صدري ووهب لي الثقة لأقرمعها بانّ قَضَائک لم يجرالّا بالْخَيِرةِ﴾(۲)

''اور میرے نفس کو اپنے فیصلہ سے مطمئن کر دے اور میرے سینہ کو اپنے فیصلوں کیلئے کشادہ بنا دے مجھے یہ اطمینان عطا فرما دے کہ میں اس امر کا اقرار کروں کہ تیرا فیصلہ ہمیشہ خیر ہی کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔

دعاء صباح میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

(۱) صحیفہ سجادیہ دعا/۳۳۔ (۲) صحیفہ سجادیہ دعا/۳۵۔

﴿الهي هذهِ ازمة نفسي عقلتهابعقال مشيئتک﴾(۱)

''خدایا! یہ میرے نفس کی مہار ہے جس کو مرضی اور مشیت کے رسّی سے مستحکم باندھا ہے''

ھ۔خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا

دعا میں سب سے زیادہ لطف اور اس کی جلالت یہ ہے کہ انسان دعا میں اللہ سے نہ دنیا طلب کرے اور نہ آخرت طلب کرے بلکہ وہ خدا سے اس کے وجہ کریم کا مطالبہ کرے، اس کی مرضی، ملاقات، اس سے قربت، اس تک رسائی، اس کی محبت، اس سے انسیت، اور اس تک پہنچنے کی تشویق کا مطالبہ کرے حضرت فاطمہ صدیقۂ طاہرہ نے دعا میں ملک الموت کے خداوند عالم کے امر سے ان کی روح پاک قبض کرنے سے پہلے اس کی جانب سے ایسے رزق کا مطالبہ کیا جس سے ان کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے اور ان کا نفس خوش ہو جائے، آپ نے دعا میں یوں عرض کیا: پروردگارا تیری طرف سے بشارت ہونی چاہئے تیرے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں، اس سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، میرا نفس خوش ہو گیا، میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور میرا چہرہ باغ باغ ہو گیا... اور میرا دل مطمئن ہو گیا اور اس سے میرا پورا جسم خوش ہو گیا''(۲)

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

﴿منک أطلبُ الوصول اليک﴾

''تجھ ہی سے تجھ تک پہنچنے کا مطالبہ کرتا ہوں''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعاء صباح میں فرماتے ہیں:

﴿اَنتَ غَايَةُ مَطْلُوبِیْ وَمُنَایَ﴾

''اور تو ہی میرا آخری مطلوب ہے اور دنیا اور آخرت میں میری امید ہے''

---

(۱)دعاء صباح۔ (۲)فلاح السائل۔

پندرہ مناجات میں سے مناجات ''محبین'' میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اِلٰهِي مَنْ ذَا لَّذِیْ ذَاقَ حَلاوَةَ مَحَبَّتِکَ فَرَامَ مِنْکَ بَدَلاً وَمَنْ ذَاالَّذِي اَنِسَ بِقُرْبِکَ فَابْتَغیٰ عَنْکَ حِوَلاً﴾

''خدایا وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے علاوہ کا خواہش مند ہو اور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے روگردانی کرے''

پندرہ مناجات میں سے مناجات مریدین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اِلٰهِي فَاسْلُکْ بِنا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ وَسَیِّرْنَا فِيْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَیْکَ﴾

''خدایا! ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں پر چلا دے اور ہم کو تیری طرف پہنچنے والے قریب ترین راستہ سے لے چل، ہمارے اوپر دور کو قریب کر دے''

مناجات متوسلین میں فرماتے ہیں:

''وَاجْعَلْنِي مِنْ صَفْوَتِکَ الَّذِیْنَ اَقْرَرْتَ اَعْیُنَهُمْ بِالنَّظَرِ اِلَیْکَ یَوْمَ لِقَائِکَ''

''اور مجھ کو ان منتخب بندوں میں قرار دے جن کی آنکھوں کو روز ملاقات اپنے دیدار سے خنکی عطا کی ہے''

دعا عرفہ میں امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اُطْلُبْنِي بِرَحْمَتِکَ حَتّیٰ اَصِلَ اِلَیْکَ﴾

''میرے معبود مجھ کو اپنے درِ رحمت پر طلب کر، تاکہ میں تجھ سے مل جاؤں''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

﴿وَاسْتَشْفِعُ بِکَ اِلیٰ نَفْسِکَ وَهَبْ لِي الْجِدَّ فِی خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِي الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِکَ ...وَادْنُوَ مِنْکَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِیْنَ وَاجْتَمِعَ فِی جِوَارِکَ مَعَ

الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''اور تیری ہی ذات کو اپنا سفارشی بناتا ہوں، اور تو مجھ کو خوف وخشیت میں کوشش کی توفیق عطا کر نیز تیری خدمت کے لگاتار انجام دینے کی... اور تیری بارگاہ میں خلوص رکھنے والوں کا سا قرب حاصل ہو، اور تیری بارگاہ میں مومنین کے ساتھ جمع ہو جاؤں''

مناجات محبین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اِلٰهِیْ فَاجْعَلْنَا مِمَّنْ هَیَّمْتَ قَلْبَهُ لِاِرَادَتِکَ وَاجْتَبَیْتَهُ لِمُشَاهَدَتِکَ وَ اَخْلَیْتَ وَجْهَهُ لَکَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَهُ لِحُبِّکَ وَرَغَّبْتَهُ فِیْمَا عِنْدَکَ وَقَطَعْتَ عَنْهُ کُلَّ شَیْءٍ یَقْطَعُهُ عَنْکَ﴾

''خدایا! تو مجھ کو ان لوگوں میں سے قرار دے جس کے دل کو اپنے ارادہ کا مسکن بنایا ہو اور جس کو تو نے اپنے مشاہدہ کے لئے منتخب کیا ہو اور جس کے چہرے کو اپنے لئے خالی کر لیا ہے اور جس کے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ کر لیا ہے اور جس کو اس چیز کی رغبت دی ہے جو تیرے پاس ہے اور جس سے ہر اس چیز کو دور کر دیا ہے جو تجھ سے دور کرتی ہے''

ب۔ جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں

اب ہم ان چیزوں کے سلسلہ میں بحث کریں گے جو دعا میں نہیں ہونا چاہئیں اور ہم ان سب چیزوں کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کریں گے جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی شفاعت اور اس کے پانی میں غرق ہونے سے بچانے کیلئے خداوند عالم کے وعدہ کے مطابق کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا خدا سے دعا کی لیکن خداوند عالم نے اپنے بندے اور اپنے نبی نوح علیہ السلام کی دعا قبول نہیں کی اور ان کی دعا کو رد فرمایا

:﴿انہ لیس من اھلک﴾ اے نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے‘‘ اور ان کو پھر اس کے مثل کبھی دعا نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔

﴿وَنَادَیٰ نُوحُ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِی مِنْ اَهْلِی وَ اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ☆قَالَ یَانُوحُ اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیْرُصَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ اِنِّی اَعِظُکَ أَ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ ☆قَالِ رَبِّ اِنِّی أَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَالَیْسَ بِهِ عِلْمٌ وِاِلَّا تَغْفِرْلِی وَتَرْحَمْنِی أَکُنْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ﴾(۱)

’’اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، ارشاد ہوا کہ نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عمل غیر صالح ہے لہٰذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے نوح نے کہا کہ خدایا! میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اس چیز کا سوال کروں جس کا علم نہ ہو اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا‘‘

حضرت نوح علیہ السلام کو خداوند عالم سے اپنے اہل وعیال کی نجات کا سوال کرنے کا حق تھا لیکن جوان کے اہل سے نہ ہو اس کو غرق ہونے سے نجات دلانے کے سلسلہ میں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

ان کا بیٹا ان کے اہل میں نہیں تھا یہ اللہ کا حکم ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کو پروردگار عالم کے قوانین اور احکام کی خلاف ورزی کرنے کا حق نہیں ہے۔

ذرا حضرت نوح علیہ السلام کے جواب پر غور وفکر کیجئے۔

دعا میں اللہ کی سنتوں کے امر کو سمجھنا ضروری ہے دعا کا کام ان سنتوں کو توڑنا اور ان سے تجاوز

---

(۱)سورۂ ہود آیت ۴۵ سے ۴۷۔

کرنا نہیں ہے بلکہ دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ بندہ خداوند عالم کی سنتوں اور اس کے قوانین کے دائرہ میں رہ کر خداوند عالم سے سوال کرے۔ بیشک اللہ کی سنتیں ہمیشہ اللہ کے ارادہ تکوینی کو مجسم کرتی ہیں، اور دعا کی شان اللہ کے ارادہ کے زیر سایہ ہے نہ اس سے تجاوز کرتی ہے اور نہ ہی اس کی حدود کو پار کرتی ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً﴾ (۱)

''اور تم خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے''

نظام کائنات اللہ کے اس ارادہ کی مجسم شکل ہے جس کے بغیر کائنات کا نظام درست نہیں رہ سکتا ہے، بندہ کیلئے اس کی تبدیلی کیلئے دعا کرنا صحیح نہیں ہے بیشک دعا بندوں کیلئے اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے؛ اور اللہ کا ارادہ ہمیشہ اس کی رحمت کے مطابق ہوتا ہے اور بندہ کے لئے اس میں تغیر و تبدل کی دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔

ایک سنت دوسری سنت سے مختلف نہیں ہوسکتی ہے، ہر سنت اللہ کے ارادہ کو مجسم کرتی ہے اور اللہ کا ارادہ اس کی اس رحمت اور حکمت کو مجسم کرتا ہے جس سے بلند نہ کوئی رحمت ہے اور نہ حکمت ہے۔ چاہے وہ تکوینی سنتیں ہوں یا تاریخی اور اجتماعی سنتیں ہوں۔

یہ اللہ کی سنت ہے جو لوگ بعض دوسرے لوگوں سے اپنے دین و دنیا کے سلسلہ میں سوال کیا کرتے ہیں اور انسان کا اللہ سے اور ایک دوسرے سے بے نیاز رہنے کا سوال کرنا صحیح نہیں ہے چونکہ اس طرح کی دعا کرنا بالکل اللہ کی سنت اور اس کے ارادہ کے خلاف ہے۔

حدیث میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اللّٰهم لاتحوجني الیٰ احد من خلقک﴾

---

(۱) سورۂ فاطر آیت ۴۳۔

''خدایا مجھ کو اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ بنا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح مت کہو چونکہ ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: پھر میں کیسے کہوں یا رسول اللہ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

﴿اللّهم لاتحوجني إلى شرار خلقك﴾(۱)

''پروردگارا! مجھے اپنی شریر مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ کرنا''

شعیب نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا:

''ادعُ الله يغنيني عن خلقه. قال: انّ الله قسّم رزق مَن شاء علىٰ يدى مَن شاء، ولكن اسأل الله أن يغنيك عن الحاجة التي تضطرك الىٰ لئام خلقه''(۲)

''آپ یہ دعا فرما دیجئے کہ خدا مجھ کو مخلوق سے بے نیاز کر دے آپ نے فرمایا: اللہ نے رزق کو کسی نہ کسی کے ذریعہ تقسیم کیا ہے لہٰذا تم خداوند عالم سے یہ دعا کرو کہ خدا مجھکو برے لوگوں کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنے پر مجبور نہ کرے''

دعا کے اس طریقہ سے دعا کرنے میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی روایات میں دعائیں کرنے کا ایک واقعی محدود دائرہ ہے اور غیر واقعی اور خیالی دائروں سے دعا خارج ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

''أنه سأله شيخ من الشام: أي دعوة أضلّ؟ فقال: ''الداعي بمالايكون''(۳)

''آپ سے شام کے ایک بزرگ نے سوال کیا: سب سے زیادہ گمراہ کن کونسی دعا ہے؟

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۵۔

(۲) اصول کافی صفحہ ۴۳۸، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۷ حدیث صفحہ ۸۹۴۶۔

(۳) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۴۔

آپ نے فرمایا: ''نہ ہونے والی چیز کیلئے دعا کرنا''

حیات بشری میں نہ ہونے والی چیز اللہ کی متعارف سنتوں کے دائرہ حدود سے خارج ہے ان میں واقعی وحقیقی طور پر کوئی تفکر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

عدۃ الداعی میں امیر المومنین سے مروی ہے:

﴿مَن سأل فوق قدرہ استحق الحرمان﴾(۱)

''جس نے اپنی مقدار سے زیادہ سوال کیا وہ اس سے محروم ہونے کا مستحق ہے''

ہمارے عقیدے کے مطابق (فوق قدرہ) کے ذریعہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جن کو حقیقی طور پر طلب نہیں کیا جاتا ہے۔

۲۔حل نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا

جس طرح نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال اور دعا نہیں کرنا چاہئے اسی طرح حلال نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا بھی سزاوار نہیں ہے اور یہ دونوں ایک ہی باب سے ہیں پہلی بات اللہ کے ارادۂ تکوینیہ سے خارج ہے اور دوسری بات اللہ کے تشریعی ارادہ سے خارج ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾(۲)

''اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے''

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿لاتسأل مالایکون ومالایحلّ﴾(۳)

''نہ ہونے والی اور غیر حلال چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو''

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۷ حدیث ۱۱۔ (۲) سورۂ توبہ آیت ۸۰۔

(۳) بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۴۔

۳۔دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا

انسان کا اللہ سے یہ دعا کرنا کہ وہ دوسروں کی نعمتوں کو مجھے دیدے تو ایسی دعا کرنا جائز نہیں ہے: خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾(۱)

''اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرنا''

انسان کا اللہ سے نعمتوں کی آرزو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے اس آرزو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ جس طرح دوسروں کو نعمت دی ہے ہم کو بھی بلکہ دوسروں سے زیادہ ہم پر فضل و کرم کرے لیکن خداوند عالم اپنے بندوں سے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ جن بندوں کو اس نے نعمت دی ہے وہ ان نعمتوں کو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهِ اَزْوَاجاً مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾(۲)

''اور خبردار ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیا کی اس ذرا سی زندگی کی رونق سے مالا مال کر دیا ہے اس کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں''

خداوند عالم اس بات کو بھی دوست نہیں رکھتا ہے کہ انسان دوسروں کی نعمتوں کو اپنی طرف منتقل کرنے کی آرزو کرے۔ بیشک اس طرح کی تمنا کرنے کا مطلب دوسروں سے نعمت چھیننا ہے اور خداوند عالم اس چیز کو اپنے بندوں سے پسند نہیں کرتا ہے، یہ تو تنگ نظری اور اپنی حیثیت سے زیادہ تمنا اور آرزو کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بالکل پسند نہیں کرتا ہے بیشک اللہ کی سلطنت و

---

(۱) سورۂ نساء آیت/۳۲۔

(۲) سورۂ طٰہٰ آیت/۱۳۱۔

بادشاہت وسیع ہے، اس کے خزانے ختم ہونے والے نہیں ہیں، اس کے ملک کی کوئی حد نہیں ہے اور انسان کے اللہ سے ہر چیز کا سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں، یہ تمنا و آرزو کر سکتا ہے کہ خدا اس کو دوسروں سے بہتر رزق عطا فرمائے۔ دعا میں وارد ہوا ہے:

﴿اللّھم آثرنیٔ ولاتؤثرعليّ احداً﴾

''خدایا مجھ کو منتخب فرما مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے''

﴿وَاجعَلْنِي مِنْ اَفْضَلِ عِبَادِکَ نَصِيباًعِنْدَکَ،وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْکَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَدَيْکَ﴾

''اور مجھے ان بندوں میں قرار دے جو حصہ پانے میں تیرے نزدیک سب سے اچھے ہوں اور تیرے قرب میں بڑی منزلت رکھتے ہوں''

ان تمام چیزوں کے خداوند عالم سے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ بھی ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے، اور ہمارے پروردگار کو اس چیز کا ارادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب وہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس بندہ سے چھین کر کسی دوسرے بندہ کو عطا کردے۔

عبدالرحمان بن ابی نجران سے مروی ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْامَافَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَکُمْ عَلیٰ بَعْضٍ﴾(۱)''اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے'' کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

﴿لایتمنی الرجل امرأة الرجل ولاابنته ولکن یتمنّی مثلھا﴾(۲)

''انسان کو کسی کی عورت یا اس کی بیٹی کی تمنا نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسکے مثل کی تمنا کرنا چاہئے''

---

(۱) سورۂ نساء آیت ۳۲۔

(۲) تفسیر عیاشی صفحہ ۲۳۹۔

۴۔ مصلحت کے خلاف دعا کرنا

انسان کا اپنی مصلحت کے خلاف دعا کرنا سزاوارنہیں ہے ،جب انسان دعا کے نفع اور نقصان سے جاہل ہوتا ہے لیکن اللہ اس کو جانتا ہے خداوند عالم دعا کوکسی دوسری نعمت کے ذریعہ مستجاب کرتا ہے یا بلا دور کردیتا ہے یا جب تک اس دعا میں نفع دیکھا ہے اس کے مستجاب کرنے میں تاخیر کردیتا ہے،دعاافتتاح میں وارد ہوا ہے:

﴿أَسْأَلُکَ مُسْتَانِساً لَا خَائِفاً وَلَا وَجِلاً ،مُدِلّاً عَلَیْکَ فِیْمَاقَصَدْتُ فِیْهِ اِلَیْکَ ،فَاِنْ اَبْطَأَعَنِّي عَتَبْتَ بِجَهْلِي عَلَیْکَ، وَلَعَلَّ الَّذِي اَبْطَأَعَنِّيْ هُوَخَیْرٌلِي لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ .فَلَمْ أَرَمَوْلیً کَرِیْماًاَصْبَرَعَلیٰ عَبْدٍ لَئِیْمٍ مِنْکَ عَلَيَّ یَارَب﴾

''اورانس ورغبت کے ساتھ بلا خوف وخطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو جہالت سے میں نے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کریم مالک کو جو لئیم بندہ پر تجھ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو''

دعا میں اس طرح کے حالات میں انسان کو اللہ سے دعا کرنا چاہئے اپنے تمام امور اسکے حوالہ کردینا چاہئے ،جب بندہ اپنی دعا کے قبول ہونے میں دیر دیکھے یا اسکی دعا مستجاب نہ ہو رہی ہو تو اسے اللہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے لیکن کبھی کبھی انسان خداوند عالم سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہے جو اس کیلئے مضر ہوتی ہیں ،کبھی کبھی وہ خیر طلب کرنے کی طرح شر (برائی) طلب کرتا ہے اور اپنے لئے نقصان دہ چیزوں کیلئے جلدی کیا کرتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَ ہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً﴾(۱)

---

(۱)اسرا آیت/۱۱۔

''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے''

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿قَالَ يَاقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾(۱)

''صالح نے کہا کہ قوم والو آخر بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر رہے ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اپنی نجات کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم اس میں وہ دعا نہ کر بیٹھو جو تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائیں اور تم اس کو اپنے لئے نجات کا باعث سمجھتے رہو خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً﴾(۲)

''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے''

۵۔ فتنہ سے پناہ مانگنا

فتنہ سے پناہ مانگنا صحیح نہیں ہے چونکہ انسان کی زوجہ، اولاد اور اس کا مال فتنہ ہیں اور نہ ہی انسان کا اپنے اہل وعیال اور مال کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا صحیح ہے لیکن انسان کا گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ چاہنا صحیح ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿لایقولَنّ احدکم: اللّهم انّي اعوذ بک من الفتنة؛ لأنّه لیس من احد إلاّ

---

(۱) سورۂ نمل آیت/۴۶۔

(۲) بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ۳۲۲؛ سورۂ اسرا آیت/۱۱۔

وھو مشتمل علیٰ فتنة، ولکن من استعاذ فلیستعذ من مضلاّت الفتن؛فانّ اللہ یقو ل :

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ(۱)﴾(۲)

''تم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہے کہ میں فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں چونکہ تم میں سے ہر ایک فتنہ گر ہے لیکن تم فتنوں کی گمراہی سے پناہ مانگو اور خداوند عالم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:

''اور جان لو! کہ یہ تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں''

ابو الحسن الثالث علیہ السلام نے اپنے آبا ؤ واجداد علیہم السلام سے نقل کیا ہے: ہم نے امیر المومنین علیہ السلام سے ایک شخص کو یہ کہتے سُنا:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتْنَةِ﴾

''اے پروردگار میں تجھ سے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں''

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال اپنی اولاد سے پناہ مانگ رہے ہو چونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ﴾(۳)

''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے صرف امتحان کا ذریعہ ہیں''

لیکن یہ کہو:

﴿اللّٰهم انّي اعوذ بک من مضلاّت الفتن﴾(۴)

''اے پروردگار میں تجھ سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں''

---

(۱) سورۂ انفال آیت/۲۸۔

(۲) نہج البلاغہ القسم الثانی:۱۶۲۔

(۳) سورۂ تغابن آیت/۱۵۔

(۴) امالی طوسی جلد۲ صفحہ/۱۹۳؛ بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ/۳۲۵۔

۶۔ مومنین کے لئے بددعا کرنا

دعا کی اہمیت اور اس کی غرض وغایت میں سے ایک چیز مسلمان خاندانوں کے مابین رابطہ کا محکم کرنا اور ان کے درمیان سے غلط فہمیوں اور جھگڑوں کو دور کرنا ہے جو عام طور سے دنیاوی زندگی میں مزاحمت کا سبب ہوتے ہیں، غائب شخص کیلئے دعا کرنا اس رابطہ کا سب سے بہترین سبب ہے جو زندگی کے مائل ہونے کو پیش کرتا ہے، البتہ اس کے برعکس ایسے حالات جو تعلقات میں منفی صورت حال پیدا کرتے ہیں ان حالات میں پروردگار عالم دعا کرنے کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

خداوند عالم مومنین کے ایک دوسرے کی موجودگی میں دعا کرنے دعا کے ذریعہ ایک ایک دوسرے پر ایثار وفدا کاری کرنے اور دعا کرنے والے کے دوسرے کی حاجتوں اور ان کے اسماء کو اپنے نفس پر مقدم کرنے کو دوست رکھتا ہے۔

خداوند عالم دعا میں اپنے دوسرے بھائی کی نعمتوں کے زائل وختم ہونے کی دعا کرنے کو پسند نہیں کرتا ہے، جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

اور نہ ہی خداوند عالم دعا میں کسی انسان کے اپنے مومن بھائی کے خلاف دعا کرنے کو پسند کرتا ہے، اگر چہ اس نے اس کو تکلیف یا اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو (اگر وہ اس کا ایمانی بھائی ہو اور ظلم کر کے ایمانی برادری کے دائرہ سے خارج نہ ہوا ہو) اور نہ ہی خداوند عالم اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے کو برائی کے ساتھ یاد کریں۔

دعوات راوندی میں ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ خداوند عالم اپنے بندے سے فرماتا ہے:

﴿انّک متیٰ ظلمت تدعوني علیٰ عبد من عبیدي من اجل انه ظلمک. فلک من عبیدي من یدعوعلیک من اجل انّک ظلمته.فان شئت اجبتک و

اجبته منک، وان شئت اخرتکما الیٰ یوم القیامة ﴾(۱)

''خداوندعالم اپنے بندہ سے خطاب کرتا ہے کہ جب تجھ پر ظلم کیا جاتا ہے تو تو اس ظلم کی وجہ سے اس کے خلاف بددعا کرتا ہے تو تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ جن پر تم نے ظلم کیا ہے اور وہ تیرے لئے بددعا کرتے ہیں تو اگر میری مرضی ہوتی ہے تو میں تیری دعا قبول کرلیتا ہوں اور اس بندے کی دعا بھی تیرے حق میں قبول کرلیتا ہوں''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿اذا ظلم الرجل فظلّ یدعو علیٰ صاحبه،قال اللّٰه عزّوجلّ: انّ ھا ھنا آخر یدعو علیک یزعم انّک ظلمته،فان شئت اجبتک واجبت علیک وان شئت اخّرتکما فیوسعکماعفوي﴾(۲)

''جب کوئی انسان پر ظلم کرتا ہے اور وہ بددعا کرتا ہے تو خداوندعالم فرماتا ہے کہ کل جب تم کسی پر ظلم کروگے تو وہ تمہارے لئے بددعا کرے گا پس اگر چاہوتو میں دونوں کی بددعا قبول کرلونگا اور اگر چاہوتو میں اس کو قیامت تک کیلئے ٹال دونگا''

ہشام بن سالم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے سنا ہے:

﴿انّ العبد لیکون مظلوما فلایزال یدعو حتّیٰ یکون ظالماً﴾(۳)

''جب کوئی مظلوم بددعا کرتا ہے تو وہ ظالم ہو جاتا ہے''

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے:

---

(۱) بحار الانوار جلد۹۳ صفحہ/۳۲۶۔

(۲) وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ/۱۱۷۷، حدیث ۸۹۷۲؛ امالی الصدوق صفحہ/۱۹۱۔

(۳) اصول کافی صفحہ ۴۳۸؛ عقاب الاعمال صفحہ ۴۱، وسائل الشیعہ جلد۴ صفحہ ۱۱۶۴، حدیث ۸۹۲۶۔

﴿ان الملائکة اذا سمعوا المؤمن یذکر أخاه بسوء ویدعو علیه قالوا له: بئس الاخ انت لاخیک کفّ ایّها المستّر علیٰ ذنوبه وعورته، وأربع علیٰ نفسک، و احمدالله الّذي ستر علیک، واعلم أنّ الله عزّوجلّ اعلم بعبده منک﴾(۱)

''جب ملائکہ سنتے ہیں کہ مومن اپنے کسی بھائی کی برائی اور اس کیلئے بد دعا کر رہا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بہت برا بھائی ہے اے وہ شخص جس کے گناہ کی خداوند عالم نے پردہ پوشی کر رکھی ہے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ اس خدا کی تعریف کر جس نے تیرے گناہ کی پردہ پوشی کی ہے اور تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کو تیرے مقابلہ میں اپنے بندے کے بارے میں زیادہ علم ہے''

بیشک اللہ تبارک وتعالےٰ ''السلام'' ہے، سلام اسی کی طرف پلٹتا ہے، ذات خدا سلامتی سے برخوردار ہے، سلامتی اسی کی طرف پلٹتی ہے، سلامتی اسی کی جانب سے ہے، اس کا دربار، سلامتی کا دربار ہے۔ جب ہم سلام وسلامتی سے بھرے دلوں سے خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، ایک دوسرے کیلئے دعا کریں گے، اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض افراد کیلئے رحمت کا سوال کریں گے، اور ہم میں سے بعض کی دعائیں اللہ کی رحمت نازل ہونے میں مؤثر ہوں گی تو ہم پر جو اللہ کی رحمت نازل ہوگی وہ سب کو شامل ہوگی، بیشک خداوند عالم کی رحمت محبت اور سلامتی کے مقامات پر نازل ہوتی ہے، جو قلوب مومنین سے محبت ومسالمت کرتے ہیں، ہمارے اعمال، نمازیں، دعائیں، اور قلوب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں کلم طیب (پاکیزہ کلمات) اور کلم طیب (پاکیزہ کلمات) سے زندہ قلوب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں:

﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهُ﴾(۲)

---

(۱) اصول کافی صفحہ ۵۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶۴، حدیث/۸۹۲۷۔ (۲) سورۂ فاطر آیت/۱۰۔

''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے''

جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے ٹیڑھے اور کینہ بھرے دل جن میں محبت وسلامتی نہ ہو اُن کے ساتھ کھڑے ہو کر ایک دوسرے مومن کے خلاف دعا کریں گے تو ہم سے خدا کی تمام نعمتیں منقطع ہو جائینگی، اور اس کائنات میں خدا کی وسیع رحمت ہم پر نازل نہیں ہوگی، اور ہمارے اعمال، نمازیں، دعائیں اور قلوب اللہ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

بیشک محبت سے لبریز اور محبت سے زندہ دلوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور مومنین سے بلائیں اور عذاب دور ہوتا ہے اس کے برخلاف (مومنوں کے) مخالف اور دشمن دلوں کے ذریعہ ان سے اللہ کی رحمت دور ہوتی ہے اور ان کے لئے بلائیں اور عذاب کو نزدیک کرتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اور انھوں نے حضرت رسول خدا سے نقل کیا ہے:

﴿انّ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ إذا رأی اهل قرية قد اسرفوا في المعاصي وفيهم ثلاثة نفر من المؤمنين، ناداهم جلّ جلاله: ياأهل معاصيتی، لولا فيكم من المؤمنين المتحابين بجلالي العامرين بصلاتهم ارضي ومساجدي المستغفرين بالاسحار خوفاً مني لأنزلت بكم العذاب﴾(۱)

''بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ایک قریہ کے لوگوں کو معصیت میں زندگی بسر کرتے دیکھا حالانکہ ان کے مابین صرف تین افراد مومن تھے تو پروردگار عالم کی طرف سے ندا آئی: اے گناہ کرنے والو! اگر تمہارے درمیان محبت سے بھرے دل نہ ہوتے جو اپنی نمازوں کے ذریعہ میری زمین کو آباد رکھتے ہیں اور مسجدوں میں سحر کے وقت میرے خوف کی وجہ سے استغفار کیا کرتے ہیں تو میں تم پر عذاب نازل کر دیتا''

---

(۱) بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ ۳۹۰۔

جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿مَن فضّل الرجل عند اللّٰه محبّته لاخوانه،ومن عرّفه اللّٰه محبّة اخوانه احبّه اللّٰه ومَن احبّه اللّٰه أوفاه اجره یوم القیامة﴾(۱)

''اللہ کے نزدیک وہ شخص با فضیلت ہے جو اپنے بھائیوں سے محبت کرتا ہے اور جس کو خدا وندعالم اس کے بھائیوں کی محبت سے آشنا کر دیتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور جس کو دوست رکھتا ہے اس کو قیامت کے دن پورا اجر دیگا''

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿لاتزال امتی بخیر ماتحابوا،وأدّو الامانة،وآتوا الزکاة،وسیأتي علیٰ امتي زمان تخبث فیه سرائرهم،وتحسن فیه علانیتهم ان یعمّهم اللّٰه ببلاء فیدعونه دعاء الغریق فلایستجاب لهم﴾(۲)

''میری امت اس وقت تک نیک رہے گی جب تک اس کے افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں،امانت ادا کرتے رہیں،زکات دیتے رہیں،میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب ان کے باطن برے ہوں گے اور ان کا ظاہر اچھا ہوگا اور اگر خداوندعالم ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا اور وہ ڈوبتے شخص کے مثل بھی دعا مانگیں گے تو بھی ان کی دعا قبول نہ ہوگی''

محبت بھرے دلوں سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے

حضرت امام جعفر دق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿انّ المؤمنین اذاالتقیا فتصافحا انزل اللّٰه تعالیٰ الرحمة علیهما،فکانت

---

(۱) ثواب الاعمال صفحہ/۴۸؛ بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ/۳۹۷۔

(۲) عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۵، بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ/۴۰۰۔

تسعة وتسعين لأشدّهما حبّا لصاحبه، فاذا تو اقفا غمر تهما الرحمة، و اذا قعدا يتحدثان قالت الحفظة بعضها لبعض: اعتزلوا بنا فلعل لهما سرّا وقد ستر الله عليهما ﴾

''بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں تو خداوند عالم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے ان میں سے ننانوے رحمتیں اس شخص کیلئے ہیں جو ان میں اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور جب ان میں توافق ہو جاتا ہے تو دونوں کو رحمت خدا گھیر لیتی ہے اور جب وہ دونوں گفتگو کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں تو نامہ اعمال لکھنے والے فرشتہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے دور ہو جاؤ چونکہ یہ راز کی باتیں کر رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے''

اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''انّ المؤمنين اذا اعتنقا غمرتهما الرحمة فاذا التزما لا يريدان عرضاً من اعراض الدنيا قيل لهما: مغفور لكما فأستأنفا؛ فاذا اقبلا على المساء لة قالت الملائكة بعضها لبعض: تنحّوا عنهما؛ فانّ لهما سرّا قد ستر الله عليهما.

قال اسحق: فقلت: جعلت فداك، ويكتب عليهما لفظهما وقد قال الله تعالىٰ ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (۱)؟ قال فتنفس ابو عبد الله الصعداء ثم بكى و قال: يا اسحق، انّ الله تعالىٰ انما امر الملائكة أن تعتزل المؤمنين اذا التقيا اجلالاً لهما، وان كانت الملائكة لا تكتب لفظهما، ولا تعرف كلاهما، فانه يعرفه ويحفظه عليهما عالم السر واخفىٰ''(۲)

''بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کو رحمت گھیر لیتی ہے جب وہ بے لوث انداز میں ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا

---

(۱) سورۂ ق آیت/۱۸۔ (۲) معالم الزلفیٰ للمحدث البحرانی صفحہ/۳۴۔

ہے کہ تمہارے سب گناہ بخش دیئے گئے لہٰذا اب شروع سے نیک عمل انجام دو، جب وہ ایک دوسرے سے کچھ چیز دریافت کرنے کی جانب بڑھتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان دونوں سے دور ہو جاؤ کیونکہ یہ راز کی بات کررہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے۔

اسحاق کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا ان دونوں کے الفاظ لکھے جاتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے مومن جو بھی بات کرتا ہے اس کے پاس ایک نگراں فرشتہ موجود ہوتا ہے اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق خداوند عالم نے فرشتوں کو مومنین سے ان کے ملاقات کے وقت جدا رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ ان مومنین کی تعظیم کرسکے اور فرشتے اگر چہ ان کے الفاظ نہیں لکھتے اور ان کے کلام کو نہیں پہچانتے لیکن خداوند عالم تو پہچانتا ہی ہے جو راز اور مخفی باتوں کا جاننے والا ہے"

مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے

اس موضوع سے جو چیز متعلق ہوتی ہے اور دعا وصاحب دعا کے درمیان حائل ہوتی ہے وہ مومنین کیلئے فریب ودھوکہ کا مخفی رکھنا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿من بات وفي قلبه غش لأخيه المسلم بات في سخط الله، واصبح كذلك وهو في سخط الله حتىٰ يتوب ويرجع، واين مات كذلك مات على غير دين الاسلام﴾(۱)

"جو ساری رات عبادت میں بسر کرے اور وہ اپنے دل میں ایسا اردہ کرے جس کے ذریعہ مومن بھائی فریب کھا جائیں تو وہ پوری رات اللہ کے غضب و ناراضگی میں بسر کرتا ہے اور یہی اس

---

(۱) الوسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔

کے بعد والے دن کا حال ہے یعنی اللہ کے غضب میں پورا دن گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی اصلی حالت پر آجائے اور اگر وہ اسی کینہ وبغض کی حالت میں مرجائے تو وہ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا"

مومنین سے سوءِ ظن قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ

جس طرح سے باطن میں برائی چھپائے رکھنے کی وجہ سے عمل خداوند عالم تک نہیں پہنچتا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿لایقبل اللّٰہ من مؤمن عملاً وھو مضمر علیٰ اخیہ المؤمن سوء اً﴾

"اللہ تبارک وتعالیٰ اس مومن کے عمل کو قبول نہیں کرتا جو اپنے مومن بھائی سے اپنے دل میں برائی رکھے ہوئے ہو"

خداوند عالم مومنین سے بغض رکھنے والوں پر اپنا کرم نہیں فرماتا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

﴿شرار الناس مَن یبغض المؤمنین وتبغضہ قلوبھم،المشّاؤون بالنمیمة المفرقون بین الأحبة،أُولئک لاینظر اللّٰہ الیھم،ولایزکّیھم یوم القیامة﴾(۱)

"لوگوں میں سب سے شریر لوگ وہ ہیں جو اپنے مومن برادران سے بغض رکھتے ہیں اور مسلسل چغلی کرتے رہتے ہیں دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا"۔

---

(۱) وسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔

اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں
میں حبّ خدا

اللہ سے لو لگانا

﴿قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَاوَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَاوَمَسَاكِنَ تَرْضَوْنَهَااَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْاحَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾(۱)

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، اولاد، برادرن، ازواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے فکر مند رہتے ہو اور وہ مکانات جنھیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ، اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے''

صحیح صورت میں خداوند عالم سے ایک دوسرے سے ہماہنگ اور تمام سازگار عناصر کے ذریعہ ہی لولگائی جاسکتی ہے اور یہی چند چیزیں مجموعی طور پر اللہ سے لولگانے کے صحیح طریقہ معین کرتی ہیں۔

اسلامی روایات میں ایک ہی عنصر جیسے خوف یا رجاء (امید) یا محبت یا خشوع کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو منع کیا گیا ہے۔ جو عناصر خداوند عالم سے مجموعی اور وسیعی طور پر رابطہ کو تشکیل دیتے ہیں

---

(۱) سورۂ توبہ آیت ۲۴۔

ان کا آیات، روایات اور دعاؤں میں تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسے امید، خوف، تضرع، خشوع، تذلل، ترس، محبت، شوق، اُنس، انابہ، ایک دوسرے سے کنارہ کشی، استغفار، استعاذہ، استرحام، انقطاع، تمجید، حمد، رغبت رہبت، طاعت، عبودیت، ذکر، فقراور اعتصام ہیں۔

حضرت امام زین العابدین بن حسین علیہ السلام سے دعا میں وارد ہوا ہے:

﴿اللّهم اني اسالک انْ تملا قلبی حباًو خشیةمنک و تصدیقاًلک وایمانابک وفرقاًمنک و شوقاً الیک﴾(۱)

''پروردگارا! میں تیری بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ میرے دل کو اپنی محبت سے لبریز فرمادے، میں تجھ سے خوف کھاؤں، تیری تصدیق کروں، تجھ پر ایمان رکھوں اور تجھ سے فرق کروں اور تیری طرف شوق سے رغبت کروں''

ان تمام عناصر کے ذریعہ خداوند عالم سے خاص طریقہ سے لولگائی جاتی ہے اور ان عنصروں میں سے ہر عنصر اللہ کی رحمت اور معرفت کے ابواب میں سے ہر باب کیلئے ایک کنجی ہے۔

استرحام اللہ کی رحمت کی کنجی ہے اور استغفار مغفرت کی کنجی ہے۔

ان عنصروں میں سے ہر عنصر بذات خود اللہ سے لولگانے کا ایک طریقہ ہے شوق محبت اور انسیت اللہ تک پہنچنے کا ایک طریقہ ہے ،خوف اور رہبت اللہ تک پہنچنے کا دوسرا طریقہ ہے خشوع اللہ تک پہنچنے کا تیسرا طریقہ ہے۔دعا اور تمنا اللہ تک رسائی کا ایک اور طریقہ ہے۔

انسان کیلئے اللہ تک رسائی کی خاطر مختلف طریقوں سے حرکت کرنا ضروری ہے اس کو ایک ہی طریقہ پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہر طریقہ کا ایک خاص ذوق کمال اور ثمر ہوتا ہے جو دوسرے طریقہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

---

(۱) بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۹۲۔

اس بنیاد پر اسلام اللہ تک رسائی کے متعدد طریقوں کو بیان کرتا ہے یہ ایک وسیع بحث ہے جس کو ہم اِس وقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اللہ کی محبت

اللہ تعالیٰ کی محبت ان تمام عناصر سے افضل اور قوی تر ہے، یہ انسان کو اللہ سے لولگانے کیلئے آمادہ کرتی ہے اور اللہ سے اس کے رابطہ کو محکم و مضبوط کرتی ہے۔

محبت کے علاوہ کسی اور طریقہ میں اتنا محکم اور بلیغ رابطہ خدا اور بندے کے درمیان نہیں پایا جاتا ہے خداوند عالم سے یہ رابطہ اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے جن میں سے ہم بعض روایات کا تذکرہ کررہے ہیں:

روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی طرف وحی کی:

﴿یاداود ذکري للذاکرین وجنتي للمطیعین وحبي للمشتاقین وانا خاصة للمحبین﴾(۱)

''اے داؤد ذاکرین کیلئے میرا ذکر کرو، میری جنت اطاعت کرنے والوں کیلئے ہے اور میری محبت مشتاقین کیلئے ہے اور میں محبت کرنے والوں کیلئے مخصوص ہوں''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿الحبّ افضل من الخوف﴾

''محبت، خوف سے افضل ہے''(۲)

محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿العبّاد ثلاثة:قوم عبدوا اللّٰه عزّوجلّ خوفاًفتلک عبادة العبید،وقوم

---

(۱) بحاالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔ (۲) بحارالانوار جلد ۷۸۔ صفحہ ۲۲۶۔

عبدوا اللّٰہ تبارک وتعالیٰ طلب الثواب،فتلک عبادة التجار،وقوم عبدوا اللّٰہ عزّوجلّ حبّاً،فتلک عبادةالاحرار،وھي افضل عبادة﴾(۱)

''عبادت تین طرح سے کی جاتی ہے یا عبادت کرنے والے تین طریقہ سے عبادت کرتے ہیں ایک قوم نے اللہ کے خوف سے عبادت کی جس کوغلاموں کی عبادت کہا جاتا ہے،ایک قوم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طلب ثواب کی خاطر عبادت کی جس کوتاجروں کی عبادت کہا جاتا ہےاور ایک قوم نے اللہ عزوجل سے محبت کی خاطر عبادت کی جس کواحرار(آزادلوگوں) کی عبادت کہا جاتا ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے''۔

جناب کلینی نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

﴿افضل الناس مَن عشق العبادة،فعانقھا،واحبّھابقلبه،وباشرھابجسده، وتفرّغ لھا،فھولایبالي علیٰ مااصبح من الدنیا علی عسرأم یسر ﴾(۲)

''لوگوں میں سب سے افضل شخص وہ ہے جس نے عبادت سے عشق کرتے ہوئے اس سے معانقہ کیا،اس کو اپنے دل سے دوست رکھااوراپنے اعضاء وجوارح سے اس سے وابستہ رہے،اس کو پرواہ نہیں رہتی کہ اس کا اگلا دن خوشی سے گزرے گایاغم کے ساتھ گذرے گا''

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے:

''نجویٰ العارفین تدورعلیٰ ثلاثة اصول:الخوف،والرجاء والحبّ.فالخوف فرع العلم،والرجاء فرع الیقین،والحبّ فرع المعرفة.فدلیل الخوف الھرب،ودلیل الرجاء الطلب،ودلیل الحبّ ایثارالمحبوب،علیٰ

---

(۱)اصول کافی جلد۲صفحہ۸۴۔

(۲)اصول کافی جلد۲صفحہ۲۸۳۔

ماسواه. فاذا تحقق العلم فی الصدر خاف، واذاصحّ الخوف هرب، واذاهرب نجاواذا اشرق نور الیقین فی القلب شاهد الفضل واذاتمکن من رؤیة الفضل رجا، واذا وجد حلاوة الرجاء طلب، واذاوُفّق للطلب وجد. واذا تجلّیٰ ضیاء المعرفة فی الفؤاد. هاج ریح المحبة، واذاهاج ریح المحبة استأنس ظلال المحبوب، وآثرالمحبوب علیٰ ماسواه، وباشر اوامره. ومثال هذه الاصول الثلاثة کالحرم والمسجدوالکعبة، فمن دخل الحرم أمن من الخلق، ومن دخل المسجد أمنت جوارحه أن یستعملهافي المعصیة، ومَن دخل الکعبة أمن قلبه من أن یشغله بغیر ذکر الله "(۱)

"عارفوں کی مناجات تین اصول پر گردش کرتی ہے: خوف، امید اور محبت۔ خوف علم کی شاخ ہے، امید یقین کی شاخ ہے اور محبت معرفت کی شاخ ہے خوف کی دلیل ہرب (فرار اختیار کرنا) ہے، امید کی دلیل طلب ہے اور محبت کی دلیل محبوب کو دوسروں پر ترجیح دینا ہے، جب سینہ میں علم متحقق ہوجاتا ہے تو خوف ہوتا ہے اور جب صحیح طریقہ سے خوف پیدا ہوتا ہے تو فرار وجود میں آتا ہے اور جب فرار وجود میں آجاتا ہے تو انسان نجات پاجاتا ہے، جب دل میں یقین کا نور چمک اٹھتا ہے تو عارف انسان فضل کا مشاہدہ کرتا ہے اور جب فضل دیکھ لیتا ہے تو امیدوار ہوجاتا ہے، جب امید کی شرینی محسوس کرلیتا ہے تو طلب کرنے لگتا ہے اور جب طلب کی توفیق ہوجاتی ہے تو اس کو حاصل کرلیتا ہے، جب دل میں معرفت کی ضیاء روشن ہوجاتی ہے تو محبت کی ہوا چل جاتی ہے اور جب محبت کی ہوا چل جاتی ہے تو محبوب کے سایہ میں ہی سکون محسوس ہوتا ہے اور محبوب کے علاوہ انسان ہر چیز سے لاپرواہ ہوجاتا ہے اور براہ راست اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوجاتا ہے۔ ان تین اصول کی مثال حرم

---

(۱) مصباح الشریعہ صفحہ ۲۔۳۔

مسجد اور کعبہ جیسی ہے جو حرم میں داخل ہو جاتا ہے وہ مخلوق سے محفوظ ہو جاتا ہے، جو مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کے اعضاء و جوارح معصیت میں استعمال ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو کعبہ میں داخل ہو جاتا ہے اس کا دل یاد خدا کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"بكى شعيب من حبّ الله عزّ وجلّ حتّىٰ عمي...أوحىٰ الله اليه: ياشعيب، ان يكن هذا خوفاً من النار، فقد أجرتك، وان يكن شوقاالى الجنة فقد ابحتك. فقال: الهي وسيدي، انت تعلم اني مابكيت خوفامن نارك، ولاشوقاالى جنتك، ولكن عقد حبك على قلبي، فلست اصبرا واراك، فاوحى الله جلّ جلاله اليه: امااذا كان هذا كذافمن اجل هذا ساخدمك كليمي موسى بن عمران"(۱)

"اللہ سے محبت کی وجہ سے گریہ کرتے کرتے حضرت شعیب علیہ السلام کی آنکھوں سے نور چلا گیا۔ تو اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام پر وحی کی: اے شعیب اگر یہ گریہ وزاری دوزخ کے خوف سے ہے تو میں نے تم کو اجر دیا اور اگر جنت کے شوق کی وجہ سے ہے تو میں نے تمہارے لئے جنت کو مباح کیا۔

جناب شعیب علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے اللہ اور اے میرے سید و سردار تو جانتا ہے کہ میں نہ تو دوزخ کے خوف سے گریہ کر رہا ہوں اور نہ جنت کے شوق و لالچ میں لیکن میرے دل میں تیری محبت ہے اللہ نے وحی کی اے شعیب! اگر ایسا ہے تو میں عنقریب تمہاری خدمت کیلئے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو بھیجوں گا"

حضرت ادریس علیہ السلام کے صحیفہ میں آیا ہے:

---

(۱) بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۳۸۰۔

﴿طوبیٰ لقوم عبدوني حبّاً،واتخذوني الٰهاًوربّاً،سهروااللیل،ودأبواالنهار طلباًلوجهي من غیررهبة ولارغبة،ولالنار،ولاجنّة،بل للمحبّة الصحیحة،والارادة الصریحة والانقطاع عن الکل اليّ﴾(۱)

''اس قوم کیلئے بشارت ہے جس نے میری محبت میں میری عبادت کی ہے،وہ راتوں کو جاگتے ہیں اوردن میں بغیر کسی رغبت اورخوف کے،نہ ان کودوزخ کا خوف ہےاورنہ جنت کالالچ ہے بلکہ صحیح محبت اور پاک وصاف ارادہ اور ہر چیز سے بے نیاز ہوکر مجھ سےلولگاتے ہیں۔

اوردعاکے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿عمیت عین لاتراک علیهارقیباًوخسرت صفقةعبدلم تجعل له من حبّک نصیباً﴾(۲)

''وہ آنکھ اندھی ہے جوخود پر تجھ کونگران نہ سمجھے،اوراس انسان کامعاملہ گھاٹے میں ہے جس کیلئے تواپنی محبت کاحصہ نہ قراردے''

ایمان اورمحبت

اسلامی روایات میں واردہوا ہے بیشک ایمان محبت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿الایمان حبّ وبغض ﴾''ایمان محبت اوربغض ہے''(۳)

فضیل بن یسار سے مروی ہے:

---

(۱)بحارالانوارجلد۹۵صفحہ۴۶۷۔

(۲)بحارالانوارجلد۹۸صفحہ۲۲۶۔

(۳)بحارالانوارجلد۷۸صفحہ۱۷۵۔

﴿سألت اباعبد الله عليه السلام عن الحبّ والبغض، أمن الايمان هو؟

فقال: ﴿وهل الايمان الّا الحبّ والبغض؟﴾(۱)

''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے محبت اور بغض کے بارے میں سوال کیا کہ کیا دونوں ایمان میں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا محبت اور بغض کے علاوہ ایمان ہوسکتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿هل الدين الّا الحبّ؟انّ الله عزّوجلّ يقول:

﴿قل ان كنتم تحبّون الله فاتبعوني يحببكم الله(۲)﴾(۳)

''کیا دین محبت کے علاوہ ہے؟ بیشک خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿قل ان كنتم تحبّون الله فاتبعوني يحببكم الله

''اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿الدين هو الحبّ والحبّ هو الدين﴾ (۴)

''دین محبت ہے اور محبت دین ہے''

---

(۱) اصول کافی جلد۲ صفحہ ۱۲۵۔

(۲) سورۂ آل عمران آیت/۳۱۔

(۳) بحار الانوار جلد ۶۹ صفحہ/۲۳۷

(۴) نور الثقلین جلد ۵ صفحہ/۲۸۵۔

محبت کی لذت

عبادت اگر چہ محبت، شوق اور حسرت و درد کے ذریعہ ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی لذت وحلاوت نہیں ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جنھوں نے اللہ کی محبت اور اس کے ذائقہ اور حلاوت کا مزہ چکھا ہے وہ فرماتے ہیں:

﴿الهي مااطيب طعم حبّک وما اعذب شرب قُربک﴾(۱)

''پروردگار تیری محبت کے ذائقہ سے اچھا کوئی ذائقہ نہیں ہے اور تیری قُربت سے گوارا کوئی چیز گوارا نہیں ہے''

یہ حلاوت اور لذت، اولیاء اللہ کے دلوں میں پائی جاتی ہے یہ عارضی لذت نہیں ہے جو ایک وقت میں ہو اور دوسرے وقت میں ختم ہو جائے بلکہ یہ دائمی لذت ہے جب کسی بندہ کے دل میں اللہ سے محبت کی لذت مستقر ہو جاتی ہے تو اس کا دل اللہ کی محبت سے زندہ ہو جاتا ہے اور جو دل اللہ کی محبت سے زندہ ہو جائے خداوند عالم اس پر عذاب نازل نہیں کرتا اور اللہ کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿الهي وعزّتک وجلالک لقد أحببتک محبةاستقرّت حلاوتهافي قلبي وماتنعقدضمائر موحّديک علیٰ انک تبغضُ محبيک﴾(۲)

''خدایا! تجھ کو تیرے عزت وجلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/۲۶۔

(۲) مناجات اھل البیت صفحہ ۹۶۔۹۷۔

اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے"

اللہ کی محبت کی اسی مستقر اور ثابت حالت کے بارے میں حضرت امام علی بن الحسین ؑ فرماتے ہیں:

﴿فوعزّتک یاسیدي لو انتهرتني مابرحت من بابک ولا کففت عن تملّقک لماانتهیٰ الي من المعرفة بجودک و کرمک﴾(۱)

"تیری عزت کی قسم! اے میرے مالک اگر مجھ کو اپنی بارگاہ سے نکال دے گا تو میں اس دروازے سے نہ جاؤنگا اور نہ تیری خوشامد سے باز رہونگا اس لئے تیرے جود و کرم کو مکمل طور پر پہچان لیا ہے"

محبت کے گہرے اور دل میں مستقر ہونے کی سب سے بلیغ تعبیر یہی ہے کہ وہ محبت دائمی ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مولا اپنے غلام کو ذبح بھی کردے تو بھی وہ محبت اس کے دل سے زائل نہیں ہوسکتی اور جس غلام کے دل میں اس کے مولا کی محبت ثابت اور مستقر ہوگئی وہ اپنے غلام کو کبھی قتل نہیں کرسکتا ہے۔

جب انسان اللہ سے محبت کے ذائقہ اور اس سے انسیت کی قوت سے آشنا ہوجاتا ہے تو اس پر کوئی اور چیز اثر نہیں کرسکتی حضرت امام زین العابدین، امام المحبین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿مَن ذاالذي ذاق حلاوة محبّتک فرام عنک بدلا؟ومن ذاالذي انس بقربک فابتغیٰ عنک حولا﴾(۲)

"وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے بدل کا خواہش مند ہو اور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی تجھ سے روگردانی کرے"

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۵/۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۸/۔

لوگوں کا مسالک اور مذاہب میں تقسیم ہونا اللہ سے محبت کی لذت سے محروم ہونا ہے جو لوگ اپنی زندگی میں اللہ سے محبت کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں وہ اس کے بعد اپنی زندگی میں کسی دوسری چیز کی جستجو نہیں کرتے ہیں۔

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ماذا وجد من فقدک؟وما الذي فقدمن وجدک؟﴾

''جس نے تجھ کو کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا''(۱)

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام اللہ سے محبت کی لذت کے علاوہ محبت سے استغفار کرتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی دوسرے ذکر میں مشغول ہونے سے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کی قربت کے علاوہ کسی دوسری خوشی سے استغفار کرتے ہیں، اس اعتبار سے نہیں کہ خداوند عالم نے اس کو اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے بلکہ اس لئے کہ وہ محبت دل کو اللہ سے منصرف کر دیتی ہے اور انسان اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے لو لگانے لگتا ہے اگر چہ بہت کم مدت کیلئے ہی کیوں نہ ہو لیکن جس دل کو اللہ سے محبت کی معرفت ہوگئی ہے وہ دل اللہ سے منصرف نہیں ہوتا ہے۔

اولیائے خدا کی زندگی میں ہر چیز اور ہر کوشش اللہ سے دائمی محبت، اللہ کا ذکر اور اس کی اطاعت کے ذریعہ ہی آتی ہے اس کے علاوہ ہر چیز اللہ کی یاد سے منصرف کرتی ہے اور ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿واستغفرک من کل لذة بغیر ذکرک ومِن کلّ راحة بغیر اُنسک، ومن کل سرور بغیر قربک، ومن کلّ شغلٍ بغیر طاعتک﴾(۲)

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/۲۲۶۔

(۲) بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ/۱۵۱۔

''اور میں تیری یاد سے خالی ہر لذت، تیرے انس سے خالی ہر آرام، تیرے قرب سے خالی ہر خوشی، اور تیری اطاعت سے خالی ہر مشغولیت سے استغفار کرتا ہوں''

محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی

محبت عمل سے جدا نہیں ہے محبت انسان کے عمل، حرکت اور جد و جہد کی علامت ہے لیکن محبت، عمل کا جبران کرتی ہے اور جس شخص نے عمل کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہے اس کی شفاعت کرتی ہے وہ اللہ کے نزدیک شفیع و مشفع ہے۔

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام ماہ رمضان میں سحری کی ایک دعا میں جو ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے اور بڑی عظیم دعا میں شمار ہوتی ہے فرماتے ہیں:

﴿معرفتي یامولاي دلیلي علیک وحبي لک شفیعي الیک وانا واثق من دلیلي بدلالتک ومن شفیعي الیٰ شفاعتک﴾(۱)

''اے میرے آقا میری معرفت نے میری، تیری جانب راہنمائی کی ہے اور تجھ سے میری محبت تیری بارگاہ میں میرے لئے شفیع قرار پائیگی اور میں اپنے رہنما پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں نیز مجھے اپنے شفیع پر اعتماد ہے''

معرفت اور محبت بہترین رہنما اور شفیع ہیں لہٰذا وہ انسان ضائع نہیں ہوسکتا جس کی اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والی ذات اسکی معرفت ہے اور وہ بندہ مقصد تک پہنچنے میں پیچھے نہیں رہ سکتا جس کی خداوند عالم کے سامنے شفاعت کرنے والی ذات محبت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿الٰھي انک تعلم اني وان لم تدم الطاعة منّي فعلاجزما فقددامت محبّة

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۲۔

وعزما﴾

''خدایا تو جانتا ہے کہ میں اگر چہ تیری مسلسل اطاعت نہ کرسکا پھر بھی تجھ سے مسلسل محبت کرتا ہوں''

یہ امام علیہ السلام کے کلام میں سے ایک لطیف و دقیق مطلب کی طرف اشارہ ہے بیشک کبھی کبھی اطاعت انسان کو قصوروار ٹھہراتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت پر اعتماد کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے لیکن اللہ سے محبت کرنے والے انسانوں کے یقین و جزم میں شک کی کوئی راہ نہیں ہے اور جس بندے کے دل میں اللہ کی محبت گھر کر جاتی ہے اس میں شک آ ہی نہیں سکتا۔ بندہ بذات خود ہی اطاعت میں کوتاہی کرتا ہے اور وہ ان چیزوں کا مرتکب ہوتا ہے جن کو خداوند عالم پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی معصیت کرنے کو دوست رکھتا ہے لیکن اس کیلئے یہ امکان نہیں ہے کہ (بندہ اطاعت میں کوتاہی کرے اور معصیت کا ارتکاب کرے) اطاعت کو ناپسند کرے اور معصیت کو دوست رکھے۔

بیشک کبھی اعضا و جوارح معصیت کی طرف پھسل جاتے ہیں، ان میں شیطان اور خواہشات نفسانی داخل ہو جاتے ہیں اور اعضاء و جوارح اللہ کی اطاعت کرنے میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں لیکن اللہ کے نیک و صالح بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت، اس کی اطاعت سے محبت اور اس کی معصیت کے ناپسند ہونے کے علاوہ اور کچھ داخل ہی نہیں ہو سکتا ہے۔

ایک دعا میں آیا ہے:

﴿الٰهي احبّ طاعتک وانْ قصرت عنها واکره معصیتک وانْ رکبتها فتفضل عليّ بالجنة﴾(۱)

---

(۱)بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۰۱۔

''خدایا! میں تیری اطاعت کرنا چاہتا ہوں اگر چہ میں نے اس سلسلہ میں کوتاہی کی ہے اور مجھے تیری معصیت کرنا ناگوار ہے اگر چہ میں تیری معصیت کا ارتکاب کر چکا ہوں لہٰذا مجھ کو بہشت کرامت فرما''

جوارح اور جوانح کے درمیان یہی فرق ہے بیشک جوارح کبھی جوانح سے ملحق ہونے سے کوتاہی کرتے ہیں اور کبھی جوانح اپنے پروردگار کی محبت میں مکمل طور پر خاضع وخاشع ہوجاتے ہیں اور جوارح ایسا کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں لیکن جب دل پاک وپاکیزہ اور خالص ہوجاتا ہے تو جوارح اسکی اطاعت کرنے کیلئے ناچار ہوتے ہیں اور ہمارے لئے جوارح اور جوانح کی مطلوب چیز کا نافذ کرنا ضروری ہے اور ہم جوارح اور جوانح کے درمیان کے اس فاصلہ کو اخلاص قلب کے ذریعہ ختم کرسکتے ہیں

محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے

جب انسان گناہوں کے ذریعہ اللہ کی نظروں سے گرجاتا ہے اور انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب کیلئے پیش کیا جاتا ہے تو محبت انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب سے نجات دلاتی ہے۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام مناجات میں فرماتے ہیں:

﴿الهي انّ ذنوبي قداخافتني ومحبّني لک قد اجارتني﴾(۱)

''خدایا! میرے گناہوں نے مجھے ڈرادیا ہے اور تجھ سے میری محبت نے مجھے پناہ دے رکھی ہے''

محبت کے درجات اور اسکے طریقے

بندوں کے دلوں میں محبت کے درجے اور مراحل ہوتے ہیں:

یعنی دل میں اتنی کم محبت ہوتی ہے کہ محبت کرنے والے کو اصلا اس محبت کا احساس ہی نہیں

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۵ صفحہ/۹۹۔

ہوتا ہے۔

ایک محبت ایسی ہوتی ہے جس سے بندے کا دل اس طرح پُر ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ جاتی جس سے انسان لہوولعب میں مشغول ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرے۔

اور ایک محبت ایسی ہوتی ہے کہ انسان اللہ کے ذکر، اس سے مناجات کرنے اور اس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے میں مہنمک ہو جاتا ہے اور وہ ذکر، دعا، نماز اور فی سبیل اللہ عمل کرنے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سیراب نہیں ہوتا ہے۔

ایک دعا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿سیّدی انا من حبّک جائع لا اشبع، وانا من حبک ظمآن لا أُروئ واشوقاه الیٰ مَن یراني ولا أراه﴾

''میرے آقا و سردار میں تیری محبت کا بھوکا ہوں کہ سیر نہیں ہوسکتا، اور تیری محبت کا اتنا پیاسا ہوں کہ سیراب نہیں ہوسکتا اور میں کسی ذات کے دیدار کا مشتاق ہوں لیکن وہ مجھے اپنا دیدار نہیں کراتا''

حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین مناجات میں فرماتے ہیں:

﴿وغُلتی لا یبردها الاّ وصلُک ولوعتی لا یطفئوها الّا لقاءُ ک وشوقی الیک لا یُبُلُّهُ الا النَّظَرُ اِلَیکَ﴾(۱)

''اور میری حرارت اشتیاق کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کرسکتی اور میرے شعلہ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی اور چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کرسکتا ہے مگر تیری طرف نظر کرنا''

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۹۔

اللہ کی محبت میں والہانہ پن بھی ہے، زیارت امین میں آیا ہے:

﴿اللهم انّ قلوب المخبتين اليک والهة﴾(۱)

''تیرے سامنے تواضع کرنے والوں کے دل مشتاق ہیں''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعا میں مروی ہے:

﴿الهی بک هامت القلوب الوالهة ...فلا تطمئنّ القلوب الابذکراک ولا تسکن النفوس الاعند رؤیاک﴾(۲)

''خدایا! محبت بھرے دل تجھ ہی سے وابستہ ہیں ... دل تیرے ذکر کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور نفسوں کو تیرے دیدار کے بغیر سکون نہیں ملتا''

ان والهه اور هائمه قلوب کی یہ خاصیت ہے کہ ان کو اللہ کے ذکر کے بغیر سکون واطمینان نہیں ہوتا۔

ہم کو محبت کی آخری حد کا سبق امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اس دعا کے کلمات میں ملتا ہے جس کی آپ نے کمیل بن زیادہ نخعی کو تعلیم دی تھی جو دعاء کمیل کے نام سے مشہور ہے:

﴿فهبني یاسیّدي ومولاي وربي صبرت علیٰ عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک ،وهبني صبرت علی حرنارک فکیف اصبرعن النظر الیٰ کرامتک ام کیف اسکن فی النار ورجائي عفوک؟!﴾(۳)

''تو اے میرے خدا! میرے پروردگار! میرے آقا! میرے سردار! پھر یہ بھی طے ہے کہ

---

(۱) مفاتیح الجنان دعاء ابوحمزہ ثمالی۔

(۲) بحار الانوار جلد صفحہ/۱۵۱۔

(۳) مفاتیح الجنان دعائے کمیل۔

اگر میں تیرے عذاب پر صبر بھی کرلوں تو تیرے فراق پر صبر نہیں کرسکتا۔ اگر آتش جہنم کی گرمی برداشت بھی کرلوں تو تیری کرامت نہ دیکھنے کو برداشت نہیں کرسکتا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیری معافی کی امید رکھوں اور پھر میں آتش جہنم میں جلا دیا جاؤں''

یہ بندہ کی توجہ کو مبذول کرنے کے بہت ہی پاک وپاکیزہ اور سچے نمونے ہیں یعنی بندہ اپنے مولا وآقا کی طرف سے جہنم کے عذاب پر تو صبر کرسکتا ہے لیکن وہ اسکی جدائی اور غضب پر کیسے صبر کرسکتا ہے؟!

کبھی محبّ اپنے مولا کے عقاب کو برداشت کرتا ہے لیکن اس کے غضب کو برداشت نہیں کرتا کبھی وہ سب سے سخت عذاب دوزخ کو تو برداشت کرلیتا ہے لیکن مولا وآقا کے فراق کو برداشت نہیں کرپاتا ہے۔

جہنم کی آگ بندہ کا ٹھکانا کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ بندہ اپنے مولا وآقا سے مہربانی وعطوفت اور جہنم سے نجات دینے کی امید رکھتا ہے؟

محبت اور رجاء وامید یہ دونوں چیزیں بندے کے دل سے جدُا نہیں ہوسکتی ہیں (حالانکہ اس کو اللہ کے غضب کی وجہ سے جہنم کی بھٹی میں جھونک دیا جاتا ہے) اس عظیم وجلیل دعا کی یہ پاک و پاکیزہ صورتیں ہیں۔

کبھی بندہ اپنے مولا سے محبت کرتا ہے اور اس کا مولا وآقا اس کو اپنی نعمت اور فضل سے نوازتا ہے یہ محبت کی تاکید کا ہی اثر ہے لیکن وہ محبت جس کو بندے کے دل سے جدا کرنے اور جدا نہ کرنے سے اس کی محبت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا ہو تو اس کو بندے کے مولا وآقا کے عذاب جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔

امام زین العابدینؑ نے جس دعاء سحر کی ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم دی تھی اس میں فرماتے ہیں:

﴿فوعزّتک لو انتهرتني ما برحت من بابک ولا کففت عن تملّقک لما

أُلهم قلبي من المعرفة بكرمك وسعة رحمتك الى مَن يذهب العبد الاّ الى مولاه؟ والى مَن يلتجى المخلوق الاّالى خالقه ؟!الهي لوقرنتني بالاصفاد،ومنعتني سيبك من بين الاشهاد،ودللت علىٰ فضائحي عيون العباد،وامرت بي الى النار وحلت بيني وبين الابرارماقطعتُ رجائي منك،وماصرفتُ تأميلي للعفوعنك، ولاخرج حبّك من قلبي﴾(۱)

''تیری عزت کی قسم !اگرتو مجھ کوجھڑک بھی دے گا تو ہم تیرے دروازے سے کہیں جائیں گےنہیں اور تجھ سے آس نہیں توڑیں گے ہمارے دل کو تیرے کرم کا یقین ہے اور ہمیشہ تیری وسیع رحمت پراعتماد ہے میرے مالک بندہ اپنے مالک کوچھوڑ کرکدھر جائے اورمخلوق خالق کے ماسوا کس کی پناہ لے!میرے معبوداگرتو مجھ کوزنجیروں میں جکڑ بھی دے گااور مجمع عام میں عطا سے انکار بھی کردیگا اورلوگوں کو ہمارے عیوب سے آگاہ بھی کردیگااور ہم کوجہنم کاحکم بھی دیدیگااوراپنے نیک بندوں سے الگ بھی کردیگاتو بھی میں امیدکوتجھ سے منقطع نہیں کرونگااور جوتیری معافی سے آس نہیں توڑونگااور تیری محبت کودل سے نہ نکالونگا''

یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ یہی محبت سچی محبت،امید،آرزو،اور پاک صاف محبت ہے یہ بندہ کے دل سے کبھی نکل نہیں سکتی چاہے مولا اس کوزنجیروں میں ہی کیوں نہ جکڑ دےاوراس کولوگوں کے سامنے رسواہی کیوں نہ کرے۔

ہم محبت اور رجاء کی ان بہترین صورتوں کوقارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کومولائے کائنات نےجلیل القدردعاکمیل میں بیان فرمایاہے:

---

(۱)دعاابوحمزہ ثمالی۔

﴿فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِي وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِي نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اَلَیْکَ بَیْنَ اَهْلِهَا ضَجِیجَ الْآمِلِیْنَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَأَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاغَایَةَ آمَالِ الْعَارِفِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاحَبِیْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِیْنَ وَ یَااِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ﴾

اَفَتُرَاکَ سُبْحَانَکَ یَااِلٰهِي وَبِحَمْدِکَ تَسْمَعُ فِیْهَا صَوْتَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سُجِنَ فِیْهَا بِمُخَالَفَتِهِ وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِهَا بِمَعْصِیَتِهِ وَحُبِسَ بَیْنَ اَطْبَاقِهَا بِجُرْمِهِ وَجَرِیْرَتِهِ وَهُوَ یَضِجُّ اِلَیْکَ ضَجِیجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحْمَتِکَ وَیُنَادِیکَ بِلِسَانِ اَهْلِ تَوْحِیدِکَ وَیَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِرُبُوبِیَّتِکَ یَامَوْلَايَ فَکَیْفَ یَبْقٰی فِی الْعَذَابِ وَهُوَ یَرْجُو مَاسَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ اَمْ کَیْفَ تُؤْلِمُهُ النَّارُ وَهُوَ یَاْمُلُ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ اَمْ کَیْفَ یُحْرِقُهُ لَهِیبُهَا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرٰی مَکَانَهُ اَمْ کَیْفَ یَشْتَمِلُ عَلَیْهِ زَفِیرُهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ کَیْفَ یَتَقَلْقَلُ بَیْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ کَیْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِیَتُهَا وَهُوَ یُنَادِیکَ یَارَبَّهُ اَمْ کَیْفَ یَرْجُو فَضْلَکَ فِی عِتْقِهِ مِنْهَا فَتَتْرُکُهُ فِیهَا هَیْهَاتَ مَاذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ وَلَاالْمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِکَ وَلَامُشْبِهٌ لِمَاعَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِینَ مِنْ بِرِّکَ وَاِحْسَانِکَ﴾(۱)

''تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا و مولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گا اور ''عزیز گم کردہ'' کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے۔

---

(۱) مفاتیح الجنان دعاء کمیل۔

اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد و ثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم و خطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنا دے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوارِ رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم و تحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل و کرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم و رنج کا شکار ہوگا۔ جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا۔ وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوگا، ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تو نے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا"

ہمارے ایک دوست نے ہم سے کہا: شجاعت حضرت علی علیہ السلام کی اصلی خصلت ہے اور یہ خصلت ان سے جدا نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ آپ رب العالمین کی بارگاہ میں اس شہامت کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ آپ نے جناب کمیل کو جو دعا تعلیم فرمائی تھی اس میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب گنہکار بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ آگ کے جنگل میں پھنس گیا ہے اور چاروں طرف سے اسکو

آ گ نے گھیر لیا ہے تو وہ اس وقت نہ تو خاموش رہ سکتا ہے نہ کسی جگہ پر اسکو سکون ملتا ہے اور نہ ہی عذاب اور عقوبت کے لئے تسلیم ہوسکتا ہے اور یہی حال اس شخص کا ہے جس پر عذاب کا ہورہا ہواور آ گ کے شعلے اس کو ڈرار ہے ہوں تو وہ روتا ہے چلاتا ہے افسوس کرتا ہے اور آواز بلند کرتا ہے۔

قارئین! کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اس حالت کی دعا میں کس طرح تعبیر کی گئی ہے؟

﴿فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِيْ وَمَوْلَايْ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَھْلِھَا ضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُصْتَسْرِخِیْنَ وَلَاَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِیَّ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

ہم نے عرض کیا: تم نے مولائے کائنات کے کلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ اگر مولائے کائنات یہ بیان فرماتے جو تم نے خیال کیا ہے تو اس خطاب کے مقدمہ میں ﴿لو تَرَکْتَنِی نَاطِقاً﴾ نہ فرماتے لیکن میں اس مقام پر حضرت علی علیہ السلام کی فطری حالت کا احساس کررہا ہوں جو آپ نے ان کلمات میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر فرمایا ہے کہ انسان اللہ کی بارگاہ میں اس شیر خوار بچہ کے مانند ہے جو دنیا میں اپنی ماں کی عطوفت، مہربانی، رحمت اور محبت کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہیں رکھتا ہے جب بھی اسکو کوئی امر لاحق ہوتا ہے یا کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ دوڑکر اپنی ماں کی آغوش میں چلا جاتا ہے اسی سے فریاد کرتا ہے اور جب وہ کسی مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکی ماں اسکو کوئی سزا دینا چاہتی ہے اور وہ اپنی ماں کی سزا سے بچ کر کسی اور پناہگاہ میں جانا چاہتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہگاہ ہوتی ہی نہیں ہے لہٰذا اسکے لئے اسی سے فریاد کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرا شخص اسکو اذیت و تکلیف دیتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہگاہ نہیں ہوتی ہے۔

یہی حال مولائے کائنات کا اس دعا میں ہے آپ نے اپنے عظیم قلب سے اس دعا کی تعلیم فرمائی: اللہ سے پناہ مانگو، اس سے فریاد کرو اور اسکے علاوہ کسی اور کو اپنا ملجا و ماوی نہ بناؤ۔

فقط خداوند تبارک وتعالی یکتا اسکا ملجاو ماوی ہے جس کے علاوہ وہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں ہے جب بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم کا عذاب اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے(۱)

کیا خداوند تبارک وتعالیٰ اسکا ملجاو ماویٰ نہیں ہے؟ تو پھر کیوں اس خدا سے استغاثہ کرنے میں تردد کرتا ہے؟

امام زین العابدین علیہ السلام مناجات میں اسی معنی کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿فان طردتنی مِن بابک فبمن الوذ؟وان ردّدتنی عن جنابک فبمن اعوذ؟الهي هل یرجع العبدالابق الّاالٰی مولاہ؟ام هل یجیرہ من سخطہ احد سواہ﴾(۲)

''پس اگر تو مجھ کو اپنے دروازے سے ہٹادے گا تو میں کس کی پناہ لونگا اور اگر تو نے مجھ کو اپنی درگاہ سے لوٹا دیا تو کس کی پناہ میں رہونگا کیا فراری (بھاگا ہوا) غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس پلٹتا ہے یا اس کو آقا کی ناراضگی سے خود آقا کے علاوہ کوئی اور بچاتا ہے''

اور آپ نے ابوحمزہ ثمالی کو جو دعا کی تعلیم فرمائی تھی اس میں آپ فرماتے ہیں:

﴿وانایاسیدي عائذ بفضلک هارب منک الیک﴾(۳)

''اور میں تیرے فضل کی پناہ چاہنے والا ہوں اور تجھ سے بھاگ کر تیری طرف آنے والا ہوں۔

---

(۱) یہاں ہم خود مولا علیؑ کے کلمات سے مذکورہ مطالب کو اخذ کر رہے ہیں اگر مولائے کائنات سے یہ کلمات صادر نہ ہوئے ہوتے تو اس طرح مولائے کائنات اور خداوند عالم کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی ہم جرأت نہیں کرسکتے ہیں۔

(۲) بحارالانوار جلد۹۴ص۱۴۲۔

(۳) بحارالانوار جلد۹۸ص۸۴۔

اسی دعا میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿الٰی مَن یذھب العبد إلا إلیٰ مولاہ والی مَن یذھب المخلوق الاا لیٰ خالقه﴾(۱)

''کیا غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس جا سکتا ہے اور کیا مخلوق اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کے پاس جاتی ہے''

بندہ کے خداوند عالم سے لو لگانے کے سلسلہ میں بندہ کا اللہ سے اللہ کی طرف بھاگ کر جانا یہ بہت دقیق معانی اور بلند افکار ہیں حضرت علی علیہ السلام نے بندہ کے اللہ سے لو لگانے کی جو منظر کشی فرمائی ہے یہ محبت اور رجا وامید کے سب سے زیادہ دقیق اور لطیف مشاعر ہیں اور محبت کرنے والوں کے دلوں میں سچے دل سے گھر کرتی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے دعا کے اس فقرے میں استغاثہ کرتے وقت شعراء کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا ہے بلکہ دعا کے اس مرحلہ کو پوار کیا ہے آپ خدا کی بارگاہ میں اپنے احساس اور شعور کی تعبیر کرنے میں بالکل سچے ہیں۔

یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہمارے، اللہ کی رحمت اور اسکے فضل کی معرفت رکھتے ہوئے بھی خدا اپنے بندہ سے رجا اور محبت میں سچے اور پاک وصاف احساس کو اس بندہ کی محبت اور اسکی امید کو رد فرمادے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿فَکَیفَ یَبقٰی فِی الْعَذٰابِ وَھُوَیَرجُومٰاسَلَفَ مِنْ حِلمِکَ اَمْ کَیفَ تُؤلِمُهُ النّٰارُوَھُوَیَاْمُلُ فَضلَکَ وَرَحمَتَکَ اَمْ کَیفَ یُحرِقُهُ لَھِیبُھٰاوَاَنتَ تَسمَعُ صَوتَه وَتَریٰ

---

(۱) بحا الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۸۔

مَکَانَهُ اَمْ کَیْفَ یَشْتَمِلُ عَلَیْهِ زَفِیْرُهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ کَیْفَ یَتَقَلْقَلُ بَیْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ کَیْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِیَتُهَا وَهُوَیُنَادِیْکَ یَارَبَّهُ﴾

''خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا۔جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا۔وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا''

کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند عالم بندہ کی گردن میں آگ کا طوق ڈالدے،اسکو اس میں جلائے حالانکہ وہ خدا کو پکار رہا ہو اپنے کئے پر پچھتا رہا ہو اور اپنی زبان سے اس کی وحدانیت کا اقرار کر رہا ہو؟

ہماری زندگی میں جو کچھ اس کا حلم وفضل گذر چکا ہم اس کی مطلق اور قطعی ویقینی طور پر نفی کرتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام خداوند عالم کے حلم وفضل پر اس کے فضل سے اسطرح استدلال فرماتے ہیں:﴿وَهُوَیَرْجُومَاسَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ﴾ امام علیہ السلام قضیہ کے دونوں طرف یعنی خداوند عالم کے بندہ سے رابطہ برقرار رکھنے اور بندہ کے خداوند عالم سے لو لگانے میں قاطع اور صاف صاف طور پر بیان فرماتے ہیں۔

جس طرح اس کو یقین ہے کہ اگر بندہ کو جہنم میں بھی ڈالدیا جائیگا تو اس کی محبت اور امید اس سے جدا نہیں ہوسکتی ہے اور ہرگز خداوند عالم کے علاوہ اس کا کوئی ملجا وماویٰ نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح اس کو بھی یقین ہے کہ خداوند عالم سچی محبت اور امید کو بندے کے دل سے ختم نہیں کرتا ہے۔

اس جزم،قاطعیت اور صاف گوئی کے متعلق مولائے کائنات کے کلام میں غور فرمائیں:

﴿هیهات ماذلک الظَّنُّ بک وَلَاالْمَعْرُوْفُ مِنْ فَضْلِکَ وَلَامُشْبِهٌ لِّمَا

عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِيْنَ مِنْ بِرِّکَ وَاِحْسَانِکَ فَبِالْيَقِيْنِ اَقْطَعُ لَوْلَامَاحَكَمْتَ بِهِ مِنْ تَعْذِيْبِ جَاحِدِيْکَ وَقَضَيْتَ بِهِ مِنْ اِخْلَادِ مُعَانِدِيْکَ لَجَعَلْتَ النَّارَ كُلَّهَا بَرْداً وَسَلَاماًوَمَا كَانَ لِاَحَدٍ فِيْهَامَقَرّاًوَلَامُقَاماً ﴾(۱)

''ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے۔تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تو نے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا''

یہ جزم ویقین جو بندہ خداوند عالم سے لو لگانے میں رکھتا ہے یہ بلند مرتبہ ہے اور مولا کا اپنے بندے سے تعلق رکھنا یہ مرتبہ پائین ہے۔ہم ان دونوں باتوں کا مولائے کائنات کے دوسرے کلام میں مشاہدہ کرتے ہیں جہاں پر آپ نے اپنی مشہور مناجات میں خداوند عالم کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿الهي وعزّتک وجلالک لقداحببتک محبّة استقرّت حلاوتها في قلبي،وماتنعقدضمائرموحّديک علیٰ انک تبغض محبيک﴾(۲)

''خدایا! تجھ کو تیرے عزت وجلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے''

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

﴿الهي نفس اعززتهابتوحيدک كيف تذ لّهابمهانة هجرانک وضمير

---

(۱) مفاتیح الجنان دعائے کمیل۔

(۲) مناجات اہل البیت صفحہ ۶۸۔۶۹۔

انعقد علیٰ مودّتک کیف تحرقه بحرارة نیرانک ﴾(۱)

"اے خدا جس نفس کو تو نے اپنی توحید سے عزت دی ہے اسے کیسے اپنے فراق کی ذلت سے ذلیل کرے گا اور جس نے عشق و محبت کی گرہ باندھی ہے اس کو اپنی آگ کی حرارت سے کیسے جلائے گا"

حضرت سجاد علیہ السلام ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم دینے والی دعا میں فرماتے ہیں:

﴿افتراک یاربّ تخلف ظنوننا او تخیّب آمالنا؟ کلّا یا کریم، فلیس هٰذا ظنّنا بک، ولا هٰذا طمعنا فیک یاربّ اِنَّ لَنَا فِیکَ اَمَلاً طَوِیلاً کَثِیراً، اِنَّ لَنَا فِیکَ رَجَاءً عَظِیماً... ﴾(۲)

"اور تو یقیناً ہمارے یقین کو جھوٹا نہیں کرے گا اور ہماری امید کو نا امید نہیں کرے گا؟ ہرگز نہیں کریم تیرے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہے ہم تجھ سے بہت امید رکھتے ہیں اور بہت کچھ امید لگائے بیٹھے ہیں"

محبت میں انسیت اور شوق کی حالت

محبت کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے۔ کبھی محبت شوق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی محبت کسی سے انسیت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور ان دونوں حالتوں کو محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ بندے کے اندر شوق کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے محبّ سے دور ہوتا ہے اور انس کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے حبیب کے پاس موجود ہوتا ہے۔

---

(۱) بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۳۔

(۲) مفاتیح الجنان دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

یہ دونوں حالتیں بندے کے قلب پر اس وقت طاری ہوتی ہیں جب وہ اللہ سے لو لگاتا ہے بیشک خداوند عالم کبھی بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے اور کبھی نزدیک سے تجلی کرتا ہے:

﴿اَلَّذِیْ بَعُدَ فَلَایُریٰ وَقَرُبَ فَشَھِدَ النَّجْویٰ﴾(۱)

''جو اتنا دور ہے کہ دکھائی نہیں دیتا ہے اور اتنا قریب ہے کہ ہر راز کا گواہ ہے''

جب وہ بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے تو بندے میں شوق کی حالت پیدا ہوتی ہے اور جب وہ بندے پر قریب سے تجلی کرتا ہے اور بندہ اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے:

﴿وَھُوَمَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ﴾(۲)

''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہو''

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾(۳)

''اور ہم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں''

﴿وَاِذَاسَألَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾(۴)

''اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں''، تو بندہ میں انسیت کی حالت پیدا ہوتی ہے۔

دعائے افتتاح میں ان دونوں حالتوں کی امام حجت المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے دقیق طور پر عکاسی کی گئی ہے:

---

(۱) مفاتیح الجنان دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

(۲) سورۂ حدید آیت/۴۔

(۳) سورۂ ق آیت/۱۶۔

(۴) سورۂ بقرہ آیت/۱۸۶۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَایُھْتَکُ حِجَابُہٗ وَلَایُغْلَقُ بَابُہٗ﴾(۱)

''ساری حمد اس خدا کے لئے جس کا حجاب نور اٹھایا نہیں جا سکتا ہے اور اس کا دروازہ کرم بند نہیں ہو سکتا ہے''

حجاب کی بھی دو قسمیں ہیں: حجاب ظلمت اور حجاب نور۔ کبھی انسان گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا یعنی گھٹا ٹوپ اندھیرا اس کے دیکھنے میں مانع ہوتا ہے اس کو حجاب ظلمت اور تاریکی کہا جاتا ہے۔

کبھی انسان انتہائی روشنی اور نور کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا ہے جس طرح انسان وسط میں کسی رکاوٹ وحائل ہونے والی چیز کے بغیر سورج کی طرف نہیں دیکھ سکتا ہے یہ سورج کی انتہائی روشنی کی وجہ سے ہے اسی کو حجاب نور کہا جاتا ہے۔

''دنیا سے محبت''، برائیوں کی مقارنت اور ''مَا یُرِینَ القلب'' انسان کے اللہ سے لو لگانے میں حجاب ظلمت شمار ہوتے ہیں۔

انسان کے اللہ سے لو لگانے کیلئے حجاب نور دوسری چیز ہے، حجاب نور وہ حجاب ہے جو کبھی نہیں چھٹتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اس دعا میں فرمایا ہے۔

یہ وہ حجاب ہے جو بندوں کے دلوں میں شوق و اشتیاق زیادہ کرتا ہے حضرت امام زین العابدین اپنی مناجات میں اللہ سے لو لگانے کے شوق و اشتیاق کو یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿وَغُلَّتِي لَایُبَرِّدُھَا اِلَّاوَصْلُکَ وَلَوْعَتِي لَایُطْفِیْھَا اِلَّالِقَاؤُکَ وَشَوْقِي اِلَیْکَ لَایَبُلُّہُ اِلَّاالنَّظَرُ اِلٰی وَجْھِکَ وَقَرَارِي لَایَقِرُّدُوْنَ دُنُوِّيْ مِنْکَ وَلَھْفَتِي لَایَرُدُّھَا اِلَّارَوْحُکَ وَسُقْمِي لَایَشْفِیْہِ اِلَّاطِبُّکَ وَغَمِّي لَایُزِیْلُہُ اِلَّاقُرْبُکَ وَجُرْحِي

---

(۱) مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔

لَایُبْرِئُهُ اِلَّا صَفْحُکَ وَرَیْنَ قَلْبِی لَایَجْلُوْهُ اِلَّا عَفْوُکَ... فَیَامُنْتَهیٰ اَمَلِ الْآمِلِیْنَ، وَیَاغَایَةَ سُؤْلِ السَّائِلِیْنَ وَیَااَقْصیٰ طَلَبَةِ الطَّالِبِیْنَ وَیَااَعْلیٰ رَغْبَةِ الرَّاغِبِیْنَ وَیَاوَلِیَّ الصَّالِحِیْنَ وَیَااَمَانَ الْخَائِفِیْنَ، وَیَامُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ وَیَاذُخْرَ الْمُعْدِمِیْنَ وَیَاکَنْزَ الْبَائِسِیْنَ﴾(۱)

''اور میرے اشتیاق کی حرارت کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کرسکتی اور میرے شعلہ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کرسکتا ہے مگر تیری طرف نظر کرنا میرا دل تیرے قرب کے علاوہ قرار نہیں پاتا ہے اور میری حسرت کو تیری رحمت کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے درد کو تیرے علاج کے سوا کوئی شفا نہیں دیتا ہے اور میرے غم کو تیرے قرب کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے زخم کو تیری چشم پوشی کے علاوہ کوئی ٹھیک نہیں کرتا اور میرے دل کے زنگ کو تیری معافی کی علاوہ کوئی جلا نہیں دیتا... اے امیدواروں کی امید کی انتہا اے سوال کرنے والوں کے منتہاء مقصود، اے طلب کرنے والوں کے بلند ترین مطلوب اے رغبت رکھنے والوں کی بلند ترین آرزو، اے نیکوں کے ولی اے خوف رکھنے والوں کے امان دینے والے اور اے مضطر کی دعا قبول کرنے والے اور اے بینواؤں کے ہمنوا اور اے بیچاروں کے لئے امید کا خزانہ''

اس تجلی کے بالمقابل تجلی کا ایک اور طریقہ ہے اور وہ اپنے اور بندوں کے درمیان دروازہ بند کئے ہوئے بغیر تجلی کرنا ہے وہ ان کی مناجات کو سنتا ہے، وہ ان کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ ان سے قریب ہے، یحول بین المرء و قلبه، اس سے بندوں کے دلوں میں آنے والی کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، بندہ خود کو اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے وہ اپنے آقا کی کوئی بھی مخالفت اور معصیت کرنے سے ڈرتا ہے، اس کے ذکر و یاد سے مانوس ہوتا ہے، اپنی مناجات اور دعا میں ثابت

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۵۰۔

قدم رہتا ہے، مناجات کوطول دیتا ہے، خدا کا ذکراوراس کو یاد کرتا ہےاوراس کے سامنے ٹھہرتا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ پروردگار عالم رات کی تاریکی میں اپنی بارگاہ میں اپنے بعض انبیاءکورکوع وسجود سے متصف کرتا ہے جبکہ لوگ گہری نیند میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں:

﴿ولوتراھم وھم یقیمون لي في الدجیٰ،وقد مثلت نفسي بین اعنیھم یخاطبوني،وقد جللت عن المشاھدة ویکلّموني وقد عززت عن الحضور﴾(۱)

''اگرتم ان کورات کی تاریکی میں دیکھو گےتو وہ حالت قیام میں ہونگے وہ میرے وجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں درحالیکہ میں ان سے غائب ہوں''

بندہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نہیں اکتاتا اور نہ ہی وقت گذرنے کا احساس کرتا ہے۔کیا آپ نے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ جب انسان اپنے کسی ایسے دوست کے پاس جاتا ہے جس سے اس کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہےتو وہ نہ اس کے پاس جانے سے اکتاتا ہےاور نہ ہی اس کو اپنے وقت گذرنے کا احساس ہوتا ہے؟

تو پھر انسان، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے کیسے اکتائے گا؟ جبکہ پروردگار عالم اس کی بات سنتا ہے، اس کو دیکھتا ہے اس کے خطاب اور کلام کوسنتا ہےاوروہ اس کے ساتھ ہے۔

﴿وَھُوَمَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ﴾(۲)''تم جہاں کہیں ہووہ تمہارے ساتھ ہے''

اللہ کے ذکر سے اس کواطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے:

﴿الابذکر اللہ تطمئنُّ القلوبُ﴾(۳)

---

(۱)لقاءاللہ صفحہ/۱۰۱۔

(۲)سورۂ حدید آیت/۴۔

(۳)سورہ رعد آیت/۲۸۔

''اور آگاہ ہو جاؤ کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے''

امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مشہور و معروف دعائے افتتاح میں فرماتے ہیں:

فصرت ادعوک آمنا واسألک مستانساً، لا خائفاً ولا وجلا، مدّلا علیک فیماقصدت فیہ الیک﴾(۱)

''تو اب میں بڑے اطمینان کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں اور بڑے انس کے ساتھ تجھ سے سوال کر رہا ہوں نہ خوفزدہ ہوں نہ لرزاں ہوں اپنے ارادوں میں تجھ سے اصرار کر رہا ہوں''

بیشک یہ حالت اللہ سے اُنس اور اس سے اطمینان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اللہ سے مدد اور امن کا احساس ایسی کیفیت ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری، اس کی قُربت اور معیت سے وجود میں آتی ہے اور یہ بندہ کی اللہ سے لولگانے کی سب سے افضل حالت ہے لیکن ہر چیز کی اللہ سے لولگانے کی مثال نہیں دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے حالت شوق کا ملا ہوا ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ اس حالت کو کامل متوازن اور منظم ہونا چاہئے۔

اولیاء اللہ اور اس کے نیک بندوں کی عبادت اور ان کے اللہ سے لولگانے کے سلسلہ میں یہ دو اہم حالتیں ہیں کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لولگانے میں شوق اور ہم و غم غالب رہتا ہے اور کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لولگانے میں اُنس، سکون و اطمینان غالب رہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی ویسا ہوتا ہے یہی سب سے افضل حالتیں ہیں اور اللہ سے لولگانے میں نظم و انس کی حالت سے بہت قریب ہیں۔

حماد بن حبیب عطار کوفی سے مروی ہے: ہم حاجیوں کا قافلہ اپنا رخت سفر باندھ کر نکلا تو ہم رات کے وقت ''زبالہ'' (عراق سے حاجیوں کے راستہ میں آنے والا مقام) نامی جگہ پر پہنچے تو کالی

---

(۱) مفاتیح الجنان دعاء افتتاح۔

آندھی آئی اور میں قافلہ سے بچھڑ گیا اور بقیہ رات اسی جنگل و بیابان میں گذری جب میں ایک چٹیل میدان پر پہنچا جب رات آئی تو میں نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا اور جب گھپ اندھیرا چھا گیا تو میرے پاس ایک نوجوان آیا جو سفید لباس پہنے ہوئے تھا، اس کے منہ سے مسک کی خوشبو آ رہی تھی میں نے سوچا: یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔

میں کچھ ڈرا کہ یہ شخص کیا چاہتا ہے، وہ ایک جگہ پر پہنچا اور نماز کیلئے تیاری کرنے لگا، پھر جب وہ نماز کیلئے کھڑا ہونے لگا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

یامَن احاز کل شيءٍ ملکوتاوقهر کل شيءٍ جبروتا،اولِج قلبي فرح الاقبال علیک والحقني بمیدان المطیعین لک﴾

''اے وہ کہ جو ہر چیز پر محیط ہے اور غالب ہے میرے دل میں ہر مناجات کی خوشی ڈالدے اور اپنے اطاعت گذار بندوں میں شمار فرما''

اس کے بعد وہ نماز میں مشغول ہوگیا ...

جب اندھیرا چھٹ گیا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

﴿یامَن قصده الطالبون فاصابوه مرشدا،وامّه الخائفون فوجوده متفضّلا و لجأالیه العابدون فوجدوه نوالا متیٰ وجد راحة مَن نصب لغیرک بدنه ومتیٰ فرح مَن قصد سواک بنیته الهي قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتک وطراً، ولامن حاضّ مناجاتک مدراً،صلِ الله علیٰ محمّد وآله،وافعل بي اولی الامرین بک یاارحم الراحمین﴾

''اے وہ ذات جس کا حقیقت کے طالبوں نے قصد کیا تو اس کو رہنما پایا اور خائفین نے اس کو اپنا پیشوا قرار دیا تو اس کو سخی پایا، عابدین نے اس کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا تو اس کو آسان پناہ گاہ پایا وہ

شخص کیسے آرام پاسکتا ہے جو تیرے علاوہ کسی اور کیلئے خود کو خستہ کرے اور وہ کب خوش ہوسکتا ہے جو اپنے باطن میں تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے۔ خدایا! تاریکیاں چھٹ گئیں لیکن میں تیری ذرہ برابر خدمت نہ کرسکا اور نہ ذرہ برابر تجھ سے مناجات کرسکا، محمد وآل محمد پر درود بھیج اور دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کر جو تیرے لئے زیادہ سزاوار ہے اے ارحم الراحمین''

میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ شخص دنیا سے نہ گذر جائے اور اس کا اثر مجھ تک پہنچے تو میں نے اس سے کہا: آپ سے رنج وتعب کیسے دور ہوا اور آپ کو ایسا شوق شدید اور لذت ورغبت کس نے عطا کی ہے... آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: میں علی بن الحسین بن علی بن ابوطالبؑ ہوں۔(۱)

اصمعی سے مروی ہے: میں رات میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے دیکھا ایک خوبصورت جوان کعبہ کے پردے کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے کہہ رہا ہے:

﴿نامت العیون وعلت النجوم وانت الملک الحي القیوم،غلّقت الملوک ابوابها،واقامت علیهاحرّاسها،وبابک مفتوح للسائلین ،جئتک لتنظر اليَّ برحمتک یاارحم الراحمینَ﴾

''آنکھیں محوخواب ہیں ستارے نکل آئے ہیں اور تو حی وقیوم بادشاہ ہے، بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور ان پر پہرے دار کھڑے ہیں جبکہ حاجتمندوں کیلئے تیرا دروازہ کھلا ہوا ہے میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نظر رحمت ڈال دے''

پھر اس کے بعد زبان پر یہ اشعار جاری کئے:

﴿یامَن یُجیب دعاالمضطرّفي الظلم یاکاشف الضرّوالبلویٰ مع السقم﴾

---

(۱) بحارالانوار جلد ۴۶ صفحہ ۷۷۔۷۸۔

''اے وہ ہستی جو تاریکیوں میں مجبور شخص کی دعا قبول کرتی ہے اے وہ ہستی جو ہماری پریشانی اور بلا کو دور کرنے والی ہے''

قد نام وفدک حول البیت قاطبة وانت وحدک یاقیوم لم تنم

''خانہ کعبہ کے اردگرد تیری تمام مخلوق سوگئی جبکہ اے قیوم! تو نہیں سویا''

ادعوک ربّ دعاءً قد امرت بها فارحم بکائي بحقِّ البیت والحرم

''پروردگارا! تیرے حکم کے مطابق میں تجھے پکار رہا ہوں لہٰذا خانہ کعبہ اور حرم کے واسطے میرے گریہ پر لطف نازل فرما''

ان کان عفوک لایرجوه ذوسرف فمن یجود علی العاصین بالنعم

''اگر چہ زیادہ روی کرنے والا تیری معافی کا امیدوار نہ ہو تو گناہگاروں پر نعمتوں کی بارش کون کرے گا''

جب میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ آپ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔(۱)

طاؤس فقیہ سے مروی ہے:

''رأیته یطوف من العشاء الیٰ السحر ویتعبّد فلمالم یر أحداً رمق السماء بطرفه وقال: الهي غارت نجوم سماواتک ،وهجعت عیون انامک، وابوابک مفتحات للسائلین، جئتک لتغفرلي وترحمني وتریني وجه جدی محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عرصات القیامة''

''میں نے آپ کو عشاء کے وقت سے لیکر سحر تک خانہ کعبہ کا طواف اور عبادت کرتے دیکھا

---

(۱) بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۸۰۔۸۱۔

جب وہاں پر کوئی دکھائی نہ دیا تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

ثم بکیٰ وقال وعزتک وجلالک مااردت بمعصیتي مخالفتک، وما عصیتک اذ عصیتک وانا بک شاک ولابنکالک جاهل،ولالعقوبتک متعرض،ولکن سوّلت لي نفسي واعانني علیٰ ذالک سترک المرخیٰ به عليَّ،فالآن من عذابک من یستنقذني ؟وبحبل من اعتصم ان قطعت حبلک عني؟فواسواتاه غداًمن الوقوف بین یدیک ،اذاقیل للمخفّینَ جُوزوا،وللمثقلین حطّوا،أمع المخفین،أجوز ؟أم مع المثقلین احط؟ویلي کلما طال عمري کثرت خطایاي ولم اتب،أماآن لی ان استحیي من ربّي''؟

ثم بکیٰ وانشأیقول:

اتحرقني بالناریاغایة المنیٰ	فأین رجا ئي ثم این محبّتي
اتیت بأعمال قباح رزیّة	ومافي الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتي

ثم بکیٰ وقال:

سبحانک تُعصي کانّک لاتریٰ،وتحلم کأنّک لم تُعصَ.تتودّدالیٰ خلقک بحسن الصنیع کأَنّ بک الحاجة الیهم،وانت یاسیدي الغنی عنهم.

ثمَّ خرَّالی الأرض ساجداً.قال:فدنوت منه وشِلت برأسه ووضعته علیٰ رکبتي وبکیت حتّیٰ جرت دموعي علیٰ خدِّه،فاستویٰ جالساًوقال:من الّذي أشغلني عن ذکرربّی؟فقلت:أناطاووس یابن رسول اللهماهذاالجزع والفزع؟ونحن یلزمناأن نفعل مثل هذاونحن عاصون جانون.أبوک الحسین بن عليّ وأُمّک فاطمةالزهراء،وجدُّک رسول الله ﷺ.قال:فالتفت اليَّ و

قال:هیهات هیهات یاطاووس دع عنّی حدیث أبي وأُمّي وجدّي خلق الله

الجنّة لمن أطاعه وأحسن، ولو كان عبداً حبشيّاً، وخلق النار لمن عصاه ولو كان ولداً قرشيّاً. أما سمعت قوله تعالىٰ: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾(۱) والله لا ينفعك غداً الّا تقدِمَةٌ تقدّمها من عمل صالح"(۲)

''معبود تیرے آسمان کے ستارے غروب کر چکے ہیں تیری مخلوق کی آنکھیں بند ہیں جبکہ حاجتمندوں کیلئے تیرے دروازے کھلے ہیں میں تجھ سے رحمت اور مغفرت کا خواہاں اور عرصہ قیامت میں اپنے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی آرزو لیکر آیا ہوں''

پھر آپ ؑ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

''تجھ کو اپنی عزت وجلال کی قسم، میں نے گناہ کے ذریعہ تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور میں نے جو تیری مخالفت کی ہے وہ اس حالت میں مخالفت نہیں کی ہے کہ مجھ کو تیری ذات میں شک رہا ہو اور میں تیرے عذاب سے ناواقف رہا ہوں نیز تیری سزا کی طرف بڑھنے والا ہوں بلکہ میرے نفس نے میرے لئے امور کو مزین کر دیا اور سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ تو نے میری پردہ پوشی کی تو اب مجھ کو تیرے عذاب سے کون بچائے گا؟ نیز اگر تو مجھ سے اپنی ریسمان کو توڑ لے تو میں کس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑوں؟ کل تیرے سامنے کھڑا ہونا میرے لئے کتنا رسوائی کا سبب ہوگا جب ہلکے بوجھ والوں سے آگے بڑھ جانے کیلئے کہا جائیگا اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائیگا کہ اتر جاؤ؟ کیا میں ہلکے بوجھ والوں کے ساتھ گذر جاؤنگا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ گر جاؤنگا؟ کتنا افسوس ہے کہ جتنی میری عمر بڑھ رہی ہے مجھ سے غلطیاں زیادہ سرزد ہو رہی ہیں جبکہ میں نے ابھی توبہ بھی نہیں کی ہے؟ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے توبہ کروں؟

پھر آپ نے رو کر اس مفہوم کے یہ اشعار کہنا شروع کئے:

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۹۰۔

(۲) بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۸۱۔۸۲۔

اتحرقنی بالنار یاغایة المنیٰ فأین رجائی ثم این محبتی

''اے آرزوؤں کی انتہا کیا تو مجھ کو آگ میں جلائیگا تو میری امید اور محبت کہاں گئی؟

اتیت بأعمال قباح رزیّة ومافی الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتی

''میں برے کام کر کے آیا ہوں اور میری طرح کسی نے جرم نہیں کیا ہے''

پھر آپ نے رو کر فرمایا:

تو پاک ومنزہ ہے تیری نافرمانی کی جاتی ہے گویا تو نہیں دیکھتا اور تو برداشت کرتا ہے گویا تیری نافرمانی نہیں کی گئی ہے، تو اپنی مخلوقات سے اچھے کام کے ذریعہ محبت کرتا ہے گویا تجھ کو ان کی ضرورت ہے جبکہ اے میرے آقا تو اس سے بے نیاز ہے۔

پھر آپ سجدے میں گر پڑے۔ طاؤس فقیہ کا کہنا ہے کہ میں ان کے نزدیک گیا اور ان کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور اتنا رویا کہ میرے آنسو ان کے رخسار پر بہنے لگے۔ امام علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کس نے مجھ کو میرے رب کی یاد سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طاؤس ہوں یہ بیتابی کس لئے ہے؟ ایسا تو ہمیں کرنا چاہئے درانحالیکہ ہم گناہگار اور مجرم ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جد بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں کہ پھر میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: اے طاؤس ہرگز ہرگز مجھ سے میرے والدین اور جد بزرگوار کی گفتگو مت کرو خداوند عالم نے بہشت اطاعت گذار اور نیک افراد کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اور دوزخ گناہگار کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ قریشی ہی کیوں نہ ہو؟ کیا تم نے خداوند عالم کا یہ فرمان نہیں سنا ہے:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَاءَلُوْنَ﴾ (۱)

---

(۱) سورۂ مؤمنون آیت/۱۰۱۔

''پھر جب صور پھونکا جائیگا تو نہ رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کے حالات پوچھے گا''

خدا کی قسم کل تمھیں وہی نیک عمل فائدہ پہنچائے گا جس کو تم پہلے سے بجالا چکے ہوگے''

حبّہ عرنی سے مروی ہے:

''بیناأناو ''نوف'' نـائـمیـن فی رحبةالقصر،اذنحن بأمر المؤ منینؑ فی بقیةمن الـلیـل،واضـعـاًیـده عـلـیٰ الـحائط شبه الواله،وهویقول:﴿اِنَّ فی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرضِ...﴾ثم جعل یقرأهذه الآیات،ویمرشبه الطائرعقله فقال:أراقد یاحبةأم رامق؟

قلت:رامق،هذاأنت تعمل هذاالعمل فکیف نحن؟!

فـأرخـیٰ عیـنـه فبـکـی،ثم قال لي:یاحبةانّ ﷲموقفاًولنابین یدیه موقف،فلا یـخـفیٰ علیه شیء من أعمالنا،یاحبةانّ ﷲأقرب الیک والیَّ من حبل الورید،یاحبة انّه لن یحجبني ولاایاک عن ﷲشیء ثم قال:أراقدأنت یانوف؟

قـال:لایـاأمیـرالـمـؤ مـنیـن مـاأنابراقد،ولقدأطلت بکائی هذه اللیلة...ثم وعـظهـماوذکرهما،وقال في أواخره:فکونوامن ﷲعلیٰ حذرفقدأنذرتکماثم جعل یمرّوهویقول:

﴿لیـت شـعري في غفلاتی أمعرض أنت عني أم ناظراليَّ ولیت شعری فی طول منامي وقلةشکري في نعمک عليّ ماحالي؟

قال:فوﷲمازال فی هذه الحالةحتّیٰ طلع الفجر''(۱)

---

(۱) فلاح السائل لابن طاؤس صفحہ ۲۶۶۔

میں اور نوف قصر کی کشادہ زمین پر سورہے تھے کہ اتنے میں مولائے کائنات رات کے آخری حصہ میں حیران شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...﴾

''بیشک زمین وآسمان کی خلقت ...'' اور ایک حیران و پریشان پرندہ کی طرح چلے جارہے تھے؟ پھر آپ نے فرمایا: اے نوف سورہے ہو یا جاگ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: جاگ رہا ہوں۔ جب آپ ایسا کہہ رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟!

پھر آپ نے آنکھیں نیچی کرکے گریہ فرمایا اس کے بعد مجھ سے فرمایا: بیشک خدا کا ایک موقف ہے اور ہمارا ایک موقف ہے لہٰذا ہمارا اس پر کوئی عمل مخفی نہیں رہتا۔ اے حبہ! خداوند عالم ہم سے اور تم سے شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اے حبہ مجھ کو اور تم کو خداوند عالم سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے نوف سورہے ہو؟

میں نے عرض کیا: نہیں امیر المومنین میں بیدار ہوں، کیونکہ اس شب میں آپ نے بہت زیادہ گریہ فرمایا۔ پھر آپ نے نوف اور حبہ کو نصیحت فرمائی اور یاددہانی کرائی، اور آخر میں فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو میں نے تم کو ڈرادیا۔ پھر آپ یہ کہہ کر گذرنے لگے:

''کاش مجھ کو اپنی غفلتوں کی حالتوں میں معلوم ہوتا کہ اے خدا تو مجھ سے بے توجہی کررہا ہے یا میری طرف نظر کرم کئے ہوئے ہے، کاش مجھ کو اپنی طولانی نیند کی حالت میں نیز نعمتوں کے سلسلہ میں کم شکری کے وقت معلوم ہوتا کہ میری کیا حالت ہے۔

خدا کی قسم آپ طلوع فجر تک اسی حالت میں رہے''

اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اور مناجات میں خاص طور سے وہ پندرہ مناجات جن کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے

اُنس اور شوق کی حامل ہیں۔

ہمارے لئے اہل بیت علیہم السلام کی میراث (دعاؤں) میں ان صورتوں اور معانی کا لازوال خزانہ موجود ہے جبکہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے پاس اس طرح کا ذخیرہ بہت کم پایا جاتا ہے ہم اس محبت کو ختم کرنے سے پہلے بعض صورتوں کو ذیل میں بیان کررہے ہیں:

﴿الٰهي من ذاالذي ذاق حلاوة محبتک فرام منک بدلاومن ذالذي انسً بقربک فا بتغیٰ عنک حولا ؟

الهي فاجعلنامـمن اصطفيته لقربک وولايتک واخلصته لودک و محبّتک، وشوقته الیٰ لقائک، ورضّيته بقضائک، ومنحته النظر الیٰ وجهک، و حبوته برضاک، واعذته من حُجرک وقلاک، وبوّاته مقعد الصدق في جوارک، وخصصته بمعرفتک، واهّلته لعبادتک، وهيّمت قلبه لارادتک واجتبيته لمشاهدتک، واخليت وجهه لک، وفرّغت فئواده لحبک، ورغّبته فيما عندک، والهمته ذکرک، واوزعته شکرک، وشغلته بطاعتک، وصيّرته من صالحی بريتک، واخترته لمناجاتک، وقطعت عنه کل شئی يقطعه عنک.

اللهم اجعلناممّن دابهم الارتياح اليک والحنين ودهرهم الزفرة والانين، جباههم ساجدة لعظمتک، وعيونهم ساهرة لخدمتک، ودموعهم سائلة من خشيتک وقلوبهم متعلقة بمحبتک، وافئدتهم منخلعة من مهابتک يامن انوارقدسه لابصارمحبيه رائقة وسبحات وجهه لقلوب عارفيه شائقة، ويامنیٰ قلوب المشتاقين، وياغاية آمال المحبّين اسألک حبّک وحبّ من يحبّک، وحبّ کلّ عمل يوصلني الی قربک، وان تجعلک احبّ اليّ مماسواک وان تجعل حبی ایاک قائداًالی رضوانک وشوقي اليک ذائداًعن عصيانک، وامنن بالنظر اليک

عليّ وانظر بعين الودو العطف اليَّ، ولاتصرف عني وجهک ﴾(۱)

''خدایا! وہ کون ہے جس کو تیری محبت کا مزہ مل گیا ہے ہو اور اس کے بعد بھی تیرا بدل تلاش کر رہا ہے اور وہ کون ہے جو تیرے انس سے مانوس ہو گیا اور اس کے بعد تجھ سے ہٹنا چاہتا ہے؟

خدایا! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کو قرب اور اپنی محبت کیلئے منتخب کیا ہے اور دوستی کیلئے خالص قرار دیا ہے اپنی ملاقات کا مشتاق بنایا ہے اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایا ہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کرلیا ہے اور اپنے مشاہدہ کیلئے انھیں چُن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کیلئے ان کے دلوں کو خالی کرلیا ہے اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے اور اپنے ذکر کا الہام کیا ہے اپنے شکر کی توفیق دی ہے اور اپنی اطاعت کے لئے مشغول کیا ہے اپنے نیک بندوں میں قرار دیا ہے اور اپنی مناجات کیلئے چُن لیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندے کو تجھ سے الگ کر سکے۔

خدایا! مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کا طریقہ تیری طرف توجہ اور اشتیاق ہے اور ان کی زندگی عاشقانہ نالہ و آہ سے پُر ہیں اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اور ان کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں۔ ان کے قلوب تیرے خوف سے دنیا سے الگ ہو گئے ہیں اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کیلئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کیلئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اور اے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا میں تجھ سے تیری اور تیرے چاہنے

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۸۔

والوں کی، اور ہر نیک عمل کی محبت چاہتا ہوں جو مجھ کو تیرے قرب تک پہونچا دے اور تجھے ساری کائنات سے محبوب بنا دے اور اس کے بعد تو اسی رضا کو اپنی رضا تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اسی شوق کو اپنی معصیت سے بچنے کا وسیلہ بنا دینا، مجھ پر یہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے اور تو خود مجھے عطوفت کی نگاہ سے دیکھتا رہے اور اپنے منھ کو مجھ سے موڑ نہ لینا''

دعاء کے یہ فقرے محبت، شوق اور اُنس کا بیکراں خزانہ ہیں ہم دعا کے ان فقروں پر کوئی حاشیہ نہیں لگانا چاہتے اور ہرگز ہمارے اندر اتنی استطاعت بھی نہیں ہے جو ان دعاؤں کے فقروں کو اور خوبصورت بنا کر بیان کریں اور ہم اتنی صلاحیت واستعداد کے مالک بھی نہیں ہیں کہ اللہ سے دعا محبت اور ادب پر کوئی حاشیہ لگا سکیں۔

سب سے پہلے ہماری نظر دعا کے ان فقروں پر مرکوز ہو جاتی ہے جن کے ذریعہ امامؑ نے اپنے رب کو پکارا ہے:

﴿یامنیٰ قلوب المشتاقین ویاغایة آمال المحبّین...﴾۔﴿ یامن انوار قدسه لابصار محبیه رائقة وسبحات وجهه لقلوب عارفیه شائقة﴾" اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کیلئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کیلئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو"

اس دعا میں امام علیہ السلام نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں اور بندہ اپنے پروردگار سے ان ہی تین عظیم چیزوں کو طلب کرتا ہے۔

ا۔ آپ نے سب سے پہلے اللہ سے دعا فرمائی کہ وہ ان نفس کا انتخاب فرمائے اُن کے نفس (قلب) کو اپنی محبت کیلئے خالص کر دے، جن چیزوں کا وہ مالک ہے ان کی طرف رغبت دلائے، ان کے دل کو اپنی محبت میں مشغول کر دے، جو چیزیں اس نے خود سے منقطع کی ہیں اُن سے بھی منقطع کر دے اور جو چیزیں خود سے دور کی ہیں ان سے بھی دور فرما دے۔

امام علیہ السلام نے خداوند عالم سے جو کچھ طلب فرمایا ہے اس پر گامزن ہونے کیلئے سب سے پہلے اس چیز کا ہونا ضروری ہے اور اس کے آغاز وابتداء کے بغیر انسان اللہ سے ملاقات کرنے کیلئے اس مشکل راستہ پر گامزن نہیں ہوسکتا اور وجہ اللہ کا ہر بنی اور صدیق بآسانی مشاہدہ کرسکتا ہے۔

اگر چہ وجہ اللہ پر نظر کرنا رزق ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ رزق عطا کرنے کیلئے منتخب کر لیتا ہے لہٰذا بندے کیلئے اللہ کے رزق کو حاصل کر کے اس کی کنجیاں حاصل کرنا ضروری ہے جب خداوند عالم اپنے بندہ کو رزق عطا کرتا ہے تو اس کو اس رزق کے دروازے اور کنجیاں بھی عطا کر دیتا ہے اور اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ سے بغیر دروازے اور کنجیوں کے رزق طلب کرتے ہیں وہ اللہ کو اس کی ان سنتوں اور قوانین کے خلاف پکارتے ہیں جن کو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے۔

انسان کو جن دروازوں سے خداوند عالم سے ملاقات اور وجہ کریم کا مشاہدہ کرنے کیلئے اقدام کرنا چاہئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دل کو ہر طرح کے گناہ رنج وغم اور دنیا سے لولگانے سے پرہیز کرنا چاہئے جس کو علماء تخلیہ کہتے ہیں (یعنی دل کو ہر طرح کے رنج وغم اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لولگانے سے خالی ہونا چاہئے)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿واجعلنا ممن اخلصته لودّک ومحبّتک، واخلیت وجهه لک، وفرّغت فؤاده لحبّک، وقطعت عنه کل شيءٍ یقطعه عنک﴾

''خدایا! ہم کو ان لوگوں میں سے قرار دے جن کو اپنی محبت اور مودت کیلئے خالص کیا ہے اور اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عطا کی ہے اور اپنی محبت کیلئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے''

منفی پہلو کے اعتبار سے ابتداء میں یہ پہلا مرحلہ ہے۔

علماء کے قول کے مطابق ابتداء میں دوسرا مرحلہ ﴿التحلیه .التخلیه﴾ کے بالمقابل ہے یہ وہ ایجابی مطلب ہے جس کو امام علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فقروں میں خداوند عالم سے طلب فرمایا ہے:

﴿رضّیته بقضائک،وحبوته برضاک وخصصته بمعرفتک،واهّلته لعبادتک،ورغّبته فیما عندک ،والهمته ذکرک،واوزعته شکرک،وشغلته بطاعتک،وصیّرته من صالحي بریتک،واخترته لمناجاتک﴾

واجعلنا جباههم ساجدة لعظمتک،وعیونهم ساهرة فی خدمتک،و دموعهم سائلة من خشیتک،وافئدتهم منخلعة من رهبتک ﴾

''اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایا ہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کرلیا ہے اور اپنے مشاہدہ کیلئے انھیں چُن لیا ہے''

''اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اور ان کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں''

ان دونوں باتوں سے گفتگو کا آغاز اللہ سے لولگانے کی کنجی ہے یہ وہ راستہ ہے جس پر انسان کے گامزن رہنے کی غرض اللہ سے ملاقات،اس کے وجہ کریم اور جمال وجلال کا مشاہدہ کرنا ہے۔

۲۔ دوسرا مرحلہ بھی پہلے مرحلہ پر مترتب ہے اور یہ اللہ سے ملاقات کرنے کا درمیانی راستہ ہے۔اور اسکے بغیر انسان اللہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اسکے قرب وجوار تک نہیں پہونچ سکتا ہے۔

﴿فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ﴾(۱)

''اس پاکیزہ مقام پر جو صاحب اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے''

انسان کو اس مقصد تک پہنچانے والی سواری جس کی ہر نبی، ولی، صدیق اور شہید نے تمنّا کی ہے وہ محبت اللہ سے انس اور اللہ سے شوق ملاقات ہے محبت شوق اور انس کے بغیر انسان اللہ کے بتائے ہوئے اس بلند مرتبہ تک ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔

محبت شوق اور اُنس، اللہ کے رزق ہیں بیشک اللہ اپنا رزق بندوں میں سے جس بندہ کا چاہے انتخاب کر کے عطا کر سکتا ہے لیکن جن مقدمات کو امام نے ذکر کیا ہے ہم ان مقدمات کو اس مناجات کے فقروں میں الگ الگ مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام بڑے ہی اصرار کے ساتھ ان چیزوں کو خدا سے طلب کرتے ہیں اور مختلف وسیلوں اور تعبیروں سے خدا سے متوسّل ہوتے ہیں آپ عمدہ جملوں سے خداوند عالم کو پکارتے ہیں:

﴿یا منیٰ قلوب المشتا قین ویاغایة آمال المحبین﴾

''اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اور اے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا''

پھر آپ اللہ کی محبت، خدا جس کو دوست رکھتا ہے اس کی محبت اور ہر اس عمل کی محبت مانگتے ہیں جو بندہ کو اللہ کے قرب و جوار تک پہنچاتا ہے۔

ہم براہ راست امام علیہ السلام کے کلمات میں غور و فکر کرتے ہیں اس لئے کہ حاشیہ پردازی ہمارے براہ راست آفاق میں محبت کے سلسلہ میں غور و فکر کرنے کے لمحات واوقات کو تباہ و برباد کردے گی جس محبت کو امام علیہ السلام نے ہمارے لئے اس دعا میں پیش کیا ہے:

---

(۱) سورۂ قمر آیت ۵۵

﴿أسـألُکَ حبّکَ وَحـبَ مَـن یـحبّکَ،وحـبّ کـل عـمـل یوصلني الیٰ قـربک،وان تـجـعـلک احـبّ الـيَّ مـماسواک،وان تجعل حبي ایاک قائِداً الیٰ رضـوانکَ،وشـوقـي الیک ذائـدا عن عصیانک وامنن بالنظر الیک عليَّ وانظر بعین الود والعطف اليولا تصرف عنّي وجهک"

اورآپ نے فرمایا:﴿واجعـلـناممن شوّقته الیٰ لقائک ،واعذته من هجرک وقلاک وهیمت قلبه لارادتک﴾

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

﴿الـلهـم اجـعـلناممّن دابهم الارتیاج الیک والحنین ،ودهرهم الزفرة والانین ...قلوبهم متعلقة بمحبّتک،و افئد تهم منخلعة من مهابتکَ﴾

ان جملوں کومندرجہ ذیل چار چیزوں میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ہم اس کے ہجروفراق سے پناہ چاہتے ہیں۔

۲۔ہم کواپنی محبت اور مودّت کا رزق عطا کر۔

۳۔ہم کواپنے سے مانوس ہونے کا رزق عطا کر۔

۴۔ہم کواپنی ملاقات کا شوق عطا کر۔

امام علیہ السلام نے ''انس اورشوق'' کواس مختصر سے جملہ میں سمودیا ہے:

﴿واجعلنا ممن دابهم الارتیاح الیک والحنین﴾

اللہ سے خوش ہونا اس کی طرف راغب ہونے کے علاوہ ہے اوران دونوں چیزوں کوامام علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا ہے۔ارتیاح (خوش ہونا) وہ انسیت ہے جوملاقات سے پیدا ہوتی ہے اوررغبت وہ شوق ہے جوانسان کواللہ سے ملاقات کرنے کیلئے اُکساتا ہے۔

۳۔اس عظیم و بزرگ دعا میں اللہ سے لولگانے کے لئے سواری، سب سے عظیم آخری

مقصد جس کو انبیاء علیہم السلام اور صدیقین نے بھی طلب فرمایا ہے وہ خداوند عالم کے وجہ کا دیدار کرنا ہے، اس مقصد تک وہی افراد پہنچ سکتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اپنے قرب و جوار کیلئے منتخب فرمایا ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ مَنَحْتَهُ النَّظَرَ اِلیٰ وَجْهِکَ وَبَوَّأْتَهُ مَقْعَدَ الصِّدْقِ فِي جِوَارِکَ وَاجْتَبَیْتَهُ لِمُشَاهَدَتِکَ... وَامْنُنْ بِالنَّظَرِ اِلَیْکَ عَلَيَّ﴾

''اور ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کو اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اور اپنے مشاہدہ کے لئے انھیں چُن لیا ہے...اور مجھ پر یہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے''

انسان اپنے پروردگار کے وجہ کا دیدار اور اس کے جلال و جمال کا قریب سے مشاہدہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے، اس کے قرب و جوار میں بیٹھنے کی خواہش و تمنا رکھتا ہے اور اپنے پروردگار سے شراباً طہورا سے سیراب ہونا چاہتا ہے۔

دوسری صورت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں میں شوق اور انس و محبت کی دوسری صورت پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

﴿اِلٰهِی فَاسْلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ وَسَیِّرْنَا فِی اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَیْکَ قَرِّبْ عَلَیْنَا الْبَعِیْدَ وَسَهِّلْ عَلَیْنَا الْعَسِیْرَ الشَّدِیْدَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الَّذِیْنَ هُمْ بِالْبِدَارِ اِلَیْکَ یُسَارِعُوْنَ وَبَابَکَ عَلَی الدَّوَامِ یَطْرُقُوْنَ وَ اِیَّاکَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَعْبُدُوْنَ وَهُمْ مِنْ هَیْبَتِکَ مُشْفِقُوْنَ الَّذِیْنَ صَفَّیْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ وَاَنْجَحْتَ لَهُمُ الْمَطَالِبَ وَقَضَیْتَ لَهُمْ مِنْ فَضْلِکَ الْمَآرِبَ وَمَلَأْتَ لَهُمْ

ضَمَائِرَهُمْ مِنْ حُبِّكَ وَرَوَّيْتَهُمْ مِنْ صَافِي شِرْبِكَ فَبِكَ اِلٰى لَذِيْذِ مُنَاجَاتِكَ وَصَلُوْا وَمِنْكَ اَقْصٰى مَقَاصِدِهِمْ حَصَّلُوْا فَيَامَنْ هُوَ عَلَى الْمُقْبِلِيْنَ عَلَيْهِ مُقْبِلٌ وَبِالْعَطْفِ عَلَيْهِمْ عَائِدٌ مُفْضِلٌ وَبِالْغَافِلِيْنَ عَنْ ذِكْرِهِ رَحِيْمٌ رَؤُفٌ وَبِجَذْبِهِمْ اِلٰى بَابِهِ وَدُوْدٌ عَطُوْفٌ اَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَنِي مِنْ اَوْفَرِهِمْ مِنْكَ حَظًّا وَاَعْلَاهُمْ عِنْدَكَ مَنْزِلاً وَاَجْزَلِهِمْ مِنْ وُدِّكَ قِسْماً وَاَفْضَلِهِمْ فِيْ مَعْرِفَتِكَ نَصِيْباً فَقَدْ اِنْقَطَعَتْ اِلَيْكَ هِمَّتِي وَانْصَرَفَتْ نَحْوَكَ رَغْبَتِي فَاَنْتَ لَاغَيْرُكَ مُرَادِي وَلَكَ لَاسِوَاكَ سَهَرِيْ وَ سُهَادِيْ وَلِقَاؤُكَ قُرَّةُ عَيْنِي وَوَصْلُكَ مُنٰى نَفْسِي وَاِلَيْكَ شَوْقِي وَفِي مَحَبَّتِكَ وَلَهِي وَاِلٰى هَوَاكَ صَبَابَتِي وَرِضَاكَ بُغْيَتِي وَ رُئْيَتُكَ حَاجَتِي وَجِوَارُكَ طَلَبِي وَ قُرْبُكَ غَايَةُ سُؤْلِي وَفِي مُنَاجَاتِكَ رَوْحِي وَرَاحَتِي وَعِنْدَكَ دَوَاءُ عِلَّتِي وَشِفَاءُ غُلَّتِي وَبَرْدُ لَوْعَتِي وَكَشْفُ كُرْبَتِي فَكُنْ اَنِيْسِي فِيْ وَحْشَتِي وَمُقِيْلَ عَثْرَتِي وَغَافِرَ زَلَّتِي وَقَابِلَ تَوْبَتِي وَمُجِيْبَ دَعْوَتِي وَوَلِّيَ عِصْمَتِي وَمُغْنِيَ فَاقَتِي وَلَاتَقْطَعْنِي عَنْكَ وَلَاتُبْعِدْنِي مِنْكَ يَانَعِيْمِي وَجَنَّتِي وَيَا دُنْيَايَ وَآخِرَتِي﴾(۱)

''خدایا! ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں کی ہدایت فرما دے اور ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلا دے، ہر دور کو قریب، ہر سخت اور مشکل کو آسان بنا دے اور ہمیں ان بندوں سے ملا دے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے در کرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہیں جن کے لئے تو نے چشمے صاف کردئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے مطالب کو پورا کردیا ہے اور اپنے فضل سے ان کی حاجتوں کو مکمل کردیا ہے اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کردیا ہے وہ تیرے ہی ذریعہ تیری لذیذ مناجات تک

پہنچے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ انھوں نے اپنے بلندترین مقاصد کو حاصل کیا ہے اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اوران پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اورانھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنادے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرمادے اوراپنی معرفت کا بلندترین مرتبہ دیدے چونکہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کیلئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بے قراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے اور تیری ہی رضا میری آرزو ہے تیری ہی ملاقات میری حاجت ہے اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے اور تیری مناجات میں میری راحت اور سکون ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے، غم کی بیقراری کی ٹھنڈک، رنج وغم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے، تو میری وحشت میں میرا انیس لغزشوں میں کا سنبھالنے والا اور خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری توبہ کو قبول کرنے والا اور میری دعا کا قبول کرنے والا ، میری حفاظت کا ذمہ دار فاقہ میں غنی بنانے والا ہے مجھے اپنے سے الگ نہ کرنا اپنی بارگاہ سے دور نہ کرنا اے میری نعمت، اے میری جنت اے میری دنیا وآخرت''

یہ مناجات کا نہایت ہی بزرگ ٹکڑا ہے اور دعا کے آداب میں سے بہت ہی عمدہ طریقہ ہے، اہل بیت علیہم السلام کے عمدہ و بہترین کلمات میں سے ایک بہترین کلمہ ہے: دعا، تضرع اور محبت کے سلسلہ میں، اور یہ بہت زیادہ غور وفکر کا مستحق ہے۔

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۸۔

ہم اس مناجات میں بیان کی گئی حب الٰہی کی بعض صورتوں اور افکار پر سرسری نظر ڈالتے ہیں:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مناجات کے آغاز میں پروردگار عالم سے سہارے کی تمنا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اپنی طرف پہنچنے والے راستوں پر چلا دے۔اس پوری دعا کا خلاصہ یہی جملے ہیں اور دعا کے سب سے اہم مطالب ہیں اس دعا میں حضرت امام زین العابدینؑ خدا سے دنیا اور آخرت کی دعا نہیں مانگتے ہیں بلکہ آپؑ خدا سے اپنے سے شرعی محبت کا مطالبہ فرماتے ہیں، اس کا قرب، اس تک رسائی اور اس کا جوار طلب کرتے ہیں اور اپنا ٹھکانا انبیاء علیہم السلام، شہداء اور صدیقین کے ساتھ طلب کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿اِلٰهی فَاسْلُکْ بِنَاسُبُلَ الْوَصُوْلِ اِلَیْکَ﴾، آپ نے واحد صیغہ ''سبیل الْوَصُوْل اِلَیْکَ''نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ نے ''سُبُلَ الْوَصُوْل''جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے چونکہ خداوند عالم تک رسائی کا راستہ ایک ہی ہے متعدد راستے نہیں ہیں اور قرآن کریم نے بھی واحد ''صراط'' راستہ کا تذکرہ کیا ہے:

﴿اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّالِیْنَ﴾(۱)

''ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جوان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں''

آیت: ﴿وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾(۲)

---

(۱)سورۂ فاتحہ آیت۶/۷۔

(۲)سورۂ بقرہ آیت۲۱۳۔

''اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دے دیتا ہے''

اور آیت: ﴿وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(۱)

''اور انھیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے''

اور آیت:

﴿وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(۲)

''انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستے کی ہدایت کردی''

لیکن ''سبیل'' جمع کے صیغہ کے ساتھ قرآن کریم میں حق اور باطل کے سلسلہ میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿يَهْدِي بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾(۳)

''جس کے ذریعہ خدا اپنی خشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے''

آیت: ﴿لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾(۴)

''اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہو جاؤ گے''

آیت: ﴿وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا﴾(۵)

''اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اسی نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت دی ہے''

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت/۱۶۔

(۲) سورۂ انعام آیت/۸۷۔

(۳) سورۂ مائدہ آیت/۱۶۔

(۴) سورۂ انعام آیت/۱۵۳۔

(۵) سورۂ ابراہیم آیت/۱۲۔

آیت: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (۱)

''اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور یقیناً اللہ حسن عمل والوں کے ساتھ ہے''

اللہ نے انسانوں کے چلنے کیلئے متعدد راستے بنائے ہیں جن پر وہ اللہ تک رسائی کیلئے گامزن ہوتے ہیں اور علماء کے درمیان یہ مشہور ہے:

﴿اِنَّ الطّرق الیٰ اللّٰه بعدد انفاس الخلائق﴾

''خداوند عالم کی طرف جانے والے راستے اتنے ہی ہیں جتنی مخلوقات کے سانس کی تعداد ہے''

یہ تمام راستے اللہ تک پہنچنے والے صراط مستقیم کے ماتحت جاری ہوتے ہیں لیکن خداوند عالم نے ہر انسان کیلئے ایک طریقہ قرار دیا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کی معرفت حاصل کرتا ہے اور خدا تک پہنچنے کیلئے اس پر گامزن ہوتا ہے۔

کچھ لوگ علم اور عقل کے راستہ کے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل کرتے ہیں، کچھ لوگ اور دل کے ذریعہ خدا تک پہنچتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے ساتھ معاملات اور تجارت کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں اور سب سے افضل و بہتر طریقہ یہی ہے کہ انسان براہ راست خداوند عالم سے معاملہ کرے اور اس کی عطا و بخشش اخذ کرے۔ اس سلسلہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (۲)

''ایمان والو کیا تمھیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے''

---

(۱) سورۂ عنکبوت آیت/۶۹۔

(۲) سورۂ صف آیت/۱۰۔

اورخداوندعالم کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ﴾(۲)

''اورلوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضیٔ پروردگار کیلئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خداوند عالم سے اس تک پہنچنے کے متعدد راستے طلب کرتے ہیں۔جب انسان خداوندعالم تک رسائی کی خاطر متعدد راستے طے کرے گا تو اس کا خدا کے قرب وجوار تک پہنچنا زیادہ قوی و بلیغ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پروردگار عالم سے اُس کے اُن صالحین بندوں سے ملحق ہونے کی خواہش کرتے ہیں جو اللہ سے لولگانے میں دوسروں سے سبقت کرتے ہیں اوررات دن اللہ کی عبادت اوراطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تک رسائی کا راستہ بہت دشوار ہے اس طریقہ کی قرآن کریم نے''ذات الشوکۃ'' کے نام سے تعبیر کی ہے۔بہت سے لوگ ہیں جو اس طریقہ کی بڑے عزم وصدق وصفا سے سیر کا آغاز کرتے ہیں لیکن وہ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد ڈانواڈول (بہک) ہوجاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خدا سے یوں سوال کرتے ہیں کہ اے خدا مجھ کو اپنی قربت عطا کر،اس مشکل سفر میں میرے راستہ کو آسان کر، مجھے گذشتہ صالحین سے ملحق فرما چونکہ اولیاء اورخاردار راستہ کو طے کرنے کیلئے صالحین کی معیت اور مصاحبت سب کے دلوں کو محکم کر دیتی ہے اورراستہ تک پہچانے کیلئے ان کے عزم وارادہ میں اضافہ کرتی ہے۔

بیشک اللہ تک رسائی بہت مشکل ہے جب کچھ صالحین بندے اس راستہ کو طے کرتے ہیں تو

---

(۲)سورۂ بقرہ آیت/۲۰۷۔

وہ ایک دوسرے سے تمسک اختیار کرتے ہیں، حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں ۔اسی طرح ان کے لئے ''ذات الشوکہ'' راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس مشکل اور طویل راستہ کو طے کرنے اور صالحین کے تقرب اوران سے ملحق ہونے کیلئے فرماتے ہیں:

﴿وَسَيِّرْنَافِي اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِعَلَيْکَ قَرِّبْ عَلَيْنَاالْبَعِيْدوَسَهِّلْ عَلَيْنَا الْعَسِيْرِ الشَّدِيْد،وَ اَلْحِقْنَابِعِبَادِکَ الَّذِيْنَ هُمْ بِالْبَدَارِ اِلَيْکَ يُسَارِعُوْنَ وَبَابُکَ علیٰ الدَّوَامِ يَطرُقُوْنَ وَاِيَّاکَ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِيَعْبُدُوْنَ﴾

''خدایا ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلا دے، ہر دور کو قریب، ہر سخت اور مشکل کو آسان بنادے اور ہمیں ان بندوں سے ملا دے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے در کرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں''

دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صالحین کی صفات بیان فرماتے ہیں جن سے آپ ملحق ہونے کیلئے اللہ سے سوال کرتے ہیں اوران کو ایسی عظیم صفت سے متصف کرتے ہیں جس کے بارے میں بہت زیادہ تفکر اور غور وفکر کی ضرورت ہے:

﴿ صَفَّيْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ ... وَمَلَأْتَ لَهُمْ ضَمَائِرَهُمْ مِنْ حُبِّکَ وَرَوَّيْتَهُمْ مِنْ صَافِي شِرْبِکَ﴾

''جن کے لئے تو نے چشمے صاف کردئے ہیں اوران کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے...اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کر دیا ہے''

یہ کونسی صاف، شفاف اور پاکیزہ شراب ہے جس سے ان کا پروردگار انھیں دنیا میں سیراب

کریگا؟ اور وہ کونسا ظرف ہے جن کو اللہ نے اپنی محبت سے پُر کر دیا ہے؟

بیشک وہ پاک و پاکیزہ اور صاف وشفّاف شراب، محبت، یقین، اخلاص اور معرفت ہے اور ظرف دل ہے۔

خداوند عالم نے انسان کو معرفت، یقین اور محبت کیلئے بہت سے ظروف کا رزق عطا کیا ہے لیکن۔قلب۔دل۔ان سب میں اعظم ہے۔

جب خداوند عالم کسی بندہ کو منتخب کر لیتا ہے تو اس کے دل کو پاک و پاکیزہ اور صاف وشفاف شراب سے سیراب کر دیتا ہے تو اس کا عمل رفتار و گفتار اور اس کی عطاو بخشش بھی اس شراب کے مثل پاک و پاکیزہ اور صاف وشفاف ہوگی۔

بیشک دل کی واردات اور صادرات میں مشابہت اور سخنیت پائی جاتی ہے جب دل کی واردات پاک صاف خالص اور گوارا ہیں تو دل کی صادرات بھی اسی کے مشابہ ہونگی تو پھر بندہ کا فعل گفتار، نظریات اخلاق موقف اور اس کی عطاو بخشش صاف اور گوارا ہوگی جب دل کی واردات گندی یا کثافت سے مخلوط ہوگی جن کو شیاطین اپنے دوستوں کو بتایا کرتے ہیں تو لامحالہ دل کی صادرات کذب ونفاق، خبث نفس اور اللہ ورسول سے روگردانی کے مشابہ ہوگی۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

﴿انّ في القلب لمّتين :لمّة من الملک، وایعاد بالخیر وتصدیق بالحق، ولمّة من العدو :ایعاد بالشرّ وتکذیب للحق .فمن وجد ذالک فلیعلم انه من اللّه، ومن وجد الآخر فلیتعوّذ باللّه من الشیطان ﴾ثمّ قرأ﴿اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُم الْفَقْرَوَیَامُرُکُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُم مَغْفِرَۃً مِنْهُ وَفَضْلاً﴾(۱)

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت/۲۶۸

اور حق کی تصدیق کے لئے ہوتی ہے جبکہ دوسری حالت دشمن کی جانب سے ہوتی ہے جو برائی کے وعدے اور حق کی تکذیب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس کو پہلی حالت مل جائے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خداوند عالم کی جانب سے ہے اور جس کو دوسری حالت ملے اس کو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَامُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً﴾(۱)

''شیطان تم سے فقیری کا وعدہ کرتا ہے اور تمھیں برائیوں کا حکم دیتا ہے اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے''

فرشتہ والی حالت یہ دل کی طرف ربانی واردات ہے اور شیطان کی حالت یہ دل کی طرف شیطانی واردات ہے۔

کیا تم نے شہد کی مکھی کا مشاہدہ نہیں کیا جو پھولوں سے رس چوستی ہے لوگوں کیلئے میٹھا شہد مہیا کرتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے لہٰذا جب وہ کثیف جگہوں سے اپنی غذا مہیا کرے گی تو اس کا بھی ویسا ہی اثر ہوگا۔

خداوند عالم اپنے خلیل ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیم السلام سے فرماتا ہے:

﴿وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ اُوْلِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِکْرَی الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ﴾(۲)

''اور اے پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور

---

(۱) تفسیر المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۰۴۔

(۲) سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۷۔

صاحبان بصیرت تھے ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک بندوں میں سے تھے"

یہ عظیم صفت جو اللہ نے ان جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو عطا کی ہے وہ قوت اور بصیرت ہے ایدی اور ابصار یہ اس خالص شراب کا نتیجہ ہے جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے:

﴿إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾(۱)

"ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا"

اگر خداوند عالم نے ان کو اس خالص ذکری الدار سے مزیّن نہ فرمایا ہوتا تو وہ ان کیلئے نہ قوت ہوتی اور نہ بصیرت۔(۲)

اگر انسان پاک وصاف اور اچھے اعمال انجام دیتا ہے تو اس کیلئے پاک وشفاف غذا نوش کرنا ضروری ہے اور انسان کا دل وہی واپس کرتا ہے جو کچھ وہ اخذ کرتا ہے۔

اصل اختیار

ہم قلب ودل کی واردات اور صادرات اور ان کے مابین مشابہت اور سنخیت کو بیان کرنے کے بعد یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہیں: یہ گفتار اصل اختیار سے کوئی منافات نہیں رکھتی ہے جو متعدد قرآنی

---

(۱) سورۂ ص آیت/۴۶۔

(۲) اس مقام پر قلب کی واردات اور صادرات کے مابین جدلی تعلق ہے اگر دل کی واردات اچھی ہوں گی اس کے برعکس بھی صحیح ہے یعنی جب انسان نیک اعمال انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس کو منتخب کر لیتا ہے اور جب انسان برے کام انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس سے پاک وصاف خالص شراب سے پردہ کر لیتا ہے اور اس کو خود اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ اسی طرح کھاتا پیتا ہے جس طرح شیطان اور خواہشات نفسانی اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور لوگ شیطان اور خواہشات نفسانی کے دستر خوان سے غذا نوش کرتے ہیں۔

مفاہیم اورافکار کی بنیاد ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دل ایک خالی ظرف ہے جو کچھ خیر وشر اس میں ڈالا جاتا ہے اسی کو واپس کرتا ہے بلکہ دل ایسا ظرف ہے جو کچھ اس میں ڈالا جاتا ہے اس کو اخذ کرلیتا ہے اور حق کو باطل اور خیر کو شر سے جدا کرتا ہے۔

افکار اسلامی اصولوں میں سے یہ ایک اصل ہے اس اصل کی بنیاد ''وعا القلب'' ہے اور اسی ''اختیار'' پراسلام کے متعدد مسائل، اصول اور قضایا موقوف ہیں۔

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسانی حیات میں دل کے کردار کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ حق و باطل کو جدا کرنے پر قادر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت داوٴدؑ نے اپنے پروردگار سے یوں مناجات کی ہے:

''الٰهي لكل ملك خزانة،فأين خزائنک؟فقال جلّ جلاله:لی خزانة أعظم من العرش،واوسع من الكرسي،واطيب مِن الجنّة،وأزين من الملكوت، أرضها المعرفة،وسماء وها الايمان،وشمسها الشوق،وقمرها المحبة،و نجومها الخواطر،وسحابها العقل،ومطرها الرحمة،وشجرها الطاعة،وثمرها الحكمة،ولهااربعة اركان:التوكّل والتفكير،والأنُسُ والذكرولهااربعة ابواب: العلم والحكمة والصبروالرضا..الاوهي القلب﴾(۱)

''اے میرے پروردگار ہر ملک کا خزانہ ہوتا ہے تو تیرا خزانہ کہاں ہے؟ پروردگار عالم نے فرمایا: میرا خزانہ عرش اعظم ہے، کرسی سے وسیع ہے، جنت سے زیادہ پاکیزہ ہے، ملکوت سے زیادہ مزین ہے زمین اس کی معرفت ہے، آسمان اس کا ایمان ہے، سورج اس کا شوق ہے، قمر اس کی محبت

---

(۱) بحارالانوار جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۔

ہے، ستارے اس کے خیالات ہیں، عقل اس کے بادل ہیں بارش اس کی رحمت ہے، طاقت اس کا درخت ہے، حکمت اس کا پھل ہے، اسکے چار رکن ہیں: توکل، تفکر، انس اور ذکر۔ اس کے چار دروازے ہیں: علم، حکمت، صبر اور رضا... آگاہ ہوجاؤ وہی دل ہے"

روایت (جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے) سوال اور جواب کی صورت میں رمزی طور پر گفتگو کرتی ہے اور اسلامی روایات میں یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ روایت میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا:

"یاموسیٰ جرّد قلبک لحبّي، فاني جعلت قلبک میدان حبي، وبسطت في قلبک ارضاً من معرفتي، وبنیت في قلبک شمساً من شوقي، وامضیت في قلبک قمراً من محبتي، وجعلت في قلبک عیناً من التفکّر وادرت في قلبک ریحاً من توفیقي، وامطرت في قلبک مطراً من تفضّلي، وزرعت في قلبک زرعاً من صدقي، وانبت في قلبک اشجاراً من طاعتي، ووضعت في قلبک جبالاً من یقیني﴾(۱)

"اے موسیٰ اپنے دل کو میری محبت کے لئے خالی کر دو، کیونکہ میں نے تمہارے دل کو اپنی محبت کا میدان قرار دیا ہے، اور تمہارے دل میں اپنی معرفت کی کچھ زمین ایجاد کی ہے، اور تمہارے دل میں اپنے شوق کا سورج تعمیر کیا ہے تمہارے دل میں اپنی محبت کا چاند بنایا ہے، تمہارے دل میں فکر کی آنکھ بنائی ہے تمہارے دل میں اپنی توفیق کی ہوا چلائی ہے تمہارے دل میں اپنے فضل کی بارش کی ہے تمہارے دل میں اپنی سچائی کی کھیتی کی ہے تمہارے دل میں اپنی اطاعت کے درخت اُگائے ہیں تمہارے دل میں اپنے یقین کے پہاڑ رکھے ہیں"

---

(۱) بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۔

اس روایت میں بھی راز دارانہ گفتگو کی گئی ہے اور دونوں روایات دل کیلئے حق کو باطل اور ہدایت کو ضلالت و گمراہی سے جدا کرنے کیلئے واعی کی شرح کر رہی ہیں۔

ہم پھر مناجات کا رخ کرتے ہیں

اس کے بعد امام علیہ السلام خداوند عالم کو اس لطیف و رقیق انداز میں پکارتے ہیں:

﴿فَیَا مَنْ هُوَ عَلَی الْمُقْبِلِیْنَ عَلَیْهِ مُقْبِلٌ،وَ بِالْعَطْفِ عَلَیْهِمْ عَائِدٌ مُفْضِلٌ،وَبِالْغَافِلِیْنَ عَنْ ذِکْرِهِ رَحِیْمٌ رَءُ وفٌ،وَبِجَذْبِهِمْ اِلیٰ بَابِهِ وَدُوْدٌ عَطُوْفٌ﴾

''اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اور ان پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے''

اس مناجات میں دو باتیں شامل ہیں:

بیشک پروردگار عالم اس بندے کا استقبال کرتا ہے جو اس کی خدائی کا اقرار کرتا ہے اور اس پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے۔

خداوند عالم اپنے سے غفلت کرنے والے بندوں پر مہربانی و عطوفت کرتا ہے اور ربانی جذبات کے ذریعہ ان سے غفلت دور کر دیتا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام اللہ سے اس طرح مناجات کرتے ہیں:

﴿اَسْئَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِيْ مِنْ اَوْفَرِهِمْ مِنْکَ حَظّاً وَاَعْلَاهُمْ عِنْدَکَ مَنْزِلاً وَاَجْزَلِهِمْ مِنْ وُدِّکَ قِسْماً وَاَفْضَلِهِمْ فِيْ مَعْرِفَتِکَ نَصِیْباً﴾

''خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے لئے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنا دے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرما دے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے''

دعا کے اس فقرہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے: اس جملہ سے پہلے تو امام علیہ السلام خداوند عالم سے یہ درخواست کرر ہے تھے کہ مجھ کو ان سے ملحق کر دے اور اب یہ تمنا و آرزو کرر ہے ہیں کہ اپنے پاس سے میرے زیادہ فضل اور بلند ترین مقام و منزلت قرار دے، اب اس سوال کو پہلے سوال سے کیسے ملایا جاسکتا ہے؟

دعا میں اور دعا کرتے وقت امام علیہ السلام کے نفس میں کونسی چیز موجزن ہو رہی تھی کہ امام علیہ السلام نے صالحین سے ملحق ہونے کی دعا کرنے سے پہلے ان پر اپنی سبقت اور امامت کی دعا فرمائی؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اس سوال کی تشریح ضروری ہے اور یہ دعا کے اسرار میں سے ایک راز ہے۔خداوند عالم نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اس سے دعا کرنے سے فرار اختیار نہ کریں، دعا کرنے میں بخل سے کام نہ لیں، جب ہمارا مولا کریم ہے، جب مسئول (جس سے سوال کیا جارہا ہے) کریم ہے تو اس سے سوال کرنے میں بخل سے کام لینا بہت بری بات ہے، جس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، جو ختم ہونے والے نہیں ہیں اور اس کی کثرت عطا سے صرف اس کا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے۔(۱)

خداوند عالم نے ہم کو "عباد الرحمٰن" کے آداب و اخلاق میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم خداوند عالم

---

(۱) دعائے افتتاح میں آیا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِیْ فِیْ الْخَلْقِ اَمْرُهُ وَحَمْدُهُ الظَّاهِرِ بِالْكَرَمِ مَجْدُهُ الْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ يَدَهُ الَّذِیْ لَاتَنْقُصُ خَزَائِنُهُ وَلَاتَزِيْدُهُ كَثْرَةُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْدًا وَكَرَمًا اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ"

"ساری حمد اس خدا کیلئے ہے جس کا امر اور اس کی حمد مخلوقات میں نمایاں ہے اور جس کی بزرگی اس کے کرم کے ذریعہ نمایاں ہے، اور اس کے دونوں ہاتھ بخشش کیلئے کھلے ہوئے ہیں، اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہے، اور کثرت عطا اس کے یہاں سوائے جود و کرم کے کسی بات کا اضافہ نہیں ہوتا ہے"

سے یہ سوال کریں کہ وہ ہم کو متقین کا امام قرار دے:

﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَاماً﴾ (۱)

''اور ہم کو متقین کا امام قرار دے''

ہم معصوم علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں یہ اولوا العزمی والا جملہ بہت زیادہ پڑھا کرتے ہیں:

﴿آثِرْنِي وَلَاتُؤْثِرْ عَلَيَّ أَحَداً﴾ ''مجھ کو ترجیح دے اور مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے''

دعائے قارع اور قمہ

دعاؤں کی دو قسمیں ہیں ایک میں بندہ کے مقام اور ان برائیوں اور گناہوں کو مجسم کیا جاتا ہے جن سے انسان مرکب ہے جس کو عربی میں قارع کے نام سے یاد کیا گیا ہے دوسری قسم میں خداوند عالم کے سلسلہ میں انسان کے شوق اور رجحان کو مجسم کیا جاتا ہے اور خداوند عالم کے جود و کرم وسخاوت اور اس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی حد نہیں ہے اس کو عربی میں قمہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے اسحار میں دونوں کے مابین اسی نفسی فاصلہ کو بیان فرماتے ہیں:

﴿إِذَارَأَيْتُ مَوْلَيَ ذُنُوْبِيْ فَزِعْتُ، وَإِذَارَأَيْتَ كَرَمَكَ طَمَعْتُ﴾

''جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں اور جب میں تیرے کرم کو دیکھتا ہوں تو پُر امید ہو جاتا ہوں''

اور اسی دعا میں آپ ؑ فرماتے ہیں: ﴿عَظُمَ يَاسَيِّدِيْ أَمَلِيْ وَسَاءَ عَمَلِيْ فَأَعْطِنِيْ مِنْ عَفْوِكَ بِمِقْدَارِ عَمَلِيْ وَلَاتُؤَاخِذْنِيْ بِأَسْوَءِ عَمَلِيْ﴾

---

(۱) سورۂ فرقان آیت ۷۴

''اے میرے مالک میری امیدیں عظیم ہیں اور میرے اعمال بدترین ہیں مجھے اپنے عفو کرم سے بقدر امید دیدے اور میرے بدترین اعمال کا محاسبہ نہ فرما''

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جو دعا کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اس میں آپؑ نے قارع سے ہی آغاز فرمایا ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي الذُّنُوْبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي الذُّنُوْبَ الَّتِي تَحْبِسُ الدُّعَاءَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِي تُنْزِلُ الْبَلاءَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي كُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ خَطِيْئَةٍ اَخْطَاتُهَا اَللّٰهُم اِنِّي اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِذِكْرِكَ وَاَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰى نَفْسِكَ وَاَسْئَلُكَ بِجُوْدِكَ اَنْ تُدْنِيَنِي مِنْ قُرْبِكَ وَاَنْ تُوْزِعَنِي شُكْرَكَ وَاَنْ تُلْهِمَنِي ذِكْرَكَ اَللّٰهُم اِنِّي اَسْئَلُكَ سُئوَالَ خَاضِعٍ مُتَذَ لِّلٍ خَا شِعٍ اَنْ تُسَامِحَنِي وَتَرْحَمَنِي وَتَجْعَلَنِي بِقِسْمِكَ رَاضِياًقَانِعاًوَفِي جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ مُتَوَاضِعاًاَللّٰهُم وَاَسْئَلُكَ سُئوَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ وَاَنْزَلَ بِكَ عِنْدَ الشَّدَائِدِحَاجَتَهُ وَعَظُمَ فِيْمَاعِنْدَكَ رَغْبَتُهُ اَللّٰهُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُكَ وَعَلَامَكَانُكَ وَخَفِيَ مَكْرُكَ وَظَهَرَاَمْرُكَ وَغَلَبَ قَهْرُكَ وَجَرَتْ قُدْرَتُكَ وَلَايُمْكِنُ الْفِرَارُمِنْ حُكُوْمَتِكَ اَللّٰهُم لَا اَجِدُلِذُنُوْبِي غَافِراًوَلَالِقَبَائِحِي سَاتِراًوَلَالِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِي الْقَبِيْحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلاً غَيْرَكَ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَتَجَرَّأْتُ بِجَهْلِي وَسَكَنْتُ اِلٰى قَدِيْمِ ذِكْرِكَ لِي وَمَنِّكَ عَلَيَّ اَللّٰهُم مَوْلَايَ كَمْ مِنْ قَبِيْحٍ سَتَرْتَه وَكَمْ مِنْ فَادِحٍ مِنَ الْبَلاءِ اَقَلْتَهُ وَكَمْ مِن عِثَارٍوَقَيْتَهُ وَكَمْ مِنْ مَكْرُوْهٍ دَفَعْتَه وَكَمْ مِنْ ثَنَاءٍ جَمِيْلٍ لَسْتُ اَهْلاً لَهُ نَشَرْتَهُ اَللّٰهُمَّ عَظُمَ بَلَائِي وَاَفْرَطَ بِي سُوْءُ حَالِي وَقَصُرَتْ بِي اَعْمَالِي وَقَعَدَتْ بِي اَغْلَالِي وَحَبَسَنِي عَنْ نَفْعِي بُعْدُ اَمَلِي وَخَدَعَتْنِي الدُّنْيَابِغُرُوْرِهَاوَنَفْسِي

بِجِنَایَتِهَا وَمِطَالِي یَاسَیِّدِي فَأَسْئَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَایَحْجُبَ عَنْکَ دُعَائِي سُوْءُ عَمَلِي وَفِعَالِي وَلَاتَفْضَحَنِي بِخَفِيِّ مَااطَّلَعْتَ عَلَیْهِ مِنْ سِرِّي ﴾

''خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگا دیتے ہیں۔ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں، ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو متغیر کر دیا کرتے ہیں، ان گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو تیری بارگاہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں، خدایا میرے ان گناہوں کو بخش دے جن سے بلائیں نازل ہوتی ہیں خدایا میرے تمام گناہوں اور میری تمام خطاؤں کو بخش دے خدایا میں تیری یاد کے ذریعہ تجھ سے قریب ہو رہا ہوں اور تیری ذات کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا رہا ہوں تیرے کرم کے سہارے میرا یہ سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنا لے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما خدایا! میں نہایت درجہ خشوع خضوع اور ذلت کے ساتھ یہ سوال کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ مہربانی فرما مجھ پر رحم کر اور جو کچھ مقدر میں ہے مجھے اسی پر قانع بنا دے، مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرما، خدایا! میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو، خدایا! تیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیرا امی ظاہر، تیرا قہر غالب، اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے... خدایا میرے گناہوں کے لئے بخشنے والا۔ میرے عیوب کے لئے پردہ پوشی کرنے والا، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والا تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے.. خدایا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، اپنی جہالت سے جسارت کی ہے اور اس بات پر مطمئن بیٹھا ہوں کہ تو نے مجھے ہمیشہ یاد رکھا ہے اور ہمیشہ احسان فرمایا ہے... خدایا میری مصیبت عظیم ہے۔ میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔ میرے اعمال میں کوتاہی ہے۔ مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور دراز امیدوں نے فوائد سے روک دیا

ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے ... میرے آقا و مولا! تجھے تیری عزت کا واسطہ۔ میری دعاؤں کو میری بداعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر برسرعام رسوا نہ ہونے پاؤں''

یہ قاع عبودیت اور اس پر محیط برائیوں کا مخزن ہے۔ پھر دعا کے آخر میں ہم محبت کی اس بلندی تک پہونچتے ہیں جو بندہ کی آرزو اور اللہ کی وسیع رحمت کے سایہ میں اس کی عظیم آرزو کو مجسم کرتی ہے:

وَهَبْ لِیَ الْجِدَّ فِیْ خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِی الاتِّصَالِ بِخِدْمَتِکَ حَتّٰی اَسْرَحَ اِلَیْکَ فِیْ مَیَادِیْنِ السَّابِقِیْنَ وَاُسْرِعَ اِلَیْکَ فِی الْبَارِزِیْنَ وَأَشْتَاقَ اِلٰی قُرْبِکَ فِی الْمُشْتَاقِیْنَ وَادْنُوَمِنْکَ دُنُوَّالْمُخْلِصِیْنَ ...وَاَخَافَکَ مَخَافَةَ الْمُوْقِنِیْنَ وَاجْتَمِعَ فِیْ جِوَارِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ وَمَنْ اَرَادَنِیْ بِسُوْءٍ فَاَرِدْهُ وَمَنْ کَادَنِیْ فَکِدْهُ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَحْسَنِ عَبِیْدِکَ نَصِیْباً عِنْدَکَ وَاَقْرَبِھِمْ مَنْزِلَةً مِنْکَ وَاَخَصِّھِمْ زُلْفَةً لَدَیْکَ فَاِنَّهُ لَایُنَالُ ذٰلِکَ اِلَّابِفَضْلِکَ﴾(۱)

''اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں ... خدایا جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا اور مجھے بہترین

---

(۱) دعائے کمیل

حصہ پانے والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا کہ یہ کام تیرے جود و کرم کے بغیر نہیں ہو سکتا"

ہم ابو حمزہ ثمالی سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ماہ رمضان المبارک کی دعائے اسحار میں "قاع" اور "قمہ" کے مابین بہت زیادہ فاصلہ کا مشاہدہ کرتے ہیں اس دعا میں امام علیہ السلام "قاع" سے شروع فرماتے ہیں:

﴿وَمَا اَنَا یَا رَبِّ وَمَا خَطَرِیْ هَبْنِیْ بِفَضْلِکَ وَتَصَدَّقْ عَلَیَّ بِعَفْوِکَ اَیْ رَبِّ جَلِّلْنِیْ بِسِتْرِکَ وَاعْفُ عَنْ تَوْبِیْخِیْ بِکَرَمِ وَجْهِکَ﴾

"اے میرے خدا میں کیا اور میری اوقات کیا؟ تو مجھ کو اپنے فضل و کرم و مغفرت سے بخش دے اے میرے خدا اپنی پردہ پوشی سے مجھے عزت دے اور اپنے کرم سے میری تنبیہ کو نظر انداز گناہ فرما دے"

﴿فَلَا تُحْرِقْنِي بِالنَّارِ وَاَنْتَ مَوْضِعُ اَمَلِي وَلَا تُسْكِنِّي الْهَاوِيَةَ فَاِنَّكَ قُرَّةُ عَيْنِي... اِرْحَمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غُرْبَتِي وَعِنْدَ الْمَوْتِ كُرْبَتِي وَفِي الْقَبْرِ وَحْدَتِي وَفِي اللَّحْدِ وَحْشَتِي وَاِذَا نُشِرْتُ فِي الْحِسَابِ بَيْنَ يَدَيْكَ ذُلَّ مَوْقِفِي وَاغْفِرْلِي مَا خَفِيَ عَلَى الْاٰدَمِيِّيْنَ مِنْ عَمَلِي وَاَدِمْ لِيْ مَا بِهِ سَتَرْتَنِي وَارْحَمْنِي صَرِيْعًا عَلَى الْفِرَاشِ تُقَلِّبُنِي اَيْدِي اَحِبَّتِي وَتَفَضَّلْ عَلَيَّ مَمْدُوْدًا عَلَى الْمُغْتَسَلِ يُقَلِّبُنِي صَالِحُ جِيْرَتِي وَتَحَنَّنْ عَلَيَّ مَحْمُوْلًا قَدْ تَنَاوَلَ الْاَقْرِبَاءُ اَطْرَافَ جَنَازَتِي وَجُدْ عَلَيَّ مَنْقُوْلًا قَدْ نَزَلْتُ بِكَ وَحِيْدًا فِي حُفْرَتِي﴾

"تو مجھ کو ایسے حالات میں جہنم میں جلا نہ دینا اور قعر جہنم میں ڈال نہ دینا کیونکہ تو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔۔۔ اس دنیا میں میری غربت اور موت کے وقت میرے کرب، قبر میں میری تنہائی اور لحد میں میری وحشت اور وقت حساب میری ذلت پر رحم کرنا، اور میرے تمام گناہوں کو معاف

کر دینا جن کی لوگوں کو اطلاع بھی نہیں ہے اور اس پردہ داری کو برقرار رکھنا۔ پروردگار! اس وقت میرے حال پر رحم کرنا جب میں بستر مرگ پر ہوں اور احباب کروٹیں بدلوار ہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب میں تختہ غسل پر ہوں اور ہمسایہ کے نیک افراد مجھ کو غسل دے رہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب تابوت میں اقرباء کے کاندھوں پر سوار ہوں اس وقت مہربانی کرنا جب میں تنہا قبر میں وارد ہوں"

اس کے بعد امام علیہ السلام مرحلۂ اولوا العزمی اور قمۂ دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَسْأَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَاسَأَلَکَ مِنْهُ عِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ يَاخَيْرَ مَنْ سُئِلَ وَاَجْوَدَ مَنْ اَعْطىٰ اَعْطِنِي سُؤْلِي فِي نَفْسِي وَاَهْلِي وَوَلَدِي، وَارْغَدْ عَيْشِي، وَاَظْهِرْ مُرُوَّتِي، وَاَصْلِحْ جَمِيْعَ اَحْوَالِي، وَاجْعَلْنِي اَطَلْتَ عُمْرَهُ وَحَسَّنْتَ عَمَلَهُ وَاَتْمَمْتَ عَلَيْهِ نِعْمَتَکَ وَرَضِيْتَ عَنْهُ وَاَحْيَيْتَهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ... اَللّٰھُمَّ خُصَّنِي بِخَاصَّةِ ذِكْرِكَ ... وَاجْعَلْنِي مِنْ اَوْفَرِ عِبَادِکَ نَصِيْباً عِنْدَکَ فِي کُلِّ خَيْرٍ اَنْزَلْتَهُ وَتُنْزِلُهُ﴾

"اے خدا میں تجھ سے وہ سب کچھ مانگ رہا ہوں جو بندگان صالحین نے مانگا ہے کہ تو بہترین مسئول اور سخی ترین عطا کرنے والا ہے میری دعا کو میرے نفس، میرے اہل وعیال، میرے والدین، میری اولاد، متعلقین اور برادران سب کے بارے میں قبول فرما، میری زندگی کو خوشگوار بنا مروت کو واضح فرما کر میرے تمام حالات کی اصلاح فرما مجھے طولانی عمر، نیک عمل، کامل نعمت اور پسندیدہ بندوں کی مصاحبت عطا فرما... خدایا! مجھے اپنے ذکر خاص سے مخصوص کر دے.. اور میرے لئے اپنے بندوں میں ہر نیکی میں جس کو تو نے نازل کیا ہے اور جس کو تو نازل کرتا ہے سب سے زیادہ حصہ قرار دے"

اس "قاع" سے "قمہ" تک کے سفر کو انسان کے اللہ تک سفر کی تعبیر سے یاد کیا گیا ہے یہ سواری آرزو، امید اور اولوا العزمی ہے جب انسان کی آرزو، رجاء (امید) اور اولوا العزمی اللہ سے ہو تو اس سفر کی کوئی حد نہیں ہے۔

تین وسیلے

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام تین چیزوں کو خداوند عالم تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اللہ نے ہم کو اس تک پہنچنے کیلئے وسیلے تلاش کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد خداوند عالم ہے:

﴿یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾(۱)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو''

﴿اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ﴾(۲)

''یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں''

جن وسائل سے امام علیہ السلام اس سفر میں متوسل ہوئے ہیں وہ حاجت سوال اور محبت ہیں امام علیہ السلام کا کیا کہنا آپ دعا کی کتنی بہترین تعلیم دینے والے ہیں۔

وہ یہ جانتے ہیں کہ اُنھیں اللہ سے کیا طلب کرنا چاہئے ،اور کیسے طلب کرنا چاہئے اور اللہ کی رحمت کے مواقع کہاں ہیں:

پہلا وسیلہ: حاجت

حاجت بذات خود اللہ کی رحمت کی ایک منزل ہے بیشک خداوند عالم کریم ہے وہ اپنی مخلوق یہاں تک کہ حیوان اور نباتات پر ان کی ضرورت کے مطابق بغیر کسی سوال کے اپنی رحمت نازل کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا سے طلب اور سوال نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حاجت کے پہلو میں سوال اور طلب اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دوسرا دروازہ ہے ۔جب لوگ پیاس کا احساس کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کو سیراب کرتا ہے جب ان کو بھوک لگتی ہے تو خداوند عالم

---

(۱)سورۂ مائدہ آیت ۳۵۔

(۲)سورۂ اسراء آیت ۵۷۔

انکو کھانا دیتا ہے اور جب وہ برہنہ ہوتے ہیں تو خداوند عالم ان کو کپڑا عطا کرتا ہے:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴾(۱)

''اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے''

یہاں تک کہ اگر ان کو خدا کی معرفت نہ ہو وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ کیسے اللہ سے دعا کرنا چاہئے اور اس سے کیا طلب کرنا چاہئے:

﴿يامَن يُعطي من سئاله يامن يعطي من لم يسأله ومَن لم يعرفه تحنّنامنه ورحمة﴾(۲)

''اے وہ خدا جو اپنے تمام سائلوں کو دیتا ہے اے وہ خدا جو اسے بھی دیتا ہے جو سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اسے پہچانتا بھی نہیں ہے''

ہم حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مناجات میں اللہ کی رحمت نازل کرنے کے لئے اس عمدہ اور ربّانی نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

﴿مولايَ يامولاي انت المولیٰ واناالعبد،وهل يرحم العبدالاالمولیٰ. مولايَ يامولاي انت المالک واناالمملوک،وهل يرحم المملوک الاالمالک. مولایَ یامولایَ انت العزیزواناالذلیل وهل یرحم الذلیل الاالعزیزمولايَ يامولاي انت الخالق واناالمخلوق،وهل يرحم المخلوق الاالخالق.مولايَ يامولايَ انت العظيم واناالحقير،وهل يرحم الحقيرالاالعظيم،مولايَ يامولايَ انت القوي واناالضعيف،وهل يرحم الضعيف الاالقوی.مولايَ يامولايَ انت الغنيّ واناالفقير،وهل يرحم الفقيرالاالغنيّ.مولايَ يامولايَانت المعطي واناالسائل،

---

(۱)شعراء آیت ۸۰۔ (۲) رجب کے مہینہ کی دعائیں۔

وهل يرحم السائل الا المعطي،مولايَ يامولاي انت الحي وانا الميت،وهل يرحم الميت الا الحي.مولايَ يامولايَ انت الباقي وانا الفاني،وهل يرحم الفاني الا الباقي مولايَ يامولايَ انت الدائم وانا الزائل،وهل يرحم الزائل الا الدائم.مولايَ يامولاي انت الرازق وانا المرزوق،وهل يرحم المرزوق الا الرازق.مولايَ يامولايَ انت الجوادوانا البخيل وهل يرحم البخيل الا الجواد.مولايَ يامولاي انت المعافي وانا المبتلىٰ،وهل يرحم المبتلىٰ الا المعافي.مولايَ يامولايَ انت الكبير وانا الصغير،وهل يرحم الصغير الّا الكبير.مولايَ يامولايانت الهادى وانا الضال،وهل يرحم الضال الا الهادى.مولايَ يامولايَ انت الغفوروانا المذنب،وهل يرحم المذنب الا الغفور.مولايَ يامولايَ انت الغالب وانا المغلوب، وهل يرحم المغلوب الا الغالب.مولايَ يامولايَ انت الرب وانا المربوب،وهل يرحم المربوب الا الرب.مولايَ يامولايَ انت المتكبروانا الخاشع،وهل يرحم الخاشع الا المتكبر.مولايَ يامولاي ارحمنى برحمتك،وارض عنى بجودك و كرمك وفضلك.ياذاالجودوالاحسان،والطول والامتنان﴾(۱)

”اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں تیرا بندہ۔اب بندہ پر مولا کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا اے میرے مالک تو مالک ہے اور میں مملوک اور مملوک پر مالک کے علاوہ کون رحم کرے گا۔میرے مولا اے میرے مولا تو عزیز ہے اور میں ذلیل ہوں اور ذلیل پر عزیز کے علاوہ کون رحم کرے گا۔میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے علاوہ کون رحم کرے گا۔میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر عظیم کے علاوہ

---

(۱) مفاتیح الجنان اعمال مسجد کوفہ مناجات امیر المومنین علیہ السلام۔

کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غنی ہے اور میں فقیر ہوں اور فقیر پر غنی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو معطی ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر معطی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مرنے والا ہوں اور مرنے والے پر زندہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو باقی ہے اور میں فانی ہوں اور فانی پر باقی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا میرے مولا تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور میں مٹنے والا ہوں اور مٹنے والے پر رہنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو رازق ہے اور میں محتاج رزق ہوں اور محتاج پر رازق کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو جواد ہے اور میں بخیل ہوں اور بخیل پر جواد کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو عافیت دینے والا ہے اور میں مبتلا ہوں اور درد بتلا پر عافیت دینے والے کے علاوہ کون رحم کرسکتا ہے۔ میرے مولا اے میرے مولا تو کبیر ہے اور میں صغیر ہوں اور صغیر پر کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو ہادی ہے اور میں گمراہ ہوں اور گمراہ پر ہادی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رحمٰن ہے اور میں قابل رحم ہوں اور قابل رحم پر رحمان کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بادشاہ ہے اور میں منزل امتحان میں ہوں اور ایسے بندۂ امتحان پر بادشاہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو راہنما ہے اور میں سرگرداں ہوں اور کیا سرگرداں پر راہنما کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بخشنے والا ہے اور میں گناہگار ہوں اور گناہگار پر بخشنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غالب ہے اور میں مغلوب ہوں اور مغلوب پر غالب کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رب ہے اور میں مربوب ہوں اور پرورش پانے والے رب

کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو صاحب کبریائی ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور بندۂ ذلیل پر خدائے کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو اپنی رحمت سے مجھ پر رحم فرما اور اپنے جود و کرم و فضل سے مجھ سے راضی ہو جا اے صاحب جود و احسان اور اے صاحب کرم و امتنان"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس بہترین مناجات کے ان جملوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی حاجت اور فقر کیلئے متوسل ہوتے ہیں اور بندہ کی حاجت اور اس کے فقر کو اللہ کی رحمت نازل ہونے کا مورد قرار دیتے ہیں۔

بیشک مخلوق اللہ کی رحمت نازل کرانا چاہتی ہے حقیر عظیم کی رحمت نازل کرانا چاہتا ہے ضعیف قوی کی فقیر غنی کی مرزوق رازق کی، مبتلا معافی کی، گمراہ ہادی کی، گنا ہگار غفور کی، حیران و سرگردان، دلیل اور مغلوب غالب کی رحمت کی رحمت نازل ہونے کے خواستگار ہیں۔

یہ اللہ کی تکوینی سنتیں ہیں اور اللہ کی سنتوں میں ہرگز تبدیلی نہیں آسکتی جب حاجت اور فقر ہوگا تو ان موقفوں کیلئے اللہ کی رحمت اور فضل ہوگا جس طرح پانی نیچی جگہ پر گرتا ہے اللہ کی رحمت حاجت و ضرورت کے مقام پر نازل ہوتی ہے اللہ کریم و جواد ہے اور کریم حاجت و ضرورت کے مقامات کی رعایت کرتا ہے اور اپنی رحمت اس سے مخصوص کر دیتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے سحر میں جس کو آپ نے ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم فرمایا تھا میں فرماتے ہیں: ﴿اعطني فقري، وارحمني لضعفي﴾

یعنی آپ نے فقر اور ضعف کو وسیلہ قرار دیا ہے اور انھیں کے ذریعہ آپ اللہ کی رحمت سے متوسّل ہوتے ہیں۔

یہ فطری بات ہے کہ اس کلام کو مطلق قرار دینا ممکن نہیں ہے اور ایک ہی طریقہ میں منحصر نہیں کیا

جا سکتا ہے بیشک اللہ کی رحمت نازل ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہیں اور دوسرے موانع ورکاوٹیں بھی ہیں جن سے اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور اللہ کی سنتوں میں مبتلا ہونے کا سبب بھی ہیں۔

ہمارا یہ کہنا ہے: بیشک حاجت اور فقر کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو ہمارے لئے اس گفتار کو اس الٰہی نظام کے مطابق اور اس کے دائرہ میں رہنا چاہئے اور یہ معرفت کا وسیع باب ہے جس کو ہم اس وقت چھیڑنا نہیں چاہتے ہیں عنقریب ہم توفیق پروردگار کے ذریعہ اس حقیقت کی مناسب یا ضروری تشریح کریں گے۔

ہم قرآن کریم میں بہت سے ایسے نمونے دیکھتے ہیں جن میں حاجت اور فقر کو پیش کیا گیا ہے اور ان کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوئی ہے اور اللہ نے ان کو قبولیت کے درجہ تک پہنچایا ہے حاجت بھی اُسی طرح قبول ہوتی ہے جس طرح سے دعا اور سوال قبول ہوتے ہیں بیشک خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا کی ایک قسم ہے ان نمونوں کو قرآن کریم نے اللہ کے صالحین بندوں کی زبانی نقل کیا ہے۔

۱۔ عبد صالح حضرت ایوب علیہ السلام کا خداوند عالم کی بارگاہ میں سختیوں اور مشکلات کے وقت اپنی حاجت پیش کرنا۔

﴿وَاَیُّوبَ اِذْنَادیٰ رَبَّهُ اَنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَکَشَفْنَامَابِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَیْنَاهُ اَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَعَهُمْ رَحْمَةًمِنْ عِنْدِنَاوَذِکْریٰ لِلْعَابِدِیْنَ﴾(۱)

''اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے اور ویسے ہی اور بھی دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ

---

(۱) سورۂ انبیاء آیت ۸۳۔۸۴۔

عبادت گذار بندوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے"

قرآن کریم اس فقرہ میں کوئی بھی دعا نہیں کی گئی ہے جس کی قرآن کریم نے اس امتحان دینے والے صالح بندہ کی زبانی نقل کیا ہے لیکن خداوند عالم نے فرمایا ہے:

﴿فاستجبناله فکشفنامابه ضُرّ﴾(۱)

"تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا"

گویا حاجت اور فقر کا خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا دعا کی ایک قسم ہے۔

۲۔عبد صالح ذوالنون نے اپنے فقر و حاجت اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کیا جب آپ سمندر میں شکم ماہی کے گھپ اندھیرے میں تھے:

﴿وَذَاالنُّوْنِ اِذْذَهَبَ مُغَاضِباًفَظَنَّ اَنْ لَنْ نَّقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادٰی فِیْ الظُّلُمٰاتِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾(۲)

"اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلادی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس طرح کی استجابت طلب کیلئے نہیں ہے یہ حاجت اور فقر کیلئے ہے عبد صالح ذوالنون نے اس کلمہ:﴿سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ﴾(۳)

---

(۱)سورۂ انبیاء آیت ۸۴۔

(۲)سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

(۳)سورۂ انبیاء آیت ۸۸۔

''اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا'' کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا خدوند عالم نے اس کو قبول کیا اور ان کو غم سے نجات دی: ﴿فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ﴾(۱)

''تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی''

۳۔ ہم کو قرآن کریم میں اللہ، موسیٰ بن عمران اور ان کے بھائی ہارون کا یہ کلمہ بھی ملتا ہے جب انھوں نے فرعون تک اپنی رسالت کا پیغام پہنچانے کیلئے اللہ سے دعا کی:

﴿اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى﴾(۲)

''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے، اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا خوفزدہ ہوجائے، ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا اور سرکش نہ ہوجائے''

ان دونوں نے اللہ سے فرعون اور اس کی بادشاہت کے مقابلہ میں خدا سے اپنی حمایت اور مدد کی درخواست نہیں کی اور نہ ہی اپنی ضرورت کیلئے امن وامان کی درخواست کی ہے بلکہ انھوں نے اپنی کمزوری، فرعون کی عوام الناس پر گرفت، فرعون کی طاقت اور اس کی سرکشی کا تذکرہ کیا:

﴿اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى﴾

''ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا وہ سرکش نہ ہوجائے''

اللہ نے ان کی اس درخواست کو مستجاب کرتے ہوئے ان کی حمایت اور تائید میں فرمایا:

---

(۱) سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔

(۲) سورۂ طٰہٰ آیت ۴۳۔۴۵۔

﴿قَالَ لَاتَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی﴾(۱)

''ارشاد ہوا تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں''

۴۔چوتھا نمونہ عبد صالح حضرت نوح علیہ السلام کا وہ کلمہ ہے جو آپ نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا:

﴿وَنَادٰی نُوْحُ رَبَّہُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ﴾(۲)

''اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''

بہر حال حاجت اور فقر کے وقت بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کی ضرورتوں اور فقر کیلئے بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب پیاس لگتی ہے تو اللہ ان کو سیراب کرتا ہے اور جب بھوک لگتی ہے تو اللہ ان کو سیر کرتا ہے اور کھانا کھلاتا ہے یہ معرفت کا بہت وسیع و عریض باب ہے اور ہم اس کے ایک پہلو کو رحاب القرآن کے سلسلہ کی کتاب ﴿شرح الصدر﴾ میں بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا وسیلہ: دعا

یہ اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے

خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿ادعونی استجب لکم﴾(۳)

---

(۱)سورۂ طٰہ آیت/۴۶۔

(۲)سورۂ ہود آیت/۴۵۔

(۳)سورۂ غافر آیت ۶۰۔

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

اور خدا کا فرمان ہے: ﴿قُلْ مَایَعْبَؤُابِکُمْ رَبِّي لَوْلَادُعَاؤُکُمْ﴾(۱)

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا''

تیسرا وسیلہ: محبت

بیشک بندہ محبت کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل کراتا ہے جو کسی دوسرے امر کے ذریعہ نازل نہیں ہوتی ہے

اب ہم ان تینوں وسیلوں کے سلسلہ میں تفکر کرتے ہیں جن کو امام نے خداوند عالم تک رسائی کیلئے اپنا وسیلہ قرار دیا ہے۔

﴿رِضَاکَ بُغْیَتِي وَرُؤْیَتِکَ حَاجَتِي ...وَعِنْدَکَ دَوَاءُ عِلَّتِي وَشِفَاءُ غُلَّتِي وَبَرْدُلَوْعَتِي وَکَشْفُ کُرْبَتِي﴾(۲)

''تیری ہی رضا میرا آرزو ہے اور تیرا ہی دیدار میری حاجت ہے اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے غم کی بے قراری کی ٹھنڈک، رنج وغم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے'' یہ وسیلۂ حاجت وفقر ہے۔

﴿جوارک طلبي وقربک غایة سؤلي... فکن انیسي في وحشتي ومقیل عثرتي وغافرزلّتي وقابل توبتي،ومجیب دعوتي ،وولي عصمتي ومغني فاقتي﴾

''اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے اور تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے...پس تو میری وحشت میں میرا انیس، ہو جا لغزشوں میں سنبھالنے والا خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری

---

(۱)سورۂ فرقان آیت ۷۷۔

(۲)مناجات مریدین

توبہ کو قبول کرنے والا ،میری دعا کا قبول کرنے والا ،میری حفاظت کا ذمہ دار اور فاقہ میں غنی بنانے والا ہے" یہ وسیلہ دعا ہے۔

﴿فانت لاغيرک مرادي،ولک لالسواک سهري وسهادي،ولقاءک قرّة عيني ووصلک منىٰ نفسي واليک شوقي ،وفی محبّتک ولهي والی هواک صبابتي﴾

"فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں۔ اور تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بیقراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے" یہ وسیلہ محبت ہے۔

اب ہم امام کے کلام کے اس فقرہ کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں اور یہ دعا کا عمدہ جملہ ہے بیشک فن اور ادب کے مانند دعا کے عمدہ وبہترین درجہ ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿فقدانقطعت اليک همتي وانصرفت نحوک رغبتي،فانت لاغيرک مرادی،ولک لاسواک سهری وسها دی ولقاءک قره عينی﴾

"اس لئے کہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے اور میری رغبت تیری ہی بارگاہ کی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"

جو چیز "انقطاع" میں ہے وہ "تعلق" میں نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:

﴿فقدتعلقت بک همتي﴾ نہیں فرمایا ہے بیشک اللہ سے لولگانا دوسروں سے لولگانے کو منع نہیں کرتا ہے۔ جب بندہ خدا سے لولگانے میں صادق ہے اور یہ کہتا ہے:

﴿فقدانقطعت اليک همتي﴾ بیشک "انقطاع" ایجابی اور سلبی دونوں معنی کا متضمن

ہے۔پس انقطاع ''من الخلق الی اللہ ''، انقطاع ''الی اللہ '' اس جملہ کے ایجابی معنی ہیں جن کا امام نے قصد فرمایا ہے۔

بیشک محبت میں اخلاص فصل اور وصل ہے فصل یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے فاصلہ و دوری اختیار کرنا، اللہ اور اللہ نے جن کی محبت کا حکم دیا ہے ان سے وصل (ملنا) ہے اور یہ دونوں ایک قضیہ کے دو رخ ہیں۔

جب محبت خالص اور پاک وصاف ہوتی ہے تو وہ دو باتوں کی متضمن ہوتی ہے: محبت و برائت، اور وصل و فصل و انقطاع من الخلق ''الی اللہ'' ہے۔

یہی معنی دوسرے جملے ''وانصرفت الیک رغبتی '' کے بھی ہیں۔

انصراف الی اللہ سے ''اعراض'' اور ''اقبال'' دونوں مراد ہیں۔اعراض یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے روگردانی کرنا اور ''اقبال'' سے مراد اللہ اور اللہ نے جس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

پھر اس حقیقت کیلئے تیسری تاکید جو ان سب میں بلیغ ہے، اس میں محبت اور انصراف الی اللہ کے معنی کو شامل ہے اور خدا کے علاوہ دوسروں سے منقطع ہونا ہے:

﴿فانت لاغیرک مرادي ولک لالسواک سهوي وسهادي﴾

''سھو'' اور ''سھاد'' نیند کے برعکس ہیں سہر یعنی محبت کی وجہ سے رات میں نمازیں پڑھنا۔

سھاد: بیداری کی ایک قسم ہے اور یہ حالت انسان کو اپنے کسی اہم کام میں مشغول ہونے کے وقت پیش آتی ہے جس سے اس کی نیند اڑ جاتی ہے اور انسان اللہ سے لولگانے کا مشتاق ہوتا ہے۔

یہ دونوں محبت کی حالتیں ایک دوسرے کے مثل ہیں: انس اور شوق۔ بندہ کا اللہ کے ذکر سے مانوس ہونا، اور اللہ کا بندہ کے پاس اس طرح حاضر ہونا کہ بندہ اپنی دعا، ذکر، مناجات اور نماز میں خدا کے حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔

محبّ اللہ کی بارگاہ میں ان دونوں باتوں کو سمجھ کر حاضر ہوتا ہے تو یہ دونوں حالتیں اسکی نینداڑادیتی ہیں اس کو بیدار کردیتی ہیں جب لوگ گہری نیند میں سوجاتے ہیں اور نیند کی وجہ سے اپنے احساس بیداری اور شعور کو کھو بیٹھتے ہیں۔

بیشک نیند ایک ضرورت ہے تمام لوگ اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں چاہے وہ لوگ صالح ونیک ہوں یا برے ہوں۔ یہاں تک کہ انبیاءاور صدیقین بھی سوتے تھے۔

لیکن ایک شخص جوضرورت بھرسوتا ہے جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص نیند کے سامنے سرتسلیم خم کردیتا ہے اور نینداس پر غالب آجاتی ہے ان دونوں آدمیوں کے درمیان فرق ہے۔

اولیاءاللہ نیند کے سامنے سرتسلیم خم نہیں کرتے ہیں بیشک نیندان کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خداوندعالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سوتے تھے اور آپ کا فرمان تھا کہ میرے سر کے پاس وضو کا پانی رکھ دینا تا کہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دے سکوں۔

جب آپ کیلئے نرم اور آرام وہ بستر بچھایا جاتا تھا تو آپ اسکو اٹھانے کا حکم دیدتے تھے اس لئے کہ کہیں ان پر نیند غالب نہ آجائے۔

آپ سخت چٹائی پر آرام فرماتے تھے یہاں تا کہ چٹائی ان کے پہلو پر اثر انداز ہواور آپ پر نیند غالب نہ آجائے۔

خداوندعالم نے رات میں مناجات، ذکر اور اپنے تقرب کے وہ خزانے قرار دئے ہیں جو دن میں نہیں قرار دئے ہیں۔ان کی طرح رات کے لئے بھی افراد ہیں جو رات میں نمازیں پڑھتے

ہیں جب لوگ سوجاتے ہیں، جب لوگ سستی میں پڑے رہتے ہیں تو یہ ہشاش بشاش ہوتے ہیں۔ جب لوگ اپنے بستروں پر گہری نیند میں سوئے رہتے ہیں۔تو یہ اللہ سے ملاقات کر کے عروج پر پہنچتے ہیں۔

رات کیلئے بھی دولت ہے جس طرح دن کیلئے دولت ہے، رات میں بھی دن کی طرح خزانے ہیں۔عوام الناس دن کی دولت، اسکے خزانے کو پہچانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو رات کی دولت اور اسکے خزانے کی قیمت سے واقف ہیں اور جب انسان رات اور دن کی دولت سے ایک ساتھ بہرہ مند ہوتا ہے تو اسے انصاف پسند، متوازن اور راشد کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ایک ساتھ دونوں سے بہرہ مند ہوتے تھے اور بالکل متوازن طور پر دونوں کو اخذ کئے ہوئے تھے۔آپ نے رات سے محبت، اخلاص اور ذکر اخذ کیا اور دن سے طاقت، حکومت اور مال اخذ کیا تاکہ دین کی دعوت اور اسکے محکم و مضبوط ہونے پر متمکن ہو جائیں اور رات میں آپ معین وقت پر عبادت کیلئے اٹھتے تھے اور رسالت جیسے ثقیل و سنگین عہدے کو اٹھانے پر متمکن تھے:

﴿یَا أَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً نِصْفَهُ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً اَوْزِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحاً طَوِیْلاً﴾ (۱)

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے یقیناً آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں"

---

(۱) سورۂ مزمل آیت ۱/۔۷۔

اور ہمارے لئے اس مقام پر رات اور اسکے رجال کے سلسلہ میں حدیث قدسی سے ایک روایت کانقل کرنا بہتر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے بعض صدیقین پر وحی نازل کی ہے:

﴿ان لي عبادمن عباد ي يحبّونى فاحبّهم ويشتاقون الى واشتاق اليهم و يذكروني واذكرهم وينظرون اليَّ وانظراليهم وان حذوت طريقهم احببتُک وان عدلت منهم مقتّک قال:ياربّ وماعلا متهم ؟قال:يراعون الظلال بالنهار كمايراعي الراعي الشفيق غنمه،ويحنّون الىٰ غروب الشمس كمايحنّ الطيرالىٰ وكره عند الغروب،فاذاجنّهم الليل واختلط الظلام ،وفرشت الفرش،ونصبت الا سرة وخلا كلّ حبيب بحبيبه نصبواالىّ اقدامهم وافترشوالىّ وجوههم،وناجونى بكلامي،وعلقواالىّ بانغامي فمن صارخ وباک ٍ،وَمتأوَّهٍ شاکٍ،ومن قائم وقاعد وراكع وساجد بعيني مايتحملون من اجلي،وبسمعي مايشكون من حبّي اول مااعطيهم ثلاث:

١ .أَقذف من نوري في قلوبهم فيخبرون عنّي كمااخبرعنهم.

٢ .والثانية:لوكانت السماوات والارض فى موازينهم لاستقللتهالهم.

٣.والثالثة:أُقبل بوجه ي اليهم،افترىٰ من اقبلت بوجهى عليه يعلم احد مااريداعطيه؟﴾(١)

''میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں،وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں ان ذکر کرتا ہوں وہ مجھے دیکھتے

---

(١)لقاءاللہ ص١٠٤۔

ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تم بھی انھیں کا طریقہ اپناؤ گے تو میں تم سے بھی محبت کرونگا اور اگر اس سے روگردانی کروگے تو تم سے ناراض ہو جاؤنگا۔سوال کیا گیا پروردگار عالم ان کی پہچان کیا ہے؟ آواز آئی کہ وہ دن میں اپنے سایہ تک کی اس طرح مراعات کرتے ہیں کہ جیسے کوئی مہربان چوپان اپنے گلّہ کی ،اور وہ غروب شمس کے اسی طرح مشتاق رہتے ہیں جیسے پرندہ غروب کے وقت اپنے آشیانہ میں پہنچنے کے مشتاق رہتے ہیں پس جب رات ہوتی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں پلنگ بچھادئے جاتے ہیں ہر حبیب اپنے محبوب کے پاس خلوت میں چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدم میری طرف بڑھا دیتے ہیں میری طرف اپنے رخ کرلیتے ہیں میرے کلام کے ذریعہ مجھ سے مناجات کرتے ہیں نیز منظوم کلام کے ذریعہ میری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو کتنے ہیں جو چیخ چیخ کر روتے ہیں، کتنے ہیں جو آہ اور شکوہ کرتے ہیں، کتنے ہیں جو کھڑے رہتے ہیں، کتنے ہیں جو بیٹھے رہتے ہیں، رکوع کرتے رہتے ہیں سجدہ کرتے رہتے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خاطر کیا کیا برداشت کرتے رہتے ہیں میں سنتا رہتا ہوں جو وہ میری میری محبت کی خاطر پیش آنے والی مشکلات کا شکوہ کرتے ہیں میں سب سے پہلے ان کو تین چیزیں عطا کرونگا:

۱۔ میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دونگا تو وہ میرے بارے میں اسی طرح بتائیں گے جیسے میں ان کے بارے میں بتاؤنگا۔

۲۔ اگر آسمان وزمین ان کی ترازوؤں میں ہو تو میں ان کے لئے آسمان وزمین کا وزن بھی کم کردونگا۔

۳۔ میں ان کی طرف توجہ کرونگا اور جس کی طرف میں اپنا رخ کرلوں تو کسی کو کیا معلوم میں اسے کیا دیدونگا''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿کان مما اوحیٰ الله تعالی الی موسی بن عمران: کذّب مَن زعم انه یحبّني فاذا جنّه اللیل نام عنّي، یابن عمران، لو رأیت الذین یقومون لي في الدجیٰ وقد مثلت نفسي بین اعینهم، یخاطبوني وقد جللت عن المشاهدة، ویکلموني وقد عززت عن الحضور. یابن عمران، هب لي من عینک الدموع، ومن قلبک الخشوع، ثم ادعني في ظلمة اللّیالي تجدني قریبا مجیبا﴾(۱)

''خداوند عالم نے حضرت موسیٰ بن عمران سے کہا کہ: جو شخص رات میں مجھ سے راز و نیاز نہیں کرتا وہ میرا محبّ نہیں، فرزند عمران اگر تم ان افراد کو دیکھو گے کہ جو تاریکیٔ شب میں میری بارگاہ میں آتے ہیں اور میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں جبکہ میں نظر نہیں آتا ہوں تو وہ مجھ سے کلام کرتے ہیں حالانکہ میں ان کے سامنے حاضر نہیں ہوتا، اے فرزند عمران اپنی آنکھوں سے اشک گریاں اور دل سے خشوع مجھے ہدیہ کرو پھر مجھے تاریکیٔ شب میں پکارو تو مجھے اپنے قریب اور اپنی دعا کا قبول کرنے والا پاؤ گے''

نہج البلاغہ کے خطبہ متقین میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رات کی تاریکی میں مناجات کرنے والے اولیاء اللہ کی پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضری کے حالات کی اس طرح عکاسی فرماتے ہیں:

﴿اما اللَّیلُ فَصَافُّونَ اَقْدَامَهُم، تَالِینَ لاجزَاءِ القُرْآنِ یُرَتِّلُونَهَا تَرتِیلاً، یُحَزِّنُونَ بِهِ اَنفُسَهُمْ وَیَسْتَثِیرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِم فَاِذَا مَرُّوا بِآیَةٍ فِیهَا تَشْوِیقٌ رَکَنُوا اِلَیْهَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ اِلَیْهَا شَوْقاً وَظَنُّوا اَنَّهَا نُصبُ اَعْیُنِهِم وَاِذَا مَرُّوا بِآیَةٍ فِیهَا تَخوِیفٌ اَصغَوا اِلَیْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِم وَظَنُّوا اَنَّ زَفِیرَ جَهَنَّمَ وَشَهِیقَهَا فِي اُصُولِ آذَانِهِم فَهُم

---

(۱) لقاء اللہ صفحہ ۱۰۱۔

حَانُوْنَ عَلیٰ اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطَّلِبُوْنَ اِلیٰ اللّٰهِ تَعَالیٰ فِيْ فِكَاكِ رِقَابِهِمْ .

وَاَمَّاالنَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ ...﴾(۱)

''رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے جس میں (جہنم سے) ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ دوزخ کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں) اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے اللہ سے گلوخلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔

دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیز گار نظر آتے ہیں ...''

اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی ایک اور صورت کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

﴿اِلٰهِيْ فَاجْعَلْنَامِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُالشَّوْقِ اِلَيْکَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ اِلیٰ اَوْكَارِ الْاَفْكَارِ يَاْوُوْنَ

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۳۰۳۔

وَفِي رِيَاضِ الْقُرْبِ وَالْمُكَاشَفَةِ يَرْتَعُوْنَ وَمِنْ حِيَاضِ الْمَحَبَّةِ بِكَاسِ الْمُلاطَفَةِ يَكْرَعُوْنَ وَشَرَايِعَ الْمُصَافَاتِ يَرِدُوْنَ قَدْ كُشِفَ الْغِطَاءُ عَنْ اَبْصَارِهِمْ وَانْجَلَتْ ظُلْمَتُ الرَّيْبِ عَنْ عَقَائِدِهِمْ وَضَمَائِرِهِمْ وَانْتَفَجَتْ مُخَالَجَةُ الشَّكِّ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَرَائِرِهِمْ وَانْشَرَحَتْ بِتَحْقِيْقِ الْمَعْرِفَةِ صُدُوْرُهُمْ وَعَلَتْ لِبَسْبَقِ السَّعَادَةِ فِي الزَّهَادَة وَهِمَمُهُمْ وَعَذُبَ فِي مَعِيْنِ الْمُعَامَلَةِ شِرْبُهُمْ وَطَابَ فِي مَجْلِسِ الْاُنْسِ سِرُّهُمْ وَاَمِنَ فِي مَوَاطِنِ الْمَخَافَةِ سِرْبُهُمْ وَاطْمَأَنَّتْ بِالرُّجُوْعِ اِلٰى رَبِّ الْاَرْبَابِ اَنْفُسُهُمْ وَتَيَقَّنَتْ بِالْفَوْزِ وَالْفَلَاحِ اَرْوَاحُهُمْ وَقَرَّتْ بِالنَّظَرِ اِلٰى مَحْبُوْبِهِمْ اَعْيُنُهُمْ وَاسْتَقَرَّ بِاِدْرَاكِ السُّؤْلِ وَنَيْلِ الْمَامُوْلِ قَرَارُهُمْ وَرَبِحَتْ فِي بَيْعِ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ تِجَارَتُهُمْ اِلٰهِي مَا اَلَذَّ خَوَاطِرَ الْاِلْهَامِ بِذِكْرِكَ عَلَى الْقُلُوْبِ وَمَا اَحْلَى الْمَسِيْرَ اِلَيْكَ بِالْاَوْهَامِ فِي مَسَالِكِ الْغُيُوْبِ وَمَا اَطْيَبَ طَعْمُ حُبِّكَ وَمَا اَعْذَبَ شِرْبَ قُرْبِكَ فَاَعِذْنَا مِنْ طَرْدِكَ وَاِبْعَادِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَخَصِّ عَارِفِيْكَ وَاَصْلِحِ عِبَادِكَ وَاَصْدَقِ طَائِعِيْكَ وَاَخْلَصِ عُبَّادِكَ﴾(۱)

”خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے وہ فی الحال آشیانۂ افکار میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور ریاض قرب اور مکاشفات میں گردش کر رہے ہیں تیری محبت کے حوض سے سیراب ہو رہے ہیں اور تیرے اخلاص کے گھاٹ پر وارد ہو رہے ہیں ان کی نگاہوں سے پردے اٹھا دئے گئے ہیں اور ان کے دل و ضمیر سے شکوک کی تاریکیاں زائل ہو گئی ہیں ان کے عقائد سے شک و شبہ کی تاریکی محو ہو گئی ہے اور تحقیقی معرفت سے ان کے سینے کشادہ ہو گئے ہیں اور سعادت

---

(۱) مفاتیح الجنان مناجات عارفین۔

حاصل کرنے کے لئے زہد کی راہ میں ان کی ہمتیں بلند ہوگئی ہیں اورا طاعت کے ذریعہ سے ان کا چشمہ شیریں ہوگیا ہے مجلس انس میں ان کا باطن پاکیزہ ہوگیا ہے اور محل خوف میں ان کا راستہ محفوظ ہوگیا ہے وہ مطمئن ہیں کہ ان کے دل رب العالمین کی طرف راجع ہیں اوران کی روحوں کو کامیابی اور فلاح کا یقین ہے اوران کی آنکھوں کو محبوب کے دیدار سے خنکی حاصل ہوگئی ہے اوران کے دلوں کو اور مدعا کے حصول سے سکون مل گیا ہے دنیا کو آخرت کے عوض بیچنے میں ان کی تجارت کامیاب ہوگئی ہے خدایا! دلوں کیلئے تیرے ذکر کا الہام کس قدر لذیذ ہے اور تیری بارگاہ کی طرف آنے میں ہر خیال کس قدر حلاوت کا احساس کرتا ہے۔ تیری محبت کا ذائقہ کتنا پاکیزہ ہے اور تیرے قُرب کا چشمہ کس قدر شیریں ہے ہمیں اپنی دوری سے بچالے اوراپنے مخصوص عارفوں اوراپنے صالح بندوں میں سے سچے اطاعت گذاراور خالص عبادت گذاروں میں قرار دینا''

ہم اس مقام پراہل بیت علیہم السلام کی دعا اور مناجات توقف نہیں کرنا چاہتے لیکن ہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات کے اس جملہ کے بارے میں کچھ غوروفکر کرنا چاہتے ہیں جس جملہ سے آپ نے مناجات کا آغاز فرمایا ہے:

﴿اِلٰهِي فَاجْعَلْنَامِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُالشَّوْقِ اِلَيْکَ فِیْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَتُ مُحَبَّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِم﴾

''خدایا! ہم کوان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہوگئے ہیں اور تیری محبت کے سوز وگداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کرلیا ہے''

بیشک اولیاء اللہ کیلئے جیسا کہ امام علیہ السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے خوبصورت باغ، طیب وطاہر ہیں اور عوام الناس سے مختلف طرح کی چیزیں صادر ہوتی ہیں:

کچھ لوگوں کے دلوں سے مکاتب اور علمی مدرسے وجود میں آتے ہیں اور علم خیراور نور ہے بشرطیکہ اللہ سے ملاقات کا شوق باقی رہے بعض لوگوں کے سینہ تجارت گاہ، بینک اور مال و دولت کے

مخزن ہوتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور شمارش کے نقشے ہوتے ہیں اور فائدہ ونقصان کے مقام ہوتے ہیں مال اور تجارت اچھے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ کام اسکے دل کو مشغول نہ کردے اور ایسا رنج وغم نہ ہو جو اس سے جدا نہ ہوسکتا ہو کچھ لوگوں کے دل ایسی زمین ہوتے ہیں جس میں ببول کے درخت، جنگل (اندرائن جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے) زہریلے، کینہ مال پر لڑائی جھگڑا، بادشاہت اور دوسروں کیلئے کید ومکر ہوا کرتے ہیں، اور کچھ افراد کے صدور (قلوب) کھیلنے کودنے والے افعال پر ہوتے ہیں دنیا وسیع پیمانہ پر ایک گروہ کیلئے لہو ولعب ہے۔

لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا دل دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک حصہ زہر، کینہ، مکر وکید سے پر ہے اور دوسرا حصہ لہو ولعب سے لبریز ہے۔ جب پہلے حصہ کا راحت وآرام چھن جاتا ہے تو وہ دوسرے حصہ سے پناہ مانگتا ہے اور لہو ولعب سے مدد چاہتا ہے تاکہ وہ نفس کو پہلے حصہ کے عذاب سے نجات دلا سکے۔

لیکن اولیاء اللہ کے سینے اس شوق کے باغ (جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے) کے سلسلہ میں بارونق اور طیب وطاہر میوے ہوتے ہیں کبھی ان میں شوق کے درخت جڑ پکڑ جاتے ہیں اور اس میں اپنی شاخیں پھیلا دیتے ہیں۔ اللہ سے ملاقات کا شوق ایسا امر نہیں ہے کہ اگر اس پر خواہشات نفسانی غالب آجائے یا دنیا اپنے کو زیب وزینت کے ساتھ اسکے سامنے پیش کردے تو وہ شوق ملاقات ختم ہوجائے، اور جب صاحب دنیا کیلئے دنیا تنگ ہوجاتی ہے اور وہ مشکلوں میں گھر جاتا ہے نہ تو اس شوق میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی اس کے اوراق (پتے) مرجھاتے ہیں۔

بیشک جب اللہ سے شوق ملاقات کے اشجار ان دلوں میں اپنی جڑ محکم ومضبوط کرلیتے ہیں تو تمام مشکلوں کے باوجود ہمیشہ ہرے بھرے اور پھل دیتے رہتے ہیں۔

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی حالت روح کے ہلکے ہونے کی حالت ہے اور یہ حالت سنگینی اور دنیا پر اعتماد کرنے کی حالت کے برعکس ہے جس کے سلسلہ میں قرآن کریم میں گفتگو کی گئی

ہے:

﴿مَالَكُمْ اِذَاقِيلَ لَكُمُ انْفِرُوافِي سَبِيلِ اللهِ اَثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِالدُّنْيَامِنَ الآخِرَةِ﴾(۱)

''جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کیلئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو''

بیشک جب انسان دنیا سے لولگاتا ہے، اسی سے راضی ہوتا ہے اوراس پر اعتماد و بھروسہ کر لیتا ہے تو اسکا نفس بھاری اور ڈھیلا ہو جاتا ہے اور جب اسکا نفس (۲) دنیا سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہلکا ہو جاتا ہے اور اللہ کی محبت اوراس سے شوق ملاقات کو جذب کرتا ہے۔

ہم اہل بیت سے ماثورہ دعاؤں کے بارے میں روایات کی روشنی میں محبت، شوق اور انس کی بحث کا اختتام کرتے ہیں اوراب ''محبت خدا'' کی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

اللہ کیلئے خالص محبت

یہ مقولہ توحید حب کے مقولہ سے بلند ہے بیشک توحید حب اللہ کی محبت کے علاوہ دوسری محبتوں کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اللہ کی محبت کو دوسری محبتوں پر غلبہ دیتی ہے پس اللہ کی محبت حاکم اور غالب ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْااَشَدُّحُبًّالِلّٰهِ﴾(۳)

''ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے''

---

(۱) سورۂ توبہ آیت ۳۸۔

(۲) دنیا سے آزاد ہونے کا مطلب اس کو ترک کر دینا نہیں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا سے آزاد تھے لیکن پھر بھی اپنی دعوت کے سلسلہ میں دنیا کا سہارا لیتے تھے''

(۳) سورۂ بقرہ آیت ۱۶۵۔

یہ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط اور توحید کی شقوں میں سے ایک شق ہے۔

لیکن اللہ سے خالص محبت، اللہ کے علاوہ دوسروں سے کی جانے والی محبت کی نفی کرتی ہے لیکن اگر محبت خدا (الحب للہ، البغض للہ) کے ساتھ باقی رہے۔ یہ ایمان اور توحید کی شان میں سے نہیں ہے، لیکن صدیقین اوران کے مقامات کی شان ہے۔

بیشک خداوند عالم اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے دلوں کو اپنی محبت کے علاوہ دوسروں کی محبت سے خالی کرنے پر متمکن کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿القلب حرم اللّٰہ فلا تسکن حرم اللّٰہ غیر اللّٰہ﴾(۱)

''دل اللہ کا حرم ہے اور اللہ کے حرم میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں رہ سکتا ہے''

یہ دل کی مخصوص صفت ہے چونکہ اعضاء وجوارح انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے کام انجام دیتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اس کیلئے مباح قرار دیا ہے اوران کو بجالانے کی اجازت دی ہے لیکن دل اللہ کا حرم ہے اوراس میں اللہ کے علاوہ دوسرے کی محبت کا حلول کرنا سزاوار نہیں ہے۔

روایت میں دل کی حرم سے تعبیر کرنے کے متعلق نہایت ہی دقیق نکتہ ہے بیشک حرم کا علاقہ امن وامان کا علاقہ ہے اوراسکا دروازہ ہر اجنبی آدمی کیلئے بند رہتا ہے اوراس میں رہنے والوں کو کوئی ڈروخوف نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی اجنبی داخل ہوسکتا ہے اسی طرح دل اللہ کا امن وامان والا علاقہ ہے اس میں اللہ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت داخل نہیں ہوسکتی اوراس میں اللہ کی محبت کو کوئی برائی یا خوف پیش نہیں آسکتا ہے۔

صدیقین اور اولیاء اللہ سے خالص محبت کرنے والے بندے ہیں اللہ کی محبت اور دوسروں

---

(۱) بحارالانوار جلد ۷۰ صفحہ ۲۵۔

کی محبت کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا ہاں اللہ کی محبت کے زیر سایہ تو دوسروں کی محبت ہو سکتی ہے۔

ہم مندرجہ ذیل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں محبت کی سوزش اور محبت میں صدق اخلاص دیکھتے ہیں:

﴿سَیِّدِي اِلَیْکَ رَغْبَتِیْ،وَاِلَیْکَ رَھْبَتِیْ،وَاِلَیْکَ تَأمِیْلِي وَقَدْ سَاقَنِيْ اِلَیْکَ اَمَلِيْ وَعَلَیْکَ یَاوَاحِدِيْ عَکَفَتْ ھِمَّتِي وَفِیْمَاعِنْدَکَ انْبَسَطَتْ رَغْبَتِي وَلَکَ خَالِص رَجَائِي وَخَوْفِي وَبِکَ اَنِسَتْ مَحَبَّتِي وَاِلَیْکَ اَلْقَیْتُ بِیَدِيْ وَبِحَبْلِ طَاعَتِکَ مَدَدْتُ رَھْبَتِي یَامَوْلَايَ بِذِکْرِکَ عَاشَ قَلْبِي وَبِمُنَاجَاتِکَ بَرَّدْتُ اَمَلَ الْخَوْفِ عَنِّيْ...﴾(۱)

''میرے مالک میری تیری ہی طرف رغبت ہے اور تجھی سے خوف تجھی سے امید رکھتا ہے،اور تیری ہی طرف امید کھینچ کر لے جاتی ہے،میری ہمت تیری ہی جناب میں ٹھہر گئی ہے اور تیری نعمتوں کی طرف میری رغبت پھیل گئی ہے خالص امید اور خوف تیری ہی ذات سے وابستہ ہے محبت تجھی سے مانوس ہے اور ہاتھ تیری ہی طرف بڑھایا ہے اور اپنے خوف کو تیری ہی ریسمان ہدایت سے ملا دیا ہے خدایا میرا دل تیری ذات سے زندہ ہے اور میرا درد خوف تیری مناجات سے ٹھہرا ہے''

امام علیہ السلام مناجات کے اس ٹکڑے میں اپنی رغبت، رہبت ،اور آرزو تمام چیزوں کو اللہ سے مربوط کرتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ ہمت کے ذریعہ ان سب کے پابند تھے آپ خالص طور پر خدا سے امید رکھتے تھے اور اسی سے خوف کھاتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

﴿احبّوا اللہ من کلّ قلوبکم﴾(۲)

---

(۱) دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

(۲) کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۴۔

''تم اللہ سے اپنے پورے دلوں کے ساتھ دوستی کرو''

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

﴿اللھم انّي أسألک ان تملاقلبي حبّالک وخشية منک،وتصديقالک وايمانابک وفرقاًمنک وشوقاالیک﴾(۱)

''بارالہا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے دل کو اپنی محبت ،خوف ،تصدیق ایمان اور اپنے شوق سے لبریز فرمادے''

اگر اللہ سے محبت اوراس سے شوق ملاقات سے بندہ کا دل لبریز ہوجائے تو پھراس میں اللہ سے محبت کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت کی کوئی خالی جگہ ہی باقی نہیں رہ جاتی مگر یہ کہ محبت اس خدا کی محبت کے طول میں اوراسی کی محبت کے نتیجہ پر کہ محبت بھی درحقیقت اللہ کی محبت ہے اوراسی شوق کا نتیجہ ہے۔

ماہ رمضان کے آجانے پر حضرت امام صادق علیہ السلام کی دعا کا ایک حصہ یہ ہے:

﴿صلّ علیٰ مُحَمَّدٍوَآل مُحَمَّدٍوَاشْغَلْ قَلْبِيْ بِعَظِيْمِ شَانِکَ،وَاَرْسَلْ مُحَبَّتَکَ اِلَيْهِ حَتّیٰ اَلْقَاکَ وَاَوْدَاجِيْ تَشْخَبُ دَماً﴾(۲)

''خدایا! محمد وآل محمد پر درود بھیج اپنی شان کی عظمت کے صدقہ میں میرے دل کو اپنی یاد میں مصروف رکھ میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے تا کہ میں تجھ سے خون میں غلطاں حالت میں ملاقات کروں''

اس کا مطلب خداوندعالم کیلئے خالص محبت کرنا ہے چونکہ خدا کی محبت دل کو مصروف کرنے والا کام ہے اوراس سے جدانہ ہونے والا امر ہے۔

---

(۱) بحارالانوار جلد۹۸صفحہ۸۹۔

(۲) بحارالانوار جلد۹۷صفحہ۳۳۴۔

بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت

بیشک اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور محبت کی ایک خصوصیت غیرت ہے وہ غیور بندوں کے دلوں میں ہوتی ہے بندے اللہ سے خالص محبت کریں اور اس کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت نہ کریں اور بندوں کو اپنے دل میں دوسروں کی محبت داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے وادی مقدس میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اے پروردگار:

﴿اني اخلصت لک المحبّة منيّ وغسلت قلبي ممّن سواک﴾(۱)

''میں صرف تیرا مخلص ہوں اور تیرے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کرتا'' اور مجھے اپنے اہل وعیال سے شدید محبت ہے خداوند عالم نے فرمایا۔ اگر تم مجھ سے خالص محبت کرتے ہو تو اپنے اہل وعیال کی محبت اپنے دل سے الگ کردو''

اللہ کی اپنے بندے پر یہ مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندے کے دل سے غیر کی محبت کو زائل کردیتا ہے اور جب خداوند عالم اپنے بندے کو اپنے علاوہ کسی اور سے محبت کرتے ہوئے پاتا ہے تو اس کی محبت کو بندے سے سلب کردیتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا دل اس کی محبت کیلئے خالص ہوجاتا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

﴿انت الذي ازلت الاغیارعن قلوب احبّائک حتیٰ لم یحبّوا سواک ماذا وجد مَن فقدک وماالذی فقد مَن وجدک لقدخاب من رضي دونک بدلا''(۲)

''تونے اپنے محبوں کے دلوں سے غیروں کی محبت کو اس حد تک دور کردیا کہ وہ تیرے علاوہ

---

(۱) بحارالانوار جلد ۸۳ صفحہ ۲۳۶۔

(۲) بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

کسی سے محبت ہی نہیں کرتے۔ جس نے تجھے کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو شخص تیرے علاوہ کسی اور سے راضی ہوا وہ نامراد رہا''

ہمارے لئے اس سلسلہ میں اس تربیت کرنے والی خاتون کا واقعہ نقل کرنا بہتر ہے جس کو شیخ حسن البنا نے اپنی کتاب ''مذاکرات الدعوۃ والداعیۃ'' میں نقل کیا ہے۔ حسن البنّا کہتے ہیں: شیخ سلبی (مصر کے علم عرفان اور اخلاق کی بڑی شخصیت) کو خداوند عالم نے ان کی آخری عمر میں ایک بیٹی عطا کی شیخ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ جوں جوں جوان اور بڑی ہورہی تھی شیخ کی اس سے محبت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا شیخ بنّا نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ایک شب پیغمبر اکرم کی شب ولادت شیخ شلبی کے گھر کے نزدیک ایک خوشی کی محفل سے لوٹنے کے بعد شیخ شلبی سے ملاقات کی جب وہ چلنے لگے تو شیخ نے مسکرا کر کہا: انشاء اللہ کل تم مجھ سے اس حال میں ملاقات کروگے کہ جب ہم روحیہ کو دفن کرینگے۔

روحیہ ان کی وہی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے گیارہ سال بعد خداوند عالم نے ان کو عطا کی تھی اور جس سے آپ کام کرتے وقت بھی جدا نہیں ہوتے تھے اب وہ جوان ہوچکی تھی اس کا نام روحیہ اس لئے رکھا تھا کیونکہ وہ ان کیلئے روح کی طرح تھی۔

بنّا کہتے ہیں کہ: ہم نے اُن سے روتے ہوئے سوال کیا کہ اس کا انتقال کب ہوا؟ شیخ نے شلبی نے کہا آج مغرب سے کچھ دیر پہلے۔ ہم نے عرض کیا: تو آپ نے ہم کو کیوں نہیں بتایا تا کہ ہم دوسرے گھر سے تشییع کی جماعت کے ساتھ نکلتے۔؟ شیخ نے کہا: کیا ہوا؟ ہمارا رنج وغم کم ہوگیا غم خوشی میں بدل گیا۔ کیا تم کو اس سے بڑی نعمت چاہئے تھی؟

گفتگو شیخ کے صوفیانہ درس میں تبدیل ہوگئی اور وہ اپنی بیٹی کی وفات کی وجہ یہ بیان کرنے لگے کہ خداوند عالم ان کے دل پر غیرت سے کام لینا چاہتا تھا کیونکہ خداوند عالم کو اپنے نیک بندوں کے دلوں کے سلسلہ میں اسی بات سے غیرت آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے وابستہ ہوں یا کسی

دوسرے کی طرف متوجہ ہوں۔ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش کی جن کا دل اسماعیل علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے ان کو اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دل حضرت یوسف علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے حضرت یوسفؑ کو کئی سال تک دور رکھا اس لئے انسان کے دل کو خداوند عالم کے علاوہ کسی اور سے وابستہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

پھر انھوں نے فضیل بن عیاض کا قصہ چھیڑا جب انھوں نے اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو بیٹی نے کہا بابا کیا آپ مجھے بہت زیادہ دوست رکھتے ہیں؟ تو فضیل نے کہا: ہاں۔ بیٹی نے کہا: خدا کی قسم میں آج سے پہلے آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتی تھی۔ فضیل نے کہا: کیسے اور میں نے کیوں جھوٹ بولا؟ بیٹی نے کہا کہ: میں سوچتی تھی کہ آپ خداوند عالم کے ساتھ اپنی اس حالت کی بنا پر خدا کے ساتھ کسی کو دوست نہیں رکھتے ہوں گے۔ تو فضیل نے رو کر کہا کہ: اے میرے مولا اور آقا چھوٹے بچوں نے بھی تیرے بندے کی ریاکاری کو ظاہر کر دیا۔ ایسی باتوں کے ذریعہ شیخ شلبی ہم سے روحیہ کے غم کو دور کرنا چاہتے تھے اور اس کی مصیبت کے درد والم سے ہونے والے غم کو ہم سے برطرف کرنا چاہتے تھے ہم نے ان کو خدا حافظ کہا اور اگلے دن صبح کے وقت روحیہ کو دفن کر دیا گیا ہم نے گریہ وزاری کی کوئی آواز نہ سنی بلکہ صرف صبر و تسلیم و رضا کے مناظر کا مشاہدہ کیا۔

اللہ کیلئے اور اللہ کے بارے میں محبت

اب ہم مندرجہ ذیل سوال کا جواب بیان کریں گے اللہ کیلئے خالص محبت کے یہ معنی فطرت انسان کے خلاف ہیں چونکہ اللہ نے انسان کو متعدد چیزوں سے محبت اور متعدد چیزوں سے کراہت کرنے والی فطرت دے کر خلق کیا ہے اور اس معنی میں اللہ سے خالص محبت کرنے کا مطلب یہ ہے انسان کی اس فطرت کے خلاف محافظت کرے جس فطرت پر اللہ نے اس کو خلق کیا ہے؟

جواب: اللہ سے خالص محبت کرنے کا مقصد انسانی فطرت کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا

مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ان کی محبت اور کراہت کی توجیہ کرنا ہے لہٰذا پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم حضرت موسیٰ بن عمران سے ان کے اہل کی محبت ان کے دل سے نکلوانا نہیں چاہتا ہے بلکہ خداوند عالم یہ چاہتا ہے کہ ان کے اہل وعیال کی محبت خداوند عالم کی محبت کے زیر سایہ ہو اور ہر محبت کیلئے بندے کے دل میں وہی ایک منبع ومصدر ہونا چاہئے دوسرے لفظوں میں: بیشک پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم موسیٰ بن عمران سے یہ چاہتا ہے کہ ہر محبت کو اللہ کی محبت کے منبع اور مصدر سے مربوط ہونا چاہئے اس وقت بندے کی اپنے اہل وعیال سے محبت تعظیم کیلئے ہوگی یہی اس کا دقیق مطلب ہے اور تربیت کا بہترین اور عمدہ طریقہ ہے اور اسی طریقہ تک صرف اسی کی رسائی ہوسکتی ہے جس کو اللہ نے اپنی محبت کیلئے مخصوص کرلیا ہے اور اس کو منتخب کرلیا ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ پاک وپاکیزہ اور طیب وطاہر تھے آپ کا فرمان ہے میں دنیا کی تین چیزوں سے محبت کرتا ہوں: عورت خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔(۱)

بیشک یہ وہ محبت ہے جو اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری رہتی ہے اور ان تینوں میں رسولؐ خدا سب سے زیادہ نماز سے محبت کرتے تھے اس لئے کہ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بیشک نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری تھی۔

پس اللہ سے محبت کرنے میں انسان کی فطرت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے جس فطرت پر اللہ نے انسان کو خلق کیا ہے۔ بلکہ جدید معیار وملاک کے ذریعہ حیات انسانی میں محبت اور عداوت کے نقشہ کو اسی نظام کے تحت کرنا ہے جس کو اسلام نے بیان کیا ہے۔

انسان کی فطری محبت خود اسکے مقام پر باقی ہے لیکن جدید طریقہ کی وجہ سے اللہ کی تعظیم وتکریم کرنا ہے۔

---

(۱) الخصال صفحہ/۱۶۵۔

اس بنیاد پر اللہ کیلئے محبت اور اللہ کے سلسلہ میں محبت کی قیمت کیلئے اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿المحبّة لله اقرب نسب﴾(۱)

''خدا سے محبت سب سے نزدیکی رشتہ داری ہے''

اور حضرت علی علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

﴿المحبّة في الله آكد من وشيج الرحم﴾(۲)

''خدا سے محبت خونی رشتہ داری سے بھی زیادہ مضبوط ہے''

یہ تعبیر بہت دقیق ہے اور ایک اہم فکر کی طلبگار ہے۔ بیشک لوگوں کے اپنی زندگی میں بہت گہری رشتہ داری اور تعلقات ہوتے ہیں۔ ان تمام تعلقات میں رشتہ داری کے تعلقات بہت زیادہ معتبر ہیں، اور اللہ تعالی کی محبت کی رشتہ داروں کی محبت سے زیادہ محبت کی تاکید کی گئی ہے جب انسان اپنی محبت اور تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم کرلے۔ اسی محبت سے اور عداوت کی وجہ سے رشتہ داری کامل اور ناقص ہوگی۔

رشتہ داروں کی محبت پر اس لئے زیادہ زور دیا گیا ہے کہ جب اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت ہوگی تو اس محبت میں تغیر وتبدل ہوگا اور خلل واقع ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کے تاثرات دوسرے بعض لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جب انسان اپنے بھائی سے اللہ کیلئے محبت کرے گا تو وہ بہت زیادہ قوی محبت ہوگی اور یہ محبت مختلف اور ایک دوسرے کیلئے متضاد محبت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوگی۔

---

(۱) میزان الحکمۃ جلد۲ ص ۲۲۳۔

(۲) میزان الحکمۃ جلد۲ صفحہ ۲۲۳۔

اللہ کیلئے خالص محبت صرف انسان کے فطری تعلقات کی نفی نہیں کرتی بلکہ انسان پر اس بات پر زور دیتی ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتی ہے کہ اس محبت کو ایک بڑے منبع کے تحت منظّم کرے جس کو ہر صدیق اور ولی خدا نے منظّم و مرتب کیا ہے۔پس اللہ کے نزدیک لوگوں میں وہ شخص زیادہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے اللہ کی محبت کے زیر سایہ محبت کرے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

﴿ماالتقی مؤمنان قط الا کان افضلهمااشدّهماحبّالاخیه﴾(۱)

''مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو ان میں وہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

﴿انّ المتحابین فی اللّٰہ یوم القیامة علی منابرمن نور،قد اضاء نوراجسادهم ونورمنابرهم کلّ شئ حتی یُعرفوابه،فیُقال:هؤلاء المتحابّون فِيْ اللّٰہ﴾(۲)

''اللہ کی محبت میں فنا ہوجانے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے ان کے اجساد اور ان کے منبروں کے نور کی روشنی سے ہر چیز روشن ہوگی یہاں تک کہ ان کا تعارف بھی اسی نور کے ذریعہ ہوگا۔پس کہا جائیگا: یہ لوگ اللہ کی محبت میں فناء فی اللہ ہو گئے ہیں''

روایت کی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کہا:

﴿هل عملت لي عملاً؟قال:صلّیت لک وصمت،وتصدّقت وذکرت لک،فقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ:امّا الصلاة فلک برهان،والصوم جُنّة،والصدقة ظلّ،والذکرنور،فأي عمل عملت لی؟قال موسیٰ:دلّنی علی العمل الذي هو

---

(۱) بحار الانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۸

(۲) بحار الانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۹۔

لک. قال: یاموسیٰ، هل والیت لي ولیّاوهل عادیت لي عدوّاًقطّ؟فعلم موسیٰ انّ افضل الاعمال الحبّ فی اللّٰه والبغض في اللّٰه ﴾(۱)

"کیاتم نے میرے لئے کوئی عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میں نے تیرے لئے نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، صدقہ دیا ہے اور تجھ کو یاد کیا ہے پروردگار عالم نے فرمایا: نماز تمہارے لئے دلیل ہے، روزہ سپر ہے صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے پس تم نے میرے لئے کونسا عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: ہر وہ چیز جس پر عمل کا اطلاق ہوتا ہے وہ تیرے لئے ہے خداوند عالم نے فرمایا: کیاتم نے کسی کو میرے لئے ولی بنایا اور کیاتم نے کسی کو میرا دشمن بنایا ہرگز؟ تو موسیٰؑ کو یہ معلوم ہوگیا کہ سب سے افضل عمل اللہ کی محبت اور بغض میں فنا ہو جانا ہے"

حدیث بہت دقیق ہے نماز کیلئے امکان ہے کہ انسان اسکو اللہ کی محبت کے عنوان سے پیش کرے یا ممکن ہے نماز کو اپنے لئے جنت میں دلیل کے عنوان سے پیش کرے۔ روزہ کو ممکن ہے انسان اللہ کی محبت کیلئے مقدم کرے اور ممکن ہے اسکو اپنے لئے جہنم کی آگ سے سپر قرار دے لیکن اولیاء اللہ کی محبت اور اللہ کے دشمنوں سے برائت اللہ کی محبت کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے۔

محبت کا پہلا سرچشمہ

ہم اللہ کی محبت کیلئے کہاں سے سیراب ہوں؟ ہماری اس بحث میں یہ سوال بہت اہم ہے۔ جب ہم اللہ کی محبت کی قیمت سے متعارف ہوگئے تو ہمارے لئے اس چیز سے متعارف ہونا بھی ضروری ہے کہ ہم اس محبت کو کہاں سے اخذ کریں اور اسکا سرچشمہ ومنبع کیا ہے؟

اس سوال کا مجمل جواب یہ ہے کہ اس محبت کا سرچشمہ ابتداوانتہاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

اس مجمل جواب کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے اور تفصیل یہ ہے:

---

(۱) بحارالانوار جلد ۶۹ ص ۲۵۳۔

ا۔ اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے

بیشک اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے، ان کو رزق دیتا ہے، ان کو کپڑا پہناتا ہے، ان کو بے انتہا مال و دولت عطا کرتا ہے، ان کو معاف کرتا ہے، ان کی توبہ قبول کرتا ہے، ان کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ان کو توفیق عطا کرتا ہے، ان کو اپنے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، ان کو اپنی رعایا کا ولی بناتا ہے اور ان پر فضیلت دیتا ہے، ان سے برائی اور شر کو دور کرتا ہے یہ سب محبت کی نشانیاں ہیں۔

۲۔ ان کو اپنی محبت و الفت عطا کرتا ہے

اللہ کی بندوں کیلئے یہ محبت ہے کہ وہ ان (بندوں) سے محبت کرتا ہے اور ان کو اپنی محبت کا رزق عطا کرتا ہے۔ محبت کا یہ حکم بڑا عجیب و غریب ہے بیشک محبت کا دینے والا وہ خدا ہے جو اپنے بندوں سے محبت سے ملاقات کرتا ہے ان کو جذبہ عطا کرتا ہے پھر اس جذبہ کے ذریعہ ان کو مجذوب کرتا ہے۔

ہم یہ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ماثورہ روایات اور دعاؤں میں اس مطلب کی طرف متعدد مرتبہ ارشارہ کیا گیا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارہویں مناجات میں فرماتے ہیں:

﴿اِلٰهي فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَيْکَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَتُ مُحَبّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ﴾

''خدایا! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے''

ہم اس دعا کی پہلے شرح بیان کر چکے ہیں۔

چودھویں مناجات میں آیا ہے: ﴿اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ عَلَيْنَا وَاقِيَةً تُنْجِيْنَا مِنَ الْهَلَكَاتِ، وَتُجَنِّبُنَا مِنَ الْآفَاتِ، وَ تُكِنُّنَا مِنْ دَوَاهِي الْمُصِيْبَاتِ، وَاَنْ تُنْزِلَ عَلَيْنَا مِنْ سَكِيْنَتِکَ، وَاَنْ تُغَشِّيَ وُجُوهَنَا بِاَنْوَارِ مَحَبَّتِکَ، وَاَنْ تُؤْوِيَنَا اِلٰى شَدِيْدِ رُكْنِکَ، وَاَنْ

تَحوِينافِي اَكْنافِ عِصمَتِكَ، بِرأفَتِكَ وَرَحمَتِكَ ياأرحَمَ الرّاحِمِينَ﴾

''ہمارے لئے وہ تحفظ قرار دیدے جو ہمیں ہلاکتوں سے بچالے اور آفتوں سے محفوظ کر کے مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ہم پر اپنا سکون نازل کر دے اور ہمارے چہروں پر اپنی محبت کی تابانیوں کا غلبہ کر دے۔ہم کو اپنے مستحکم رکن کی پناہ میں لے لے اور ہم کو اپنی مہربانیوں کی عصمت کے زیر سایہ محفوظ بنادے''

پندرھویں مناجات (زاہدین) میں آیا ہے:

﴿اِلٰهِي فَزَهِّدنا فِيها وَسَلِّمنا مِنها بِتَوفِيقِكَ وَعِصمَتِكَ، وَانزَعْ عَنّا جَلابِيبَ مُخالَفَتِكَ، وَتَوَلَّ اُمُورَنا بِحُسنِ كِفايَتِكَ، وَاَجمِلْ صِلاتِنا مِنْ فَيضِ مَواهِبِكَ، وَاَغرِسْ فِي اَفئِدَتِنا اَشجارَ مَحَبَّتِكَ وَاَتمِمْ لَنا اَنوارَ مَعرِفَتِكَ، وَاَذِقنا حَلاوَةَ عَفوِكَ وَلَذَّةَ مَغفِرَتِكَ، وَاَقرِرْ اَعيُنَنا يَومَ لِقائِكَ بِرُؤيَتِكَ، وَاَخرِجْ حُبَّ الدُّنيا مِنْ قُلُوبِنا كَما فَعَلتَ بِالصّالِحِينَ مِنْ صَفوَتِكَ، وَالاَبرارِ مِنْ خاصَّتِكَ بِرَحمَتِكَ ياأرحَمَ الرّاحِمِينَ﴾

''خدایا ہم کو اس دنیا میں زہد عطا فرما اور اس کے شر سے محفوظ فرما اپنی توفیق اور عصمت کے ذریعہ ہم سے اپنی مخالفت کے لباس اتروادے اور ہمارے امور کا تو ہی ذمہ دار بن کر ان کی بہترین کفایت فرما اپنی وسیع رحمت سے مزید عطا فرما اور اپنے بہترین عطایا سے ہمارے ساتھ اچھے اچھے برتاؤ کرنا اور ہمارے دلوں میں اشجار محبت بٹھادے اور ہمارے لئے انوار معرفت کو مکمل کر دے اور ہمیں اپنی معافی کی حلاوت عطا فرما اور ہمیں مغفرت کی لذت سے آشنا بنادے ہماری آنکھوں کو روز قیامت اپنے دیدار سے ٹھنڈا کر دینا اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دینا جیسے تو نے اپنے نیک اور منتخب اور تمام مخلوقات میں نیک کردار لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے اور اپنی رحمت کے سہارے اے ارحم الراحمین''

آخر میں ہم اس مطلب کی تکمیل کیلئے سید ابن طاوؤس کی نقل کی ہوئی روز عرفہ پڑھی جانے

والی امام حسین علیہ السلام کی دعا نقل کرر ہے ہیں:

﴿کیف یستدل علیک بماھو فی وجودہ مفتقر الیک اَیَکُوْنُ لِغَیْرِکَ مِنَ الظُّھُوْرِ مَالَیْسَ لَکَ حتیٰ یَکُوْنَ ھُوَ الْمُظْھِرَلَکَ مَتیٰ غِبْتَ حَتیٰ تَحْتَاجَ اِلیٰ دَلِیْلٍ یَدُلُّ عَلَیْکَ وَمَتیٰ بَعُدْتَ حَتیٰ تَکُوْنَ الآثَارُھِیَ الَّتِیْ تُوْصِلُ اِلَیْکَ عَمِیَتْ عَیْنٌ لَاتَرَاکَ عَلَیْھَارَقِیْباًوَخَسِرَتْ صَفْقَتُہُ عَبْدٍ لَمْ تَجْعَلْ لَہُ مِنْ حُبِّکَ نَصِیْبا... فَاھْدِنِیْ بِنُوْرِکَ اِلَیْکَ،وَاَقِمْنِیْ بِصِدْقِ الْعُبُوْدِیَّۃِ بَیْنَ یَدَیْکَ ...وَصُنِّیْ بِسِتْرِکَ الْمَصُوْنِ ...وَاسْلُکْ بِیْ مَسْلَکَ اَھْلَ الْجَذْبِ،اِلٰھِیْ اَغْنِنِیْ بِتَدْبِیْرِکَ لِیْ عَنْ تَدْبِیْرِیْ،وَبِاخْتِیَارِکَ عَنْ اِخْتِیَارِیْ وَاَوْقِفْنِیْ عَنْ مَرَاکِزِ اِضْطِرَارِیْ ...أَنْتَ الَّذِیْ اَشْرَقْتَ الْاَنْوَارَ فِیْ قُلُوْبِ أَوْلِیَائِکَ حَتّٰی عَرَفُوْکَ وَوَحَّدُوْکَ .وَاَنْتَ الَّذِیْ أَزَلْتَ الْاَغْیَارَعَنْ قُلُوْبِ اَحِبَّائِکَ حَتّیٰ لَمْ یُحِبُّوْاسِوَاکَ وَلَمْ یَلْجَؤُااِلیٰ غَیْرِکَ اَنْتَ الْمُوْنِسُ لَھُمْ حَیْثُ اَوْحَشَتْھُمُ الْعَوَالِمُ وَاَنْتَ الَّذِیْ ھَدَیْتَھُمْ حَیْثُ اِسْتَبَانَتْ لَھُمُ الْمَعَالِمُ .مَاذَاوَجَدَمَنْ فَقَدَکَ ؟وَمَاالَّذِیْ فَقَدَ مَنْ وَجَدَکَ ؟لَقَدْ خَابَ مَنْ رَضِیَ دُوْنَکَ بَدَلاً،وَلَقَدْخَسِرَمَنْ بَغیٰ عَنْکَ مُتَحَوِّلاً کَیْفَ یُرْجیٰ سِوَاکَ وَاَنْتَ مَاقَطَعْتَ الْاِحْسَانَ؟وَکَیْفَ یُطْلَبُ مِنْ غَیْرِکَ وَاَنْتَ مَا بَدَّلْتَ عَادَۃَ الْاِمْتِنَانِ ؟یَامَنْ اَذَاقَ اَحِبَّائَہُ حَلَاوَۃَ الْمُوَانَسَۃَ فَقَامُوْابَیْنَ یَدَیْہِ مُتَمَلِّقِیْنَ وَیَامَنْ اَلْبَسَ اَوْلِیَائَہُ مَلْبَسَ ھَیْبَتِہِ فَقَامُوْابَیْنَ یَدَیْہِ مُسْتَغْفِرِیْنَ ...اِلٰھِیْ اَطْلُبْنِیْ بِرَحْمَتِکَ حَتّیٰ اَصِلَ اِلَیْکَ،وَاجْذُبْنِیْ بِمَنِّکَ حَتّیٰ اَقْبَلَ عَلَیْکَ﴾(۱)

---

(۱) بحارالانوار ج۹۸ص۲۲۶۔

''میں ان چیزوں کو کس طرح راہنما بناؤں جو خود ہی اپنے جود میں تیری محتاج ہیں کیا تیرے کسی شئی کو تجھ سے بھی زیادہ ظہور حاصل ہے کہ وہ دلیل بن کر تجھ کو ظاہر کر سکے تو کب ہم سے غائب رہا ہے کہ تیرے لئے کسی دلیل اور راہنمائی کی ضرورت ہو، اور کب ہم سے دور رہا ہے کہ آثار تیری بارگاہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں وہ آنکھیں اندھی ہیں جو تجھے اپنا نگراں نہیں سمجھ رہی ہیں اور وہ بندہ اپنے معاملاتِ حیات میں سخت خسارہ میں ہے جسے تیری محبت کا کوئی حصہ نہیں ملا... تو اپنی طرف اپنے نور سے میری ہدایت فرما، اور مجھ کو اپنی سچی بندگی کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کرامت فرما... اور اپنے محفوظ پردوں سے میری حفاظت فرما... اور جذب وکشش رکھنے والوں کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرما اپنی تدبیر کے ذریعہ مجھے میری تدبیر سے بے نیاز کردے اور اپنے اختیار کے ذریعہ میرے اختیار اور انتخاب سے مستغنی بنا دے اور اضطرار واضطراب کے مواقع کی اطلاع اور آگاہی عطا فرما... تو ہی وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں انوار الوہیت کی روشنی پیدا کردی تو وہ تجھے پہچان گئے اور تیری وحدانیت کا اقرار کرنے لگے اور تو ہی وہ ہے جس نے اپنے محبوں کے دلوں سے اغیار کو نکال کر باہر کردیا تو اب تیرے علاوہ کسی کے چاہنے والے نہیں ہیں، اور کسی کی پناہ نہیں مانگتے تو نے اس وقت ان کا سمان فراہم کیا جب سارے عالم سبب وحشت بنے ہوئے تھے اور تو نے ان کی اس طرح ہدایت کی کہ سارے راستے روشن ہو گئے پروردگار جس نے تجھ کو کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو تیرے بدل پر راضی ہو گیا وہ نامراد ہو گیا، اور جس نے تجھ سے روگردانی کی وہ گھاٹے میں رہا، تیرے علاوہ غیر سے امید کیوں کی جائے جبکہ تو نے احسان کا سلسلہ روکا نہیں اور تیرے علاوہ دوسرے سے مانگا ہی کیوں جائے جبکہ تیرے فضل وکرم کی عادت میں فرق نہیں آیا ہے وہ پروردگار جس نے اپنے دوستوں کو انس ومحبت کی حلاوت کا مزہ چکھا دیا ہے تو اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے اولیاء کو ہیبت کا لباس پہنا دیا ہے تو اس کے سامنے استغفار کرنے کے لئے استادہ ہیں... میرے معبود مجھ کو اپنی رحمت سے

طلب کرلے تا کہ میں تیری بارگاہ تک پہونچ جاؤں اور مجھے اپنے احسان کے سہارے اپنی طرف کھینچ لے تا کہ میں تیری طرف متوجہ ہو جاؤں"

۳۔ بندوں سے خداوند عالم کا اظہار دوستی

خداوند عالم اپنے بندوں سے دوستی کا اظہار کرتا ہے اور بندوں کو اپنی ذات سے محبت کرانے کیلئے نعمتوں سے مالامال کر دیتا ہے بیشک پروردگار عالم دلوں پر نعمت اس لئے نازل کرتا ہے کہ خداوند عالم نے جن پر نعمت نازل کی ہے وہ اللہ کو دوست رکھیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعائے سحر میں آیا ہے:

﴿تَتَحَبَّبُ اِلَیْنَابِالنِّعَمِ وَنُعَارِضُکَ بِالذُّنُوْبِ خَیْرُکَ اِلَیْنَانَازِلٌ وَشَرُّنَا اِلَیْکَ صَاعِدٌ وَلَمْ یَزَلْ وَلَایَزَالُ مَلَکٌ کَرِیْمٌ یَاْتِیْکَ عَنَّابِعَمَلٍ قَبِیْحٍ فَلَا یَمْنَعُکَ ذٰلِکَ مِنْ اَنْ تَحُوْطَنَابِرَحْمَتِکَ وَتَتَفَضَّلُ عَلَیْنَابِآلَائِکَ فَسُبْحَانَکَ مَااَحْلَمَکَ وَاَعْظَمَکَ وَاَکْرَمَکَ مُبْدِئاًوَمُعِیْداً﴾(۱)

"تو نعمتیں دے کر ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہ کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہا ہے فرشتہ برابر تیری بارگاہ میں ہماری بداعمالیوں کا دفتر لے کر حاضر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود تیری نعمتوں میں کمی نہیں آتی اور تو برابر فضل وکرم کررہا ہے تو پاک پاکیزہ ہے تو تجھ جیسا حلیم عظیم اور کریم کون ہے ابتدا اور انتہا میں تیرے نام پاکیزہ ہیں"

اللہ کا اپنے بندے پر نعمت فضل، بھلائی عفو اور ستر (عیب پوشی) نازل کرنے اور بندہ کی طرف سے اللہ کی طرف سے جو برائی اور شر صعود کرتا ہے ان دونوں کے درمیان مقائسہ سے اس بات

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۵۔

کا پتہ چلتا ہے کہ بندہ اپنے مولا سے شرمندہ ہے، وہ اللہ کی طرف سے اس محبت اور دوستی کا روگردانی اور دشمنی کے ذریعہ جواب دیتا ہے۔

انسان کتنا شقی اور بد بخت ہے کہ اللہ کی محبت اور دوستی کا جواب ردگردانی اور دشمنی سے دیتا ہے۔

امام زمانہ حضرت حجۃ علیہ السلام کے دعاء افتتاح میں ان کلمات کے سلسلہ میں غور وفکر کریں

﴿اِنَّکَ تَدْعُوْنِیْ فَأُوَلِّي عَنْکَ وَتَتَحَبَّبُ اِلَيَّ فَاَتَبَغَّضُ اِلَیْکَ،وَتَتَوَدَّدُاِلَيَّ فَلاَاَقْبَلُ مِنْکَ، کَانَّ لِیَ التَّطَوُّلَ عَلَیْکَ،فَلَمْ یَمْنَعْکَ ذٰلِکَ مِنَ الرَّحْمَۃِلِي وَ الاِحْسَانِ اِلَيَّ وَالتَّفَضُّلِ عَلَيَّ﴾(۱)

''اے پروردگار بیشک تو نے مجھ کو دعوت دی اور میں نے تجھ سے روگردانی کی اور تو نے محبت کی اور میں نے تجھ سے بغض وعناد رکھا اور تو میرے ساتھ دوستی کرتا ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتا ہوں گویا کہ میرا تیرے اوپر حق ہے اور اس کے باوجود اس نے تجھ کو میرے اوپر احسان کرنے اور فضل کرنے سے نہیں روکا''

﴿خیرک الینانازل وشَرُّنَااِلَیْکَ صَاعِدٌ﴾(۲)

''تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہا ہے''

---

(۱) مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔

(۲) بحار الانوار جلد ۱۸ صفحہ ۸۵۔

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں
دعاؤں کے مصادر

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر

ہمارے پاس ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں مناجات اور دعاؤں کا صاف شفاّف اور طیب وطاہر دولت کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام

ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب سے دعاؤں کے سلسلہ میں جو کچھ وصیت فرماتے تھے تو وہ ان کو لکھنے کے بڑے پابند تھے۔

سید رضی الدین علی بن طاوٴس نے کتاب مہج الدعوات میں امام موسیٰ بن جعفرؑ سے منسوب دعائے جوشن صغیر کو نقل کرتے وقت یہ تحریر کیا ہے کہ امام کاظم علیہ السلام کے صحابی ابو وصاح محمد بن عبداللہ بن زید النھشلی نے اپنے والد بزگوار عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زید کا کہنا ہے کہ ابوالحسن کاظمؑ کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی ایک خاص جماعت تھی جو مجلس میں اپنے ساتھ غلاف میں بڑی نرم و نازک آبنوس کی تختیاں لیکر حاضر ہوا کرتے تھے جب بھی آپ اپنی زبان اقدس سے کوئی کلمہ ادا فرماتے تھے یا کوئی فتویٰ صادر فرماتے تھے تو وہ قوم جو کچھ سنا کرتی تھی اس کو لکھ لیا کرتی تھی۔ اسی بنیاد پر عبداللہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو دعا میں یہ فرماتے سنا ہے اور اس

---

(۱) مہج الدعوات مؤلف سید رضی الدین علی بن طاوٴس۔

سلسلہ میں مشہور و معروف دعا ''جوشن صغیر'' موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ذکر فرمائی ہے۔

حدیث کے سلسلہ میں (اصول اربعمائۃ) چار سو اصول

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی احادیث کی تدوین چار سو کتابوں میں کی ہے جو اصول اربعمائت کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شیخ امین الاسلام طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) نے اعلام الوریٰ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کے چار ہزار اہل علم شاگرد مشہور تھے اور آپ نے ان کے جوابات میں مسائل کے سلسلہ میں چار سو کتابیں تحریر کیں جن کو اصول اربعماۃ کہا جاتا ہے اور اصحاب اصول کا طریقۂ کار ائمہ علیہم السلام سے سنی جانے والی تمام چیزوں کو لکھنا اور تدوین کرنا تھا۔

شیخ بہائی کتاب الشمسین میں تحریر کرتے ہیں: ''ہمارے بزرگان سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ اصحاب اصول کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی کسی امام سے کوئی حدیث سنتے تھے تو وہ اس حدیث کو اپنے اصول میں درج کرنے کیلئے سبقت کرتے تھے کہ ہم کہیں دنوں کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس پوری حدیث یا بعض حصہ کو فراموش نہ کردیں'' اس لئے یہ اصول اصحاب کی طرف سے مورد وثوق تھے جب وہ ان سے کوئی روایت نقل کرتے تھے تو اس کے صحیح ہونے کا حکم لگاتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے۔

جناب محقق داماد اصول اربعمائت نقل کرنے کے بعد انتیسویں نمبر پر ذکر کرتے ہیں: یہ بات جان لینی چاہئے کہ معتمد اصول مصححہ کو اخذ کرنا روایت کو صحیح قرار دینے کا ایک رکن ہے''۔

ائمہ علیہم السلام کے اصحاب کی بڑی تعداد نے اصول کی کتابت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ ان اصول کا پورا کرنا اور ان اصول سے مکمل طور پر استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے جناب شیخ طوسی اپنی کتاب فہرست کی ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں:

ہم ان اصول کے مکمل ہونے کی ضمانت نہیں لے سکتے چونکہ ہمارے اصحاب کی تصانیف اور

ان کے اصول اکثر شہروں میں منتشر ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر ضبط نہ ہو سکے لیکن ہاں کتاب الذریعہ میں آقائے بزرگ طہرانی کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار سو سے کم نہیں ہے۔

محقق داماداپنے مذکورہ تلخیص نمبر میں تحریر کرتے ہیں :یہ مشہور ہے کہ اصول اربعمأت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کے ذریعہ تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ان کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان سے روایت نقل کرنے والے راویوں کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے اور ان کی کتابیں اور تصنیفات بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے قابل اعتماد یہی چار سو اصول ہیں''

میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں سے یہ اصول متعدد طائفوں کے پاس تھے ان ہی میں سے دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں جو کتابوں کے اس مخزن کے جلنے کی وجہ سے تلف ہوگئیں تھیں جس کو وزیر ابونصر سابور بن اردشیر (شیعہ وزیر جس کو بہاء الدولہ نے وزارت دی تھی) نے وقف کیا تھا یہ اس دور میں کتابوں کا سب سے بڑا مخزن شمار کیا جاتا تھا۔یاقوت حموی نے معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ پر مادہ بین سورین میں کہا ہے کہ: بیشک بین السورین کرخ بغداد میں آبادی کے لحاظ سے سب سے اچھا محلّہ تھا''اس میں کتابوں کا مخزن تھا جس کو ابونصر سابور بن اردشیر وزیر کو بہاء الدولہ بویہی کے وزیر نے وقف کیا تھا،دنیا میں اس سے اچھی کتابیں کہیں نہیں تھیں تمام کتابیں معتبر ائمہ اور ان کے محرز اصول کے تحت تحریر کی گئی تھیں جب محلّہ کرخ کو جلایا گیا تو اس میں یہ تمام کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں اور انھیں کتابوں میں جن کو طغرل بیگ نے جلایا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں۔

محقق،طہرانی کتاب یاقوت میں،حموی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:''ہم کو اس بات کا گمان ہے کہ بغداد کے محلّہ کرخ میں شیعوں کیلئے وقف کی گئی اس لائبریری کی کچھ کتابیں وہی دعائی اصول ہیں جن کو ائمہ کے قدیم اصحاب نے ائمہ سے نقل کیا ہے اور بزرگان رجال نے ان سے

ہر ایک کی سوانح عمری میں صاف صاف کہا ہے کہ یہ کتابیں انھیں کی ہیں اس کو کتاب ادعیہ بھی کہا ہے نیز اس کتاب کے اس کے مؤلف سے نقل کرنے کی روش کو بھی ذکر کیا ہے''(۱)

اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث

ان اصول کی کچھ کتابیں شیخ الطائفہ، شیخ ابو جعفر طوسیؒ کی کتاب ''التہذیب'' اور الاستبصار مؤلف کے پاس تھیں۔اس وقت بغداد میں امہات اصول کے نام سے بھرے ہوئے دو کتاب خانہ تھے ان میں سے ایک کتابخانہ سابور تھا جس کے بانی شیعہ علماء تھے جو بغداد میں کرخ کی طرف بنایا گیا تھا اور دوسرا کتابخانہ ان کے استاد محترم شریف مرتضیٰ کا تھا جس میں اسّی ہزار کتابیں تھیں وہ کتابیں ابن ادریس حلی کے زمانہ تک باقی رہیں جن میں سے ''مستطرفات السرائر'' کا استخراج کیا گیا۔

دعاؤں کے کچھ مصادر کا تلف ہونے سے محفوظ رہنا

محقق بزرگ طہرانی کتاب الذریعہ میں تحریر کرتے ہیں: منجملہ دعائی اصول جو شاپور کتاب خانہ میں یا خاص عناوین کے تحت موجود تھے یاقوت حموی کی تشریح کے مطابق سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے لیکن ان میں سے جو کچھ شخصی طور پر دوسروں کے پاس موجود تھے، وہ محفوظ رہ گئے ادعیہ، اذکار اور زیارتوں کے مطالب ہم تک اسی طرح پہنچے ہیں جس طرح ان اصول میں مندرج تھے چونکہ کتاب خانہ کے جلائے جانے سے چند سال پہلے متعدد علماء اعلام نے ادعیہ، اعمال اور زیارتوں کی کتابیں تالیف کی تھیں اور جو کچھ ان کتابوں میں دعاؤں کے اصول موجود تھے ان کو اخذ کر لیا تھا۔

ان اصول سے تالیف کی گئیں کتابیں کتاب خانہ کے جلائے جانے سے پہلے اسی طرح موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں، جیسے کتاب دعا مولف شیخ کلینیؒ متوفی ۳۲۹ھ ق۔ کتاب

---

(۱) الذریعہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۴۔

کامل الزیارات۔ مولف قولویہ متوفی ۳۶۰ھ ق، کتاب الدعا والمزار مولف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ، کتاب المزار مولف شیخ مفید متوفی ۴۱۲ھ ق اور کتاب روضۃ العابدین مولف کراجکی متوفی ۴۴۹ھ ق۔

کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں

وہ دعائیہ مصادر جو ان قدیمی اصول سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں سے کتاب مصباح المتہجد ہے جو شیخ الطائفہ طوسیؒ (متوفی ۴۶۰ھ ق) کی تالیف ہے آپ نے ۴۰۸ھ ق میں عراق آنے کے بعد ان قدیم اصول کو اخذ کیا جو کتابخانہ شاہ پور اور کتاب خانہ شریف مرتضی کے ماتحت موجود تھے آپ نے احادیث احکام کے سلسلہ میں تہذیب الاحکام اور استبصار تالیف کی اور دعا واعمال کے متعلق مصباح المتہجد نام کی کتاب تحریر کی ہے اور اس میں ان ہی مقدار میں ان اصول کو تحریر کیا ہے جن کو عبادِ متہجدین سے آسانی سے اخذ کرسکیں۔

سید ابن طاؤس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر

دعاؤں کے کچھ وہ مصادر جو ساتویں ہجری تک کرخ میں شاپور کتاب خانہ کے جل جانے سے بچ گئے اور وہ سید رضی الدین ابن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ ق کے ہاتھوں میں آئے۔

وہ اپنی کتاب کشف المحجہ جس کو اپنے فرزند کیلئے تالیف کیا تھا اسکی بیالیسویں فصل میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: خداوند بزرگ وتعالیٰ نے میرے سامنے تمہارے لئے متعدد کتابیں لکھنے کا موقع فراہم کیا ... اور اللہ نے میرے لئے ''دعوات'' کی ساٹھ جلدوں سے زیادہ جلدیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔(۱)

جب سید ابن طاؤس نے کتاب مہج الدعوات تحریر کی تو آپ کے پاس دعاؤں کی ستّر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔

---

(۱) کشف المحجہ ثمرۃ المہجہ مولف ابن طاؤس۔

آپ کتاب مہج الدعوات کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: یہ میری زندگی کی آخری کتاب ہے...

سید ابن طاؤوس اپنی زندگی کی آخری کتاب الیقین میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کی اس آخری کتاب کو اس وقت تحریر کیا ہے جب میرے پاس دعاؤں کی ستّر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔(۱)

سید ابن طاؤوس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر

جب سید نے دعا کے سلسلہ میں اپنی بڑی کتاب ''اقبال'' تحریر کی تو شہید کے اپنے مجموعہ میں جبعی کے نقل کے مطابق ان کے پاس ان کی اپنی پندرہ سو کتابیں موجود تھیں اور یہ ۶۵۰ھ ق کی بات ہے جب سید رضی الدین ابن طاؤوس کتاب اقبال لکھ کر فارغ ہوئے۔

شہید تحریر کرتے ہیں ۶۵۰ھ ق میں آپ کی ملکیت میں چھ سو پچاس کتابیں تھیں۔(۲)

سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اوراذ کار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں

سید ابن طاووس اپنی کتاب ''فلاح السائل'' میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جب دعاؤں کے سلسلہ میں اپنے جد شیخ ابو جعفر طوسی ؒ کی کتاب ''المصباح الکبیر'' پڑھی تو ہم کو اس میں بہت سے اہم مطالب نظر آئے جن کو شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب میں ملحق نہیں فرمایا تھا لہٰذا ہم نے کتاب ''المصباح الکبیر'' پر پندرہ جلدوں میں ''تتمات مصباح المتہجد ومھمات فی صلاح المتعبد'' نامی کتاب مستدرک تحریر کی ہے۔وہ کتاب فلاح السائل کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

ہم نے اللہ کی مدد سے چند جلد کتابیں مرتب و منظّم کی ہیں جن کو اہم اور تتمہ کے عنوان سے

---

(۱)الذریعہ جلد۲ص ۲۶۵۔

(۲)الذریعہ جلد۲ص ۲۶۴۔۲۶۵۔

شمار کیا جاتا ہے۔

پہلی جلد: جس کا نام ”فلاح السائل“ ہے جو رات اور دن کے اعمال کے سلسلہ میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں۔

تیسری جلد: اس کتاب کا نام ”زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع“۔

چوتھی جلد: اس کتاب کا نام جمال الاسبوع بکمال العمل المشر وع“۔

پانچویں جلد: اس کتاب کا نام ”الدروع الواقیۃ من الاخطار“۔

چھٹی جلد: اس کتاب کا نام ”المضمار للسباق واللحاق“۔

ساتویں جلد: اس کتاب کا نام ”السالک المحتاج الی معرفۃ مناسک الحجاج“۔

آٹھویں اور نویں جلد: ان دونوں کتابوں کا نام ”الاقبال بالاعمال الحسنة فيما نذكره ممايعمل ميقاتاواحداًكل سنة“.

دسویں جلد: اس کتاب کا نام السعادات بالعبادات التى ليس لهاوقت محتوم و معلوم فى الروايات بل وقتهابحسب الحا دثات المقتضية و الادوات المتعلقة بها

جب ہم اللہ کے فضل وکرم سے ان کتابوں کولکھ کر فارغ ہوئے تو ہم کو محسوس ہوا کہ ہم سے پہلے اس طرح کے علوم سے پرُ کتابیں کسی نے نہیں لکھیں اور یہ انسان کی ضروریات میں سے ہے کہ انسان مرنے سے پہلے جزا کے طور پر اپنی عبادات کو قبول کرانے اور قیامت میں سرخرو ہونے کی استعداد کا ارادہ رکھتا ہے:

پہلا حصہ: ”فلاح السائل ونجاح السائل فى عمل يوم و ليلة“.

دوسرا حصہ: ”زهرة الربيع فى ادعية الاسابيع“.

تیسرا حصہ: كتاب الرجوع فى زيارات وزيادات صلوات ودعوات الاسبوع فى الليل والنهار .

چوتھا حصہ: ''الاقبال'' وہ اعمال حسنہ جن کو انسان ہر سال میں ایک مرتبہ انجام دیتا ہے۔

پانچواں حصہ: ''اسرار الصلوات وانوار الدعوات ''اگر پروردگار نے مجھے اس کی تالیف کی مہلت دی تو میں اس کو پوری زندگی میں محفوظ رکھوں گا مگر یہ کہ خداوند عالم ایسے شخص کو اذن دے جس کو میری وفات سے قبل اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہو'' (۱)

سید ابن طاوس سے متأخر دعاؤں کے مصادر

آقا بزرگ محقق تہرانی ؒ تحریر کرتے ہیں: پھر علماء نے سید بن طاوس ؒ کی مدون کتابوں میں ان ادعیہ واذکار کا اضافہ کیا جو ائمہ علیہم السلام سے منسوب تھے اور جو پرانی دعاؤں کی کتابوں میں درج تھے اور وہ کتابیں سید ابن طاوس کے پاس موجود نہیں تھیں اور وہ جلنے، غرق ہونے، زمیں بوس ہونے اور دیمک کے کھانے سے محفوظ رہ گئیں تھیں یہاں تک کہ وہ ہم تک پہونچیں، تو ہم نے ان دعاؤں کو ان کی دعا کی کتابوں میں درج کر دیا۔

ان افراد میں سے شیخ سعید محمد بن مکی ہیں جو ۷۸۶ھ میں شہید ہوئے؛

شیخ جمال السالکین موجودہ کتاب ''المزار'' کے مؤلف ہیں،

ابو العباس احمد بن فہد حلی مؤلف کتاب ''عدۃ الداعی'' اور کتاب ''التحصین فی صفات العارفین'' متوفی ۸۴۱ھ۔

شیخ تقی الدین ابراهیم الکفعمی متوفی ۹۰۵ھ، انھوں نے کتاب ''جنۃ الامان الواقیہ''، ''بلد الامین''، محاسبۃ النفس اور ائمہ علیہم السلام سے دوسری تمام ماثورہ دعائیں اور اذکار تحریر کئے ہیں انھوں کتاب ''الجنۃ'' کے شروع میں یہ تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب معتمد اور صحیح السند کتابوں سے اخذ شدہ مطالب سے تحریر کی گئی ہے اور کتاب ''الجنۃ'' اور ''البلد'' کے دوسو سے زیادہ مصادر شمار

---

(۱) فلاح السائل صفحہ/۷۔۹ طبع ۱۳۷۲ھ شمسی۔

کئے ہیں اور ان میں اصل متن کتاب کو بھی نقل کیا ہے اور ان میں اکثر دعاؤں کی قدیم کتابیں ہیں:

جیسے کتاب ''روضۃ العابدین'' مؤلف کراجکی، متوفی ۴۴۹ھ۔

کتاب ''مفتاح الفلاح مؤلف شیخ بہائی متوفی ۱۰۳۱ھ۔

کتاب ''خلاصۃ الاذکار مؤلف محدث فیض کاشانی متوفی ۱۰۹۱ھ۔

اور علامہ مجلسیؒ متوفی ۱۱۱۱ھ۔انھوں نے عربی زبان میں بحار الانوار تحریر کی ہے اور ''زاد المعاد''، ''تحفۃ الزائر''، مقباح المصابیح''، ربیع الاسابیع''اور مفاتح الغیب''فارسی زبان میں تحریر کی ہیں۔(۱)

---

(۱) الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد ۱۷۹/۸۔۱۸۰۔

دعا

اور قضا و قدر

دعا اور قضا وقدر

دعا اور قضاء وقدر خداوند عالم نے ہر چیز کیلئے قضا وقدر قرار دیا ہے اور انسان ان دونوں سے کسی صورت میں نہیں بچ سکتا ہے وہ خداوند عالم کا حتمی ویقینی ارادہ ہے تو دعا کے موقع پر انسان کیا کرے؟

کیا جس چیز سے مشیت الٰہی اور اس کا علم یقینی طور پر متعلق ہو گیا ہو کیا دعا اس کو بدل سکتی ہے؟

اور جب دعا میں اتنا اثر ہے کہ وہ قضا وقدر الٰہی میں ردوبدل کر سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کیلئے قضا وقدر کی بحث کا چھیڑنا لازم وضروری ہے... اگر چہ ہم اس بحث کو چھیڑنے سے دعا کی بحث سے دور ہو کر فلسفہ کی بحث میں داخل ہو جائیں گے لہٰذا ہم اپنی ضرورت کے مطابق اس سوال سے متعلق بحث کو مختصر طور پر بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

تاریخ اور کائنات میں قانون علیت

تاریخ اور کائنات کی حرکت کے مطابق یقینی اور عام طور پر بغیر کسی استثناء کے قانون علیت جاری وساری ہے۔

﴿لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَایَشَاءُ﴾(۱)

---

(۱) سورۂ شوریٰ آیت ۴۹۔

''بیشک آسمان وزمین کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھوں میں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے''

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ﴾(۱)

''اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے''

﴿اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِمَایُرِیْدُ﴾(۲)

''بیشک تمہارا پروردگار جو بھی چاہے کر سکتا ہے''

﴿اِنَّمَاقَوْلُنَالِشَیْءٍ اِذَااَرَدْنَاہُ اَنْ نَقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾(۳)

''ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا پھر وہ ہو جاتی ہے''

﴿وَلَوْشَاءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ﴾(۴)

''خدا چاہے تو ان کی سماعت و بصارت کو بھی ختم کر سکتا ہے''

﴿وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہِ مَنْ یَّشَاءُ﴾(۵)

''اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے''

﴿یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِحِسَابٍ﴾(٦)

''وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کر دیتا ہے''

---

(۱)سورۂ حج آیت/۱۴۔

(۲)سورۂ ھود آیت/۱۰۷۔

(۳)سورۂ نحل آیت/۴۰۔

(۴)سورۂ بقرہ آیت/۲۰۔

(۵)سورۂ بقرہ آیت/۱۰۵۔

(٦)سورۂ آل عمران آیت/۳۷۔

﴿وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہُ مَنْ یَّشَاءُ﴾(۱)

''اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے''

﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾(۲)

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ خدا تو صاحب اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سلب کر لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شیٔ پر قادر ہے''

﴿اِنْ یَّشَأْیُذْھِبْکُمْ اَیُّھَاالنَّاسُ وَیَأْتِ بِآخَرِیْنَ﴾(۳)

''وہ چاہے تو سب کو اٹھا لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے''

یہ آیات اور ان آیات کے مانند آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ موجود ہیں اور ان آیات سے یہ صاف طور پر واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کائنات پر سلطان مطلق ہے اس کی کوئی حدو حدود نہیں ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور نہ کوئی چیز اس کیلئے مانع ہو سکتی ہے۔

وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ جو بھی چاہے کر سکتا ہے، اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور اُن سے سوال کیا جائیگا اور اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی ہے۔

یہودیوں کا یہ نظریہ ہے کہ خداوند عالم کا ارادہ اس عام نظام علیت کا محکوم ہے جو کائنات اور تاریخ پر حکم کرتا ہے، اور خداوند عالم (یہودیوں کی نظر میں) کائنات اور تاریخ کو خلق کرنے کے بعد ان پر بادشاہت نہیں رکھتا ہے۔

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت/۲۴۷۔

(۲) سورۂ آل عمران آیت/۲۶۔

(۳) سورۂ نساء آیت/۱۳۳۔

قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾(۱)

''اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں''

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بارے میں قرآن کریم صاف طور پر بیان کر رہا ہے اور یہودیوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا باطل ہونا خود بخود ظاہر ہے۔

خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ

ہم اس قدرت اور حکومت کی روشنی میں جس کو قرآن کریم نے الٰہی ارادہ کے تحت کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں مقرر کیا ہے تو فطری طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ قانون علیت سے خدا کا کیا رابطہ ہے؟

کیا یہ تعطیل ہے؟ یعنی الٰہی ارادہ قانون علیت کو معطل کر دیتا ہے جب خداوند عالم اس کا ارادہ کرنا چاہے۔

اس کا جواب بغیر کسی شک وشبہ کے نفی میں ہے۔

اللہ نے علت کو خلق کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی نے علت کی تخلیق نہیں کی ہے، علت کا خلق کرنا علیت کو بالضرورہ خلق کرنے کے برابر ہے۔ جس طرح اس نے آگ کو پیدا کیا اسی طرح اس میں حرارت کو بھی پیدا کیا اور آگ کو حرارت کے بغیر پیدا کرنا زوج کو زوجیت (۱)

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت/۶۴۔

(۲) اس میں بہت کم فرق ہے پہلا وجود کیلئے ضروری ہے اور دوسرا ماھیت کیلئے لازم ہے۔

کے بغیر پیدا کرنے کے مانند ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ آگ کو اس کے بغیر پیدا کرے کہ وہ حرارت کیلئے علت ہو ہاں وہ آگ کے علاوہ اس کو ایسی چیز میں تو تبدیل کر سکتا ہے جو آگ کے مشابہ ہے۔ پس اس قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کائنات اور تاریخ پر ارادۂ الٰہیہ کے حاکم ہونے سے قانون علیت کا معطل ہو جانا ہے۔

پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے؟

ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے

قرآن کریم نے اس علاقہ ورابطہ کی متعدد مقامات پر وضاحت کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے اور اسے اس قانون پر خود اس قانون کے بالکل اپنی جگہ پر باقی رہتے ہوئے مطلق تسلط حاصل ہے قرآن اللہ کے ارادہ کو معطل نہیں کرتا جیسا یہودیوں نے کہا ہے اور نہ نظام علت کو معطل کرتا ہے جیسا کہ اشاعرہ نے کہا ہے بلکہ یہ تو اس کائنات اور اس قانون پر اللہ کی حاکمیت کو مقرر کرتا ہے جب وہ کسی قوم پر نعمت نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت کیلئے رواں دواں کرتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْراً بَيْنَ يَدَيْهِ رَحْمَتِهِ﴾(۱)

''اور وہی وہ ہے جس نے ہواؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں کر دیا ہے''

﴿اللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَاباً﴾(۲)

''اللہ وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا تو وہ بادلوں کو منتشر کرتی ہیں''

﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً﴾(۳)

---

(۱) سورۂ فرقان آیت/۴۸۔

(۲) سورۂ فاطر آیت/۹۔

(۳) سورۂ حجر آیت/۲۲۔

''اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے پھر آسمان سے پانی برسایا ہے'

پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کو بھیج کر آسمان سے پانی برساتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو اپنی رحمت کی بشارت دینا چاہتا ہے تو وہ اس پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت دینے کے لئے رواں کرتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو لیجائیں اور ان پر آسمان سے پانی برسائے تاکہ ان کی زمین ہری بھری ہو جائے جس میں اللہ نے اپنی رحمت ودیعت کی ہے۔

اللہ جس پر اپنی نعمتیں نازل کرنا چاہتا ہے اپنی نعمت کے ان ہی اسباب کے ذریعہ نعمتیں نازل کرتا ہے، جس طرح وہ جب کسی قوم سے اس کے برے عمل کی وجہ سے انتقام لینا چاہتا ہے عذاب کے اسباب کے ذریعہ انتقام لیتا ہے خداوند عالم آل فرعون کی تنبیہ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾(۱)

''اور ہم نے آل فرعون کو قحط اور ثمرات کی کمی کی گرفت میں لے لیا کہ وہ شاید اسی طرح نصیحت حاصل کرسکیں''

آل فرعون کے عذاب اور ان کی تنبیہ کا اختتام قحط اور خشک سالی پر ہوا اور ''سنون'' ''سنۃ'' کی جمع ہے جس کا مطلب قحط اور خشک سالی ہے۔

جب خداوند عالم کسی قوم پر نعمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب نعمت کے ذریعہ اس پر نعمت نازل کرتا ہے اور اسباب نعمت سے ہوا اور بادل ہیں۔ جب کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب عذاب کے ذریعہ اس پر عذاب نازل کرتا ہے اور اسباب عذاب میں سے قحط اور بہت کم بارش ہونا ہے۔

قانون تسبیب

قانون تسبیب سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے اس کو اخذ کر لیتا ہے اور

---

(۱) سورۂ اعراف آیت ۱۳۰۔

جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مشیت کے اسباب محقق کردیتا ہے قرآن کریم میں اس مطلب کے سلسلہ میں بہت زیادہ شواہد موجود ہیں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ اَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقاً حَرَجاً كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾(۱)

''پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایسا تنگ اور دشوار گذار بنادیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہو وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کردیتا ہے''

اور جس مطلب کا ہم اوپر تذکرہ کرچکے ہیں اس مطلب کو یہ آیت مکمل طور پر واضح کررہی ہے بیشک خداوند عالم کسی قوم کی اس کے اعمال کے ذریعہ ہدایت یا اس کو گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کردیتا ہے یا ان کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے محقق ہونے کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اس قوم کے سینہ کو تنگ بنادیتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْراً﴾(۲)

''اور ہم نے جب بھی کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے ثروتمندوں پر احکام نافذ کردئے اور انھوں نے ان کی نافرمانی کی تو ہماری بات ثابت ہوگئی اور ہم نے اسے مکمل طور پر تباہ کردیا''

جب خداوند عالم کسی معاشرہ کو (ان کے اعمال کے سبب) ہلاک کرنا چاہتا ہے تو تو اسی سبب

---

(۱) سورۂ انعام آیت/۱۲۵۔

(۲) سورۂ اسراء آیت/۱۶۔

کا انتخاب کرتا ہے جو اس کے فاسد ہونے کا سبب ہوتا ہے تو وہ اس کو آرام میں ڈال دیتا ہے اور یہ آرام آہستہ آہستہ ان کے فسق و نافرمانی کا سبب ہو جاتا ہے پھر خداوند عالم ان پر اپنا عذاب نازل کر دیتا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ﴾(۱)

''اور تم چاہتے تھے کہ وہ طاقت والا گروہ نہ ہو اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور کفار کے سلسلہ کو منقطع کر دینا چاہتا ہے''

جب خداوند عالم رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کے لئے حقانیت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو جاہ و حشم اور شان و شوکت کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔

جیسا کہ پروردگار عالم نے ذات شوکت کے طریقہ کو مسلمانوں کے تکامل کا سبب قرار دیا ہے اور زمین پر لوگوں کے لئے ان کو قیموم اور ان کا امام قرار دیا ہے اسی طرح خداوند عالم نے لوگوں کے ہلاک کرنے کے لئے آزمائش و امتحان و آرام قرار دیا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ﴾(۲)

''تمہیں ان کے اموال و اولاد حیرت میں نہ ڈال دیں بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر ہی میں ان کی جان نکل جائے''

خداوند عالم نے ان کے اموال اور اولاد کو ان کے عذاب اور ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے

---

(۱) سورۂ الانفال آیت/۷۔

(۲) سورۂ توبہ آیت/۵۵۔

قانون توفیق

قانون توفیق قانون تسبیب سے قریب ہے یعنی خداوند عالم بندہ کے ذریعہ اسباب خیر کو نافذ کرا دیتا ہے جب خداوند عالم کسی مریض کو شفا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ایسے طبیب کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو اس بندہ کے مرض کی علت کو پہچانتا ہے اور وہ دوائیں فراہم کر دیتا ہے جس سے وہ مریض کا علاج کرتا ہے۔

جب کسی بندہ کے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اسباب ہدایت اور خیر کی طرف ہدایت کر دیتا ہے، جب کسی بندہ کو رزق دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب رزق فراہم کر دیتا ہے اور جب اس کے خلاف ارادہ کرتا ہے تو اسباب رزق کے مابین پردے حائل کر دیتا ہے۔

کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ

ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کی حکمت اور بادشاہت کے سامنے خاضع ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾(۱)

''اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے''

﴿اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهِ﴾(۲)

''بیشک خدا اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے''

اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ

---

(۱) سورۂ فاطر آیت ۲۔

(۲) سورۂ طلاق آیت ۳۔

من بَعْدِہِ ﴾(۱)

''اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو اس کے بعد کون مدد کرے گا''

﴿وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَالَھُمْ مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ﴾(۲)

''اور جب خدا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کر لیتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی کسی کا والی و سرپرست ہے''

﴿اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾(۳)

''بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر ہی کے رہتا ہے''

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴾(۴)

''اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے''

﴿اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤمِنُ الْمُھَیْمِنُ﴾(۵)

''وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا ہے''

خداوند عالم کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین رابطہ

اللہ کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین حتمی نظریہ فیصلہ کن قول یہ ہے کہ قانون علیت

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت/۱۶۰۔

(۲) سورۂ رعد آیت/۱۱۔

(۳) سورۂ ہود آیت/۱۰۷۔

(۴) سورۂ حج آیت/۱۴۔

(۵) سورۂ حشر آیت ۲۳۔

کائنات میں یقینی اور عام طور پر نافذ ہوتا ہے۔

مگر یہ قانون اللہ کی مشیت کے سامنے محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور اللہ کا ارادہ اس پر حاکم ہے اللہ کے ارادہ کے حاکم ہونے کا مطلب اس قانون کو ملغیٰ اور معطل قرار دینا نہیں ہے اور کیسے خدا اس قانون کو ملغیٰ قرار دے سکتا ہے جبکہ اسی نے اس کو خلق فرمایا ہے لیکن خداوند عالم ان اسباب میں سے جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے قائم و دائم رکھتا ہے اور اس کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اسباب عزت کے ذریعہ عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسباب ذلت کے ذریعہ ذلیل کرتا ہے۔

اس بنا پر یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اسباب و علل کے ذریعہ کائنات اور تاریخ کے مستقبل کا مطالعہ کر سکے چونکہ ہر امر میں اللہ کی مشیت کا دخل ہے لہٰذا یہ اسباب و علل جس طرح اللہ چاہتا ہے اسی طرح متغیر ہو جاتے ہیں۔

کبھی طاقتور اور کمزور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک ان دونوں کے مستقبل کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ یہی خبر دیتا ہے کہ طاقتور لشکر کو فتح نصیب ہوگی اور کمزور لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا مگر جب خداوند عالم چھوٹے گروہ کو بڑے لشکر پر غالب کرنا چاہتا ہے تو ایسے اسباب فراہم کر دیتا جن کا گمان بھی نہیں ہوتا ہے وہ بڑے گروہ کے دلوں میں رعب وخوف پیدا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کے دلوں میں طاقت اور عزم و ارادہ کو محکم کر دیتا ہے اور اس چھوٹی جماعت کے کارنامہ کو مضبوط کر دیتا ہے لیکن بڑے گروہ کے اس فعل کو مضبوط نہیں کرتا (یعنی ان کے دلوں میں خوف و رعب اسی طرح باقی رہتا ہے) اور بڑی جماعت کو عسکری غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کو مضبوط و محکم کر دیتا ہے اور امور کو اسی کے مطابق انجام دیتا ہے: ﴿فتنصر الفئة القليلة على الفئة الكثيرة اذاشاء الله﴾

''پس چھوٹے گروہ کو بڑے گروہ پر کامیاب کر دیتا ہے جب وہ چاہتا ہے''

چھوٹے اور بڑے گروہ کے جنگ کے راستہ کو ایک نہیں قرار دیتا جیسا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے والے افراد گمان کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کثرت اسباب مدد میں سے نہیں ہے اور اقلیت اسباب شکست میں سے نہیں ہے۔ بیشک ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدد کے دوسرے اسباب بھی ہیں اسی طرح شکست کے بھی دوسرے اسباب ہیں، جب خداوند عالم کسی چھوٹے گروہ کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے فتح کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور جب کسی بڑے گروہ کو شکست سے دو چار کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور یہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے:

﴿قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ اَنَّهُمْ مُلاَقُوااللهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةًبِاِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾(۱)

''اور ایک جماعت جس نے خدا سے ملاقات کرنے کا خیال کیا تھا کہا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے گروہ بڑی بڑی جماعتوں پر حکم خدا سے غالب آجاتے ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''

تکوین (موجودات) میں بداء

کائنات میں بداء کا مطلب یہ ہے: کائنات اور تاریخ میں جو حادثات رونما ہونے والے ہیں ان کے راستہ کو بدل دینا۔ اگر قانون علیت لوگوں کی زندگی پر حاکم ہوتا تو بہت سے مقامات ایسے آئے ہیں جہاں پر انسان پستی کے گڑھے میں گرنے والا تھا تو اس موقع پر مشیت الٰہی نے بڑھ کر اس کو سہارا دیا اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے اس کو نجات دی۔۔۔ جو قانون علیت کی حرکت کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ قانون ملغیٰ (بے کار) ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

بلکہ خداوند عالم کی جانب سے یہ قانون محکوم ہے اور اس کے محکوم ہونے کے وہ نتائج ہیں جو لوگوں کی سمجھ کے خلاف ہیں اور لوگ ان کو اسباب و مسببات اور علل و معلولات کا تسلسل کہتے ہیں۔

قانون علیت میں یہ تحکم الٰہی جو لوگوں کو چونکا دیتا ہے اور ان کے حسابات میں تغیر و تبدل کر دیتا ہے اسے بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی بہت سی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

''بداء'' کے ذریعہ کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں تغیر واقع ہو جاتا ہے وہ حادثات واقع ہو جاتے ہیں جن کو انسان شمار نہیں کر سکتا، لوگوں کی توقع کے خلاف مدد ہو جاتی ہے، وہ لوگ شکست کھا جاتے ہیں جو کبھی شکست کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے، کمزور بادشاہ بن جاتا ہے اور بادشاہ ذلیل ہو جاتے ہیں۔

محو اور اثبات

محو اور اثبات کے معنی میں بداء کے یہی معنی قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں:

﴿يَمْحُو اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ﴾(۱)

''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے''

''اُمّ الکتاب'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کو روایات کی زبان میں ''لوح محفوظ'' سے تعبیر کی گئی ہے جس میں محو اور تغییر واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی خداوند عالم ایسا ہے کہ وہ پہلے ایک چیز سے نا آگاہ ہو اور بعد میں اس کو اس چیز کا علم حاصل ہو۔

شیخ صدوقؒ نے کتاب ''اکمال الدین'' میں ابو بصیر اور سماعۃ سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

---

(۱) سورۂ رعد آیت/۳۹۔

﴿من زعم انّ اللّٰہ عزّوجلّ یبدؤلہ في شيءٍ لم یعلمہ امس فابرؤوا منہ﴾(۱)

''جوشخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عزوجل کیلئے ایسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے جس کو وہ کل نہیں جانتا تھا تو اسے ہم سے برائت کرنا چاہئے''

محو ''کتاب تکوین'' میں تو جاری ہوسکتا ہے لیکن ''اُمّ الکتاب'' جو خداوند عالم کا علم ہے اس میں جاری نہیں ہوسکتا ہے۔

خداوند عالم کا علم ثابت ہے اس میں کسی قسم کی ردو بدل اور تغیر وتبدل واقع نہیں ہوسکتا ہے اور تغیر وتبدل کائنات، مجتمع اور تاریخ میں ان اسباب کے ذریعہ واقع ہوتا ہے جن کو خداوند عالم نے ان کیلئے فراہم کر رکھا ہے۔عیاشی نے ابن سنان سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

﴿انَّ اللّٰہ یقدِّم مایشاء ویؤخر مایشاء، ویمحو مایشاء ویثبت مایشاء وعندہ امّ الکتاب وقال فکل امریریدہ اللّٰہ فھو فِيْ علمہ قبل ان یصنعہ لیس شيء یبدولہ الّاوقدکان فِيْ علمہ، انّ اللّٰہ لایبدولہ من جھل﴾(۲)

بیشک خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے موخر کر دیتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت (برقرار) رکھتا ہے اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے اور ہر وہ امر جس کا خداوند عالم ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پہلے کہ اس چیز کو موجود کرے اس کے علم میں ہے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وہ ابتدا کرے وہ اس کے علم میں نہ ہو، بیشک خداوند عالم کسی چیز کی ابتدا کرنے سے ناآگاہ نہیں ہے''

---

(۱) بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۔

(۲) بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۲۱۔

عمار بن موسیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یمحو اللہ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

﴿اِنَّ ذلک الکتاب کتاب یمحو اللّٰہ مایشاء ویثبت،فمن ذلک یَرُدُّ الدعاء القضاء وذالک الدعاء مکتوب علیہ الّذي یُرَدُّبہ القضاء حتّٰی اذاصار الیٰ اُمِّ الکتاب لم یغن الدعاء فیہ شیئاً﴾(۱)

''بیشک وہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں سے اللہ جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے جو شخص دعا کے ذریعہ قضا کو رد کرنا چاہتا ہے تو وہ دعا خداوند عالم کے پاس لکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ سے قضا ٹل جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ ام الکتاب تک پہنچتی ہے تو دعا اس میں کچھ نہیں کرسکتی ہے''

خداوند عالم کائنات کے نظام میں قانون علیت کے ذریعہ جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔کبھی ایک معین و مشخص مرض صاحب مرض کی طبیعی اسباب کے ذریعہ موت کا سبب ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کو اپنے اذن وامر سے اس کیلئے برقرار رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور صاحب مرض کی شفاء کے اسباب فراہم کردیتا ہے۔اسباب کے معطل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تکوین میں تو قانون محو جاری ہوجاتا ہے لیکن ام الکتاب میں نہ محو جاری ہوتا ہے نہ کوئی تغیر وتبدل ہوتا ہے اور نہ ہی خداوند عالم کسی چیز سے ناآگاہ ہونے کے بعد اس کا عالم ہوتا ہے۔

کتاب تکوین میں یہ محو اسباب ومسببات کے نظام کیلئے خداوند عالم کی ''حکمت'' اور ''رحمت'' کی بنا پر جاری ہوتے ہیں۔جب خداوند عالم کی ''حکمت'' اور ''رحمت'' کائنات اور معاشرہ میں کسی چیز

---

(۱)بحار الانوار

کے حادث ہونے کا تقاضا کرتی ہے تو خداوند عالم اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور جو کچھ کائنات اور معاشرہ میں ہوتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت، اسباب اور مسببات کے نظام کی باعث نہ ہو۔ یہ نظام ''محو'' اور ''اثبات'' کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے امر کا خاضع ہے، اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس پر نافذ ہے۔ جب خداوند عالم اپنے اذن اور امر سے اس کا اثبات چاہتا ہے تو وہ ثابت رہتا ہے اور جب اللہ اس میں تغیر تبدل اور اس کو مٹانا چاہتا ہے تو وہ اس کے حکم اور بادشاہت سے بدل جاتے ہیں۔

''بداء'' پر ایمان کی تردید

ہمیت کے اعتبار سے بداء پر ایمان رکھنا خداوند عالم پر ایمان رکھنے کے بعد آتا ہے؛ بداء کے انکار کرنے کا مطلب کائنات اور معاشرہ کی حرکت اور اس کی دیکھ بھال کرنے سے خداوند عالم کے ارادہ کو معزول کرنا اور نظام علیت وسببیت میں اللہ کے ارادہ کو محکوم کرنا ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں:

﴿یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ﴾(۱)

''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں''

بلکہ ہمارا قول یہ ہے:

﴿بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ﴾(۲)

''بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں''

خداوند عالم کی بادشاہت کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا ہاتھ پوری کائنات اور معاشرہ پر پھیلا ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پر مسلمان انسان کے عقیدہ رکھنے کی یہ پہلی پناہ گاہ ہے اور دوسری پناہ گاہ

---

(۱) سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

(۲) سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پر ایمان نظام میں اسباب ومسببات میں ہر حال میں جو تغیر وتبدل ہوتا ہے وہ اس کی دسترس میں ہے بندہ اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے پناہ چاہتا ہے اور اکثر انسان کو جو چیز اللہ سے متمسک کرتی ہے وہ حاجتوں اور رنج وغم کے وقت خداوند عالم سے دعا کرنے کا وقت ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے قضا اور قدر میں تغیر وتبدل کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی اور وہ حادثوں کے واقع ہونے کے وقت دعا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا تو انسان اپنی حاجت اور اہم کام کے وقت خداوند عالم سے پناہ نہیں مانگتا ہے۔ اللہ کی پناہ تو وہ لوگ مانگتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو قضا ہیں خداوند عالم کی ایک قضا وہ ہے جو ام الکتاب میں لکھی گئی ہے جس میں تغیر وتبدل کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ دوسری قضا وہ ہے جس میں جب اللہ چاہتا ہے تو تغیر وتبدل واقع ہو جاتا ہے تو اس وقت بندے اپنی حاجتوں اور دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

دعا اور بداء

جو امور اسباب وحوادث کی رفتار بدلنے میں خداوند عالم کے ارادہ کے دخل انداز ہونے کا سبب ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں جیسے ایمان اور تقویٰ، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرىٰ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ﴾(۱)

''اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کیلئے زمین وآسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے''

شکر: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾(۲)

---

(۱) سورۂ اعراف آیت ۹۶۔

(۲) سورۂ ابراہیم آیت ۷۔

''اگر تم ہمارا شکریہ ادا کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے''

استغفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾(۱)

''حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں نازل کرے گا جب تک ''پیغمبر'' آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں'

دعا اور ندا کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾(۲)

''اور نوح کو یاد کرو جب انھوں نے پہلے ہی ہم کو آواز دی اور ہم نے ان کی گزارش قبول کرلی اور انھیں اور ان کے اہل کو بہت بڑے کرب سے نجات دلادی''

﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ اَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعَابِدِيْنَ﴾(۳)

''اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گزار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے''

---

(۱) سورۂ انفال آیت/۳۳۔

(۲) سورۂ انبیاء آیت/۷۶۔

(۳) سورۂ انبیاء آیت/۸۳۔۸۴۔

﴿وَذَاالنُّونِ اِذْذَهَبَ مُغَاضِبًافَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَعَلَيْهِ فَنَادىٰ فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اَلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَالَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(۱)

''اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی اور ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں''

مطلق طور پر پوری کائنات کا نظام خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی سلطنت کو محدود کرے اور اس کو عاجز کردے۔ یہ بادشاہت اس کے ذاتی اسباب کے ذریعہ جاری رہتی ہے اور اس کا مطلب اسباب و مسببات کو معطل کرنا نہیں ہے خداوند عالم اس نظام کائنات میں اپنی بادشاہت، حکم اور امر سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور اپنے اذن سے جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے یہ محو اور اثبات فقط کتاب تکوین میں جاری ہوتا ہے اور ''اُم الکتاب' میں ایسا نہیں ہے۔ خداوند عالم تکوین میں اپنی حکمت اور رحمت سے کسی چیز کو محو کرتا ہے اور اس محو کرنے کو ہی بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروی متعدد روایات میں آیا ہے اور خداوند عالم متعدد اسباب کے ذریعہ بداء کو جاری کرتا ہے، جیسے استغفار، تقویٰ، ایمان، شکر اور دعا وغیرہ

دعا بداء کے اہم اسباب میں سے ہے: ﴿اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾(۲)

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

---

(۱) سورۂ انبیاء آیت/۸۸۔

(۲) سورۂ مومن آیت/۶۰۔

زیارت کے توحیدی اور
سیاسی پہلو

تاریخ میں خاندان توحید

قرآن کریم میں ایک ہی خاندان توحید کا تذکرہ ہوا ہے

اس خاندان کے رائد (چلانے والے) اور پدر ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام تھے خدا فرماتا ہے:

﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْداً عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾(۱)

"... اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔ یہی تمہارے بابا ابراھیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو..."

اس خاندان کی آخری کڑی حضرت رسول اللہ خاتم الانبیاء تھے، آپ ہی پر رسالت کا خاتمہ ہوا، یہی خاندان شجرہ طیبہ ہے، اسکی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسکی شاخیں مبارک، پھل پاک و پاکیزہ ہیں تاریخ میں مستمر ہیں اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ایک ہیں:

---

(۱) سورۂ حج آیت/۷۸۔

﴿اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَارَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ﴾ (۱)

''بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین اسلام ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو''

﴿وَاِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَارَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنَ﴾ (۲)

''اور تمہارا سب کا دین ایک دین ہے اور میں ہی سب کا پروردگار ہوں لہٰذا بس مجھ سے ڈرو''

قرآن کریم نے اس خاندان کی وحدت و یکپارچگی کے گوشت و پوست اور اجزاء کے مابین علاقہ و تعلق کو محکم و مضبوط کیا ہے اور اس خاندان کے درمیان گہرا تعلق پیدا کیا ہے۔

یہ اہتمام اسلامی تربیت کی راہ اس خاندان کے اتحاد نیز اس خاندان کی طرف منسوب وحی کی گہرائی کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے ہے اور اس خاندان کے رموز اور صالح افراد کو منظر عام پر لانا لوگوں کی زندگی کیلئے نمونہ ہیں۔

اسی طرح یہ اہتمام نسل درنسل اس خاندان میں توحید کی وراثت اس کی ارزش کو باقی رہنے اور اس خاندان کی تمام نسلوں اور اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ کو مضبوط کرنے کے لئے ہے۔

اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل

قرآن کریم نے اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کو کتنی اہمیت دی ہے اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل آیات ذکر کر رہے ہیں:

۱۔اس خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی شناخت ،اس خاندان کے نیک ارکان کا

---

(۱) سورۂ انبیاء آیت/۹۲۔

(۲) سورۂ مومنون آیت ۵۲۔

تذکرہ، ان کے اسماء کی تعظیم، ان کا تذکرہ کر کے ان کو مشہور کرنا قرآن کریم میں اس امر کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے ہم اس اہتمام کے شواہد ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾(۱)

''اور اے پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کو یاد کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں''

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾(۲)

''اور کتاب خدا میں ابراہیم کا تذکرہ کرو کہ وہ ایک صدیق پیغمبر تھے''

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا﴾(۳)

''اور اپنی کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو کہ وہ میرے مخلص بندے اور رسول و نبی تھے''

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾(۴)

''اور اپنی کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے تھے''

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾(۵)

''اور اپنی کتاب میں ادریس کا بھی تذکرہ کرو کہ وہ بہت زیادہ سچے پیغمبر تھے''

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ﴾(۶)

''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے''

---

(۱) سورۂ مریم آیت/۱۶۔

(۲) سورۂ مریم آیت۔۴۱۔

(۳) سورۂ مریم آیت/۵۱۔

(۴) سورۂ مریم آیت/۵۴۔

(۵) سورۂ مریم آیت/۵۶۔

(۶) سورۂ ص آیت/۱۷۔

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ اِذْنَادىٰ رَبَّهُ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾(۱)

''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بڑی تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے''

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ اُوْلِی الاَيْدِیْ وَالاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾(۲)

''اور پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے۔ ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا''

﴿وَاذْكُرْ اِسْمَاعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَاالْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْاَخْيَارِ﴾(۳)

''اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب نیک بندے تھے''

۲۔ صلح وسلامتی کی بنیاد پر اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ ایجاد کرنا، اس خاندان کی نسلوں سے حسد اور کینہ دور کرنا زمانۂ حال کو ماضی سے مربوط کرنا اولاد کو باپ داداؤں سے ملحق کرنا خلف کو صلح کی بنیاد پر اسی خاندان کے سلف صالح سے ملحق کرنا اور صلح وسلامتی کا رابطہ اس خاندان کے درمیان سب سے بہترین اور برجستہ رابطہ ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الآخِرِيْنَ سَلَامٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعَالَمِيْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(۴)

---

(۱) سورۂ ص آیت/۴۱۔

(۲) سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۶۔

(۳) سورۂ ص آیت/۴۸۔

(۴) سورۂ الصافات آیت/۷۸۔۸۱۔

''اوران کے تذکرے کوآنے والی نسلوں میں برقرار رکھا۔ساری خدائی میں نوح پر ہمارا سلام،ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کوجزادیتے ہیں وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے''

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾(۱)

''اوراس کا تذکرہ آخری دورتک باقی رکھا ہے۔سلام ہوابراہیم پر''

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ﴾(۲)

''اوراس کا تذکرہ آخری دورتک باقی رکھا ہے۔سلام ہوموسیٰ اور ہارون پر''

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ﴾(۳)

''اوراس کا تذکرہ آخری دورتک باقی رکھا ہے۔سلام ہوآل یاسین پر''

﴿وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(۴)

''اورہمارا سلام تمام مرسلین پر ہےاورساری تعریف اس اللہ کیلئے ہے جوعالمین کا پروردگار ہے''

اور صلح وسلامتی کے رابطہ کا تقاضا،رہنما کا ایک ہونا،مقصد کا ایک ہونا،راستہ کا ایک ہونا،اس غرض ومقصد تک پہنچنے کے سلسلہ میں وسیلہ کا ایک ہونا،روش کا ایک ہونا نیز رفتار اور نظریہ کا ایک ہونا ہے۔

اوراس مجموعی وحدت کے علاوہ صلح ودوستی کے اورکوئی معنی نہیں ہیں۔

۳۔اس خاندان کی نسل درنسل میں میراث کا رابطہ ہے خلف صالح اپنے سلف سے توحید کی ارزشوں اور توحید کی طرف دعوت دینے کو میراث میں پاتا ہے۔

---

(۱)سورۂ الصافات آیت/۱۰۸۔۱۰۹۔

(۲)سورۂ الصافات آیت/۱۱۹۔۱۲۰

(۳)سورۂ الصافات آیت/۱۳۰۔

(۴)سورۂ الصافات آیت/۱۸۱۔۱۸۲

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَامِنْ عِبَادِنَا﴾(۱)

''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چن لیا''

﴿وَلَقَدْ آتَیْنَامُوْسیٰ الْهُدیٰ وَاَوْرَثْنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْکِتَابَ﴾(۲)

''اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے''

﴿وَالَّذِیْنَ علیٰ صَلاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ اُولٰئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ﴾(۳)

''اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں درحقیقت یہ وہی وارثان جنت ہیں''

﴿وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتَابِ وَاَقَامُواالصَّلاَةَ اِنَّالانُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ﴾(۴)

''اور جو لوگ کتاب سے تمسک کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے تو ہم صالح اور نیک کردار لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں''

اسی رابطہ کی وجہ سے خلف (فرزند) سلف سے توحید کی ارزشوں کو حاصل کرتا ہے، تاکہ ان ارزشوں کو اپنے بعد والی نسلوں تک منتقل کر سکے۔

۴۔اس خاندان کا اسلام سے گہرا رابطہ ہے خداوند عالم نے ہر موحد کیلئے اس خاندان کے رائد (قائد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا ہے اور ان کو جناب ابراہیمؑ کے فرزند قرار دیا ہے۔

﴿هُوَاجْتَبَاکُمْ وَمَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ هُوَ

---

(۱) سورۂ فاطر آیت/۳۲۔

(۲) سورۂ غافر آیت/۵۳۔

(۳) سورۂ مومنون آیت/۹۔۱۰۔

(۴) سورۂ اعراف آیت/۱۷۰۔

سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِینَ مِنْ قَبْلُ وَفِی هٰذَا لِیَکُونَ الرَّسُولُ شَهِیداً عَلَیْکُمْ وَتَکُونُوا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاسِ﴾(۱)

"...اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔یہی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو..."

۵۔خداوند عالم نے اس خاندان کی تمام نسلوں کو اسی خاندان کے گذشتہ اور موجودہ انبیاء، مرسلین صالحین اور صدیقین کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوند قدوس ہے:

﴿وَلَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۲)

"مسلمانو! تمہارے واسطے تو خود رسول اللہ کا (خندق میں بیٹھنا) ایک اچھا نمونہ تھا"

﴿قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِی اِبْرَاهِیمَ وَالَّذِینَ مَعَهُ﴾(۳)

"تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے"

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ﴾(۴)

"مسلمانو! ان لوگوں (کے افعال) تمہارے واسطے جو خدا اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے اچھا نمونہ ہے"

قرآن کریم انبیائے الٰہی اور اس کے اولیائے صالحین کی کچھ تعداد بیان کرنے کے بعد ان

---

(۱)سورۂ حج آیت/۷۸۔

(۲)سورۂ احزاب آیت/۲۱۔

(۳)سورۂ ممتحنہ آیت/۶۔

(۴)سورۂ ممتحنہ آیت/۶

کی اقتدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔خداوند عالم نے ان کو جو نور کا رزق عطا کیا ہے اس سے ہدایت اور اقتباس کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ...أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾(۱)

''یہ ہماری دلیل ہے جسے ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔بیشک تمہارا پروردگار صاحب حکمت بھی ہے اور باخبر بھی ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب دئے اور سب کو ہدایت بھی دی اور اس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔اور زکریا یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے۔اور اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط بھی بنائے اور سب کو عالمین سے بہتر اور افضل بنایا۔اور پھر ان کے باپ دادا، اولاد اور برادری میں سے اور خود انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی ہے...یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ بھی اسی ہدایت کے راستہ پر چلیں''

---

(۱)سورۂ انعام آیت۸۳۔۹۰۔

۶۔دعا کا رابطہ: آنے والی نسل کا گذشتہ نسل کیلئے دعا کرنا، خلف اور سلف کے درمیان سب سے بہتر اور محکم رابطہ ہے۔موجودہ نسل کا گذشتہ افراد کی سابق الایمان ہونے کی گواہی دینا ہے اور اللہ سے ان کی مغفرت اور رحمت کیلئے دعا کرنا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاؤُوْمِنْ بَعْدِهِمْ، يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَااغْفِرْلَنَاوَلِاِخْوَانِنَاالَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ، وَلاتَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَاغِلاًّ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا...رَبَّنَااِنَّكَ رَؤُفٌ رَحِيْمٌ﴾(۱)

''اور جو لوگ ان کے بعد آئے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کردے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ قرار دینا کہ تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے''

معلوم ہوا سلف صالح سے رابطہ برقرار رکھنا تربیت کے لحاظ سے اس دین کے راستہ کا اصل جزء ہے۔

نسلوں کے درمیان باہمی رابطہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی ایسی ممتاز ثقافت موجود ہے جس کے ذریعہ قرآن کریم مومنین کو ایسے مسلمان خاندان کے درمیان نسلیں گذر جانے کے باوجود ارتباط کی دعوت دیتا ہے یہ رابطہ عہد ابراہیم سے بلکہ حضرت نوحؑ کے زمانہ سے لیکر آج تک برقرار ہے۔جبکہ انبیائے عظام میں اولوالعزم پیغمبر بھی ہیں جیسے موسیٰ بن عمران، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور انھیں میں آخری نبی پیغمبر خدا ہیں۔یہ باہمی رابطہ اس خاندان توحید کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔

زیارت

اس بات سے واقفیت کے بعد کہ تمام نسلوں میں میراث، تسالم، محبت اور ملاقات کا رابطہ

---

(۱)سورۂ حشر آیت/۱۰۔

اس دین کی خصوصیات میں سے ہے..ہم کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ وسائل کیا ہیں جن کی وجہ سے یہ رابطہ پیدا ہوتا ہے اور گذشتہ نسلوں کے لئے موجودہ نسل کے احساسات کا پتہ چلتا ہے ... یہ وسائل اس مقصد تک پہنچنے کیلئے اسلامی تربیتی پہلو کی راہ ہموار کرنے میں مؤثر شمار ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفاء، اولیائے الٰہی اور اللہ کے صالح بندوں کی قبروں کی زیارت کرنا، ان پر سلام بھیجنا، ان کیلئے دعا کرنا، ان کیلئے نماز قائم کرنا، زکواۃ ادا کرنا اور امر بالمعروف کرنے کی گواہی دینا مومنین کی نسلوں کے درمیان اس ملاقات اور رابطہ کے اہم اسباب ہیں۔

ان زیارتوں میں جن سے مومنین اولیاء اللہ اور مومنین کی قبروں کی زیارت نیز اس سے متصل سلام و دعا و شہادت کے ذریعہ مانوس ہوتے ہیں مومنین کی اس جماعت کے سلسلہ میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں جو ان سے پہلے ایمان لا چکے، نمازیں قائم کر چکے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر چکے، ان سے پہلے توحید کی جانب دعوت کے پیغام کیلئے قیام کر چکے خدا کی جانب ان کیلئے راستہ ہموار کر چکے لوگوں کو خداوند عالم کا عبادت گذار بنا چکے ان سے پہلے لوگوں کے درمیان کلمہ توحید کو بلند کر چکے ہیں۔

اس احسان کیلئے زیارت کو وفا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اولاد کا اپنے آبا واجداد سے وفاداری کا اظہار کرنا اس دور رائد میں توحید، نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کی جانب دعوت دینے کیلئے گواہی کی ضرورت ہے اور زیارت کا مطلب ہی فرزندوں کا آباؤ واجداد کے سلسلہ میں اور موجودہ نسل کا گذشتگان کیلئے گواہی دینا ہے۔

زیارت میں صلح و سلامتی اور محبت سے مراد گذشتہ نسلوں سے رابطہ برقرار رکھنا ہے اور حقیقت میں ملاقات، رابطہ اور ایک دوسرے پر رحم، صالحین کی پیروی ان کی یاد سے متعلق ذکر الٰہی کو مجسم کرتا ہے۔

مومنین اپنی زندگی میں فطری طور پر انبیاء صالحین بلکہ تمام مومنین کی قبروں سے مانوس

ہوتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، اُحد کے شہیدوں اور حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنا ضروری سمجھتی تھیں اور یہ زیارتیں اکثر نماز، دعا، ذکر اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ انجام پاتی ہیں اور ماثورہ زیارات میں یہ تمام باتیں ذکر ہوئی ہیں۔

تعجب ہے بعض اسلامی مذاہب مسلمانوں کو انبیاء ائمہ المسلمین اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کی قبروں کے نزدیک دعا اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اسلام کی اس عمومی روش سے اپنے کو الگ قرار دیتے ہیں جو صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے جاتے ہیں ان کو قبروں کے نزدیک دعا نماز اور ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں اور اس فعل کو اللہ کے بارے میں شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہم اس کا سبب تو نہیں جانتے ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کے ظاہری امر اور مفاہیم نیز ان اقدار کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے جو زیارات کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔

اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ برائی کس طرح کی برائی ہے جس سے مسلمانوں نے نہیں روکا جبکہ نصف صدی سے بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے منع کیا جا رہا ہے۔

یا تو ہم نصف صدی سے سختی سے روکنے والوں کو غلطی سے متہم کریں۔

یا ہم ان پر توحید اور شرک کو صحیح نہ سمجھنے کا الزام لگائیں یعنی ان دونوں باتوں کو صحیح طریقہ سے درک نہیں کر پائیں ہیں۔

خداوند عالم سب کو راہ راست کی ہدایت فرمائے اور اپنے صراط مستقیم پر اپنی خوشنودی کی جانب ہماری دستگیری فرمائے۔

زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی ومفاہیم کا جائزہ

رسول خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اہل بیت سے وارد ہونے

والی روایات میں ہم افکار کے مختلف نہج پاتے ہیں ہم ان میں سے ذیل میں دونمونے ذکر کرر ہے ہیں:

پہلا نہج: وہ افکار جن کا امام اورامت کے درمیان سیاسی تعلق ہوتا ہے۔

دوسرا نہج: وہ افکار جن کا زائر اور امام کے درمیان ذاتی تعلق ہوتا ہے۔

ہم عنقریب ان دونوں طریقوں کے سلسلہ میں زیارتوں میں وارد ہونے والے مضامین بیان کریں گے۔

زیارتوں میں سیاسی اورانقلابی پہلو

ا۔زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ

اہل بیت علیہم السلام سے زیارتوں کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں عقیدتی اور سیاسی قضیہ کا بہت وسیع میدان ہے اور سیاسی قضیہ سے ہماری مراد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت اور ولایت کا مسئلہ ہے اور یہ وہ معتبر وسیلہ ہے جو بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں نیز اس کے بعد بھی سیاست دور میں اسلام کے اصل راستہ سے منحرف ہو جانے کے بعد جاری وساری رہا ہے۔

اسلامی حکومتوں پر ایسے افراد نے بھی حکومت کی ہے جو اسلام اور عالم اسلام کی نظر میں قابل اطمینان نہیں تھے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اہل بیت علیہم السلام نے اپنے دور کی اس طرح کی حکومتوں کا مقابلہ کیا۔

اموی اور عباسی، مضبوط حکومتوں سے ٹکراتے رہنے کی بنا پر شیعہ ادب اور ثقافت میں واضح آثار رونما ہوئے اوراسی وقت سے اہل بیت علیہم السلام کی اتباع کرنے والے شیعوں کو رافضہ کے نام سے پہچانا جانے لگا چونکہ انھوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا کی ولایت کا انکار کیا تھا۔

شیعی سیاسی فکر اور شیعی سیاسی ادب کو اس وقت سے رفض کا رنگ دیا گیا جب معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے مختلف بہانوں اور مکاریوں سے حکومت لی اور یہ رنگ بنی عباس کی

حکومت کے اختتام تک باقی رہا۔

اس سیاسی جنگ اور سیاسی معارضہ کی اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں واضح طور پر عکاسی کی گئی ہے خاص طور سے امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں چونکہ ان دونوں اماموں کا دور تاریخ اسلام میں مقابلہ اور ٹکراؤ کا سب سے سخت دور تھا۔

اور شاید اسی سبب کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی زیارتوں میں کثرت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اور ان دونوں اماموں سے وارد ہونے والی زیارتوں کا دوسرے تمام ائمہ سے وارد ہونے والی زیارتوں سے مقدار اور کیفیت میں فرق ہے۔

اس سیاسی قضیہ کا خلاصہ زیارتوں میں بیان ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اس کا شہادت اور موقف کے عنوان میں تذکرہ کیا ہے جن میں پہلا شہادت کے بارے میں ہے اور دوسرا سیاست کے متعلق ہے۔

ہم موقف کو شہادت کے بعد بیان کریں گے۔

بیشک سیاسی موقف ہر جنگ اور اختلاف کے موقع پر قضاوت کے دائرہ کا خلاصہ ہوتا ہے قضاوت حق دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان قاطع حکم کا نام ہے، اس وقت اس حکم کی روشنی میں جس کو قضاوت معین کرتی ہے اس سے سیاسی موقف معین ہوتا ہے۔

ایسے میں سب سے انصاف کرنے والا خود انسان کا ضمیر ہوتا ہے وہ انصاف جس کو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔

اسی طرح اس الٰہی محکمہ میں اہل بیت علیہم السلام کے زائر کو یہ گواہی دینی پڑے گی کہ حق اہل بیت علیہم السلام کا حصہ ہے اور انھیں کے ساتھ ہے، اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کے خلاف

یہ گواہی دے کہ وہ حق سے منحرف اور باطل کی طرف رجحان رکھنے والے تھے۔

پھر اس گواہی کے راستہ پر ولایت، برائت، روگردانی وسلام ولعنت کا موقف معین ہوتا ہے اب ہم ذیل میں شہادت اور موقف میں سے ہر ایک کے سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے منقولہ زیارات کی چند عبارتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

الف: شہادت

مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی

جناب عمار کی زبانی جنگ کی دو قسمیں ہیں، ایک جنگ جو تنزیل قرآن پر ہوئی جو بدر اور احد میں ہوئی تھی اور دوسری جنگ تاویل قرآن پر ہوئی جو جمل، صفین اور کربلا میں ہوئی تھی یہ دونوں جنگیں آج تک قائم ہیں اور یہ آخر تک قائم رہیں گی۔ہم پہلی جنگ کے سلسلہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

﴿اشهد یارسول الله مع کل شاهدو اتحمّلها عن کلّ جاد: انک قد بلّغت رسالات ربّک، ونصحت لامتک، وجاهدت فی سبیل ربّک، واحتملت الاذیٰ في جنبه، ودعوت الیٰ سبیله بالحکمة والموعظة الحسنة الجمیلة، وادّیت الحقّ الذي کان علیک، وانّک قد رؤفت بالمؤمنین وغلظت علیٰ الکافرین، وعبدت اللّٰه مخلصاً حتیّٰ اتاک الیقین، فبلغ اللّٰهُ بک اشرف محل المکرمین، واعلیٰ منازل المقرّبین، وارفع درجات المسلمین حیث لایلحقک لاحق، ولایفوقک فائق، ولایسبقکَ سابق، ولایطمع فی ادراکک طامع.''

''میں شہادت دیتا ہوں اے خدا کے رسول تمام شاہدوں کے ساتھ اور تمام منکروں کے مقابلہ میں کہ آپ نے اپنے پروردگار کے پیغامات کو پہنچایا، اپنی امت کو نصیحت کی، راہ خدا میں جہاد

کیا، اس کی راہ میں ہر زحمت کو برداشت کیا، لوگوں کو راہ خدا کی دعوت دی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور وہ سب کچھ ادا کر دیا جو آپ کے ذمہ تھا، آپ نے مومنین پر مہربانی کی اور کافروں پر سختی کی اور خلوص سے اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ زندگانی کا خاتمہ ہو گیا خدا آپ کو بزرگ بندوں کی عظیم ترین منزل تک پہونچائے اور آپ کو مقربین کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کرے اور مرسلین کے عظیم ترین درجہ تک پہنچا دے جہاں تک کوئی پہونچنے والا نہ پہنچ سکے اور کوئی اس سے بالاتر نہ جا سکے اور کوئی اس سے آگے نہ نکل سکے اور کسی میں اس منزل کو حاصل کرنے کی طمع بھی نہ ہو سکے''

احد کے شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں:

﴿واشهد کم انکم قدجاهدتم فی الله حقّ جهاده و ذببتم عن دين الله وعن نبيه، وجدتم بانفسكم دونه، واشهد انكم قُتِلتُمْ علىٰ منهاج رسول الله، فجزاكم الله عن نبيه وعن الاسلام واهله افضل الجزاء، وعرفناوجوهكم في رضوانه مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولٰئکَ رفيقاً﴾

''اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کیا اور دین خدا اور رسول خدا سے دفاع کیا اور اپنی جان قربان کر دی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگ رسول اللہ کے طریقہ پر دنیا سے گئے خدا آپ کو اپنے پیغمبر اور اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزا دے اور ہمیں محل رضا اور محل اکرام میں آپ کی زیارت نصیب کرے جہاں آپ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے جو بہترین رفقاء ہیں''

مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امام علیہ السلام کی گواہی

اس گواہی کو زائر تاویل قرآن پر جنگ کر کے دائرۂ حدود میں ثبت کرتا ہے ہم ان فقروں کو امام امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اس طرح پڑھتے ہیں:

اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّہُ قَدْ بَلَّغَ عن رسولک ماحمّل ورعیٰ مااستحفظ، وحفظ ماا ستودع، وحلل حلالک، وحرّم حرامک، واقام احکامک، و جاھد الناکثین فی سبیلک، والقاسطین فی حکمک، والمارقین عن امرک، صابراً، محتسباً لاتاخذہ فیک لومۃ لائمٍ".

"خدایا میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین نے تیرے رسول کی طرف سے دئے گئے بار کو پہونچا دیا اور اس کی رعایت کی جس کی حفاظت چاہی گئی اور جو امانت رکھی گئی تھی اس کی حفاظت کی اور تیرے حلال کو حلال اور تیرے حرام کو حرام باقی رکھا اور تیرے احکام کو قائم کیا اور ناکثین (طلحہ اور زبیر) کے ساتھ تیری راہ میں جہاد کیا اور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تیرے حکم سے صبر اور تحمل کے ساتھ جہاد کیا اور تیری راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی"

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دن سے مخصوص زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں:

کنت للمومنین اباً رحیماً... وعلیٰ الکافرین صباً وغلظۃ وغیظاً، وللمؤمنین غیثاً وخصباً وعلماً، لم تفلل حجّتک، ولم یزغ قلبک، ولم تضعف بصیرتک ولم تجبن نفسک کنت کالجبل، لاتحرّکہ العواصف، ولاتزیلہ القواصف، کنت کماقال رسول اللہ قویاً فی بدنک، متواضعاً فی نفسک، عظیماً عند اللہ، کبیراً في الارض، جلیلاً في السماء، لم یکن لاحد فیک مھمز ولالخلق فیک مطمع ولا لاحد عنک ھوادہ، یوجد الضعیف الذلیل عندک قویاً عزیزاً حتیّٰ تاخذلہ بحقہ والقوي العزیز عندک ضعیفاً حتیّٰ تاخذ منہ الحقّ".

"آپ مومنین کیلئے رحم دل باپ تھے... آپ کافروں کے لئے سخت عذاب اور دردناک سزا تھے اور مومنوں کیلئے باران رحمت ہریالی اور علم کی حیثیت سے تھے آپ کی حجت کند نہیں ہوئی اور آپ کا دل کج نہیں ہوا آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی آپ کا نفس ڈرا نہیں آپ اس پہاڑ کے مانند

تھے جس کو تیز ہوا ہلا نہیں سکتی اور آندھیاں اس کو ہٹا نہیں سکتیں آپ ویسے قوی بدن تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور اپنے نفس میں متواضع تھے اور خدا کے نزدیک عظیم تھے، زمین میں کبیر تھے اور آسمان میں جلیل تھے آپ کے بارے میں کسی کے لئے نکتہ چینی کا مقام نہیں ہے اور نہ کسی کہنے والے کیلئے اشارہ ہے اور آپ کے بارے میں کسی مخلوق کو غلط طمع ہے اور نہ کسی کیلئے بیجا امید ہے اپ کے نزدیک ہر ضعیف و کمزور و ذلیل قوی اور عزیز رہتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کیلئے اس کا حق لے لیں اور قوی عزت دار آپ کے نزدیک کمزور ہوتا ہے یہاں تک کہ اپ اس سے حق لے لیں'

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی

اس کا پہلا حصہ تاویل کے دائرۂ میں جنگ صفین سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کربلا سے متعلق ہے اور کربلا میں اس سلسلہ کی جنگ واضح وآشکار طور پر واقع ہوئی اس میں قلب سلیم رکھنے والے کیلئے کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس کا ہر وہ شخص گواہ ہے جس کے پاس دل ہے یا جو قوت سماعت کا مالک ہے۔

اس جنگ میں امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے اہل بیت اور اصحاب میں سے بہتّر افراد نیز ایسی مومن جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے جو میدان کربلا میں کسی وجہ سے یا بلا وجہ غیر حاضر رہے ...اور دوسری طرف یزید آل امیہ اور ان کی شامی اور عراقی فوج نے قیام کیا۔

اس جنگ میں کسی شک وشبہ کے بغیر دونوں طرف کے محاذ اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام نبوت کی ہدایت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یزید سرکشوں، جباروں اور متکبروں کی بری شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

کربلا ان دونوں جنگوں کے مابین حد فاصل ہے واقعۂ کربلا سے لیکر آج تک کسی پر اس جنگ کا امر و مقصد مخفی نہیں رہا ہے اور وہ حق وباطل کی شناخت نہ کر سکا ہو مگر اللہ نے جس کی آنکھوں کا نور چھین لیا اس کے دلوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈالدئے ہیں۔

اس جنگ کے دائرہ حدود میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام فرزند رسول کیلئے نماز قائم کرنے زکات ادا کرنے اور ﴿فی سبیل اللہ﴾ جہاد کرنے کی گواہی دیتا ہے اور اس کے بعد اس جنگ کے پس منظر کو برقرار رکھتے ہوئے اس سلسلہ کو واقعہ کربلا کے بعد خدا کی طرف سے امامت ولایت اور قیادت سے متصل کرتا ہے ہم اس گواہی کے سلسلہ میں بہت سے فقرے حضرت امام حسین السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں: ﴿اشهد انک قد بلغت عن اللّٰهِ مَاامرک به ولم تخش احداً غیره،وجاهدت فی سبیله،وعبدته،مخلصاًحتّیٰ اتاک الیقین.واشهد انک کلمة التقویٰ،والعروة الوثقیٰ،والحجة علیٰ مَن یبقیٰ.واشهد انک عبد الله وامینه،بلّغت ناصحاًواديت اميناً،وقُتلتَ صدّيقاً،ومضيت علیٰ يقين،لم تؤثرعمیٰ علیٰ هدیٰ،ولم تُمل من حق الیٰ باطل.اشهد انک قد اقمت الصلاة ،وآتیت الزکاة ،وامرت بالمعروف ونهيت عن المنكرواتبعت الرسول وتلوت الكتاب حقّ تلاوته و دعوت الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة .اشهد انک کنت علیٰ بیّنة من ربک قدبلّغت ماامُرت به وقمت بحقّهِ،وصدّقت مَن قبلک غیرواهن ولا موهن.اشهد ان الجهاد معک،وان الحقّ معک والیک وانت اهله و معدنه،و میراث النبوة عندک".

"اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کے اس پیغام کو پہنچایا جس کا اس نے آپ کو حکم دیا تھا اور آپ خدا کے علاوہ کسی سے خائف نہیں ہوئے اور آپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کلمۂ تقویٰ اور عروۂ وثقیٰ اور اہل دنیا پر حجت ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ اور اس کے امین ہیں، آپ نے ناصحانہ انداز میں پیغام حق پہنچایا اور امانت کو ادا کیا آپ صدیق شہید کئے گئے ، اور یقین پر دنیا سے گئے ، ہدایت کے بارے میں کبھی گمراہی کو ترجیح نہیں دی اور کبھی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوئے میں گواہی دیتا

ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، اور زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا برائیوں سے روکا اور رسول کا اتباع کیا اور قرآن کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق تھا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اور جو آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اسی کو پہنچایا، اس کے حق کے ساتھ قیام کیا جس نے آپ کو قبول کیا اس کی آپ نے اس طرح تصدیق کی کہ نہ اس کی کوئی توہین ہو اور نہ آپ کی توہین ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ جہاد آپ کے ساتھ ہے اور حق آپ کی طرف ہے آپ ہی اس کے اہل اور اس کا معدن ہیں''

وارثت کی گواہی

یہی وہ امامت ہے جس کی ہم نے اس زیارت میں گواہی دی ہے اور وہ امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کی نسل در نسل باقی رہے گی یہ امامت درمیان میں منقطع ہونے والی نہیں ہے یہ امامت ائمۂ توحید کی امامت ہے جو تاریخ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے مستقر ہوئی ہے حضرت آدم حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ اور امام حسنؑ تک پہنچی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام اس امامت کی تمام ارزشوں اور ذمہ داریوں کے وارث ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ اِبْرٰھِیمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾(۱)

''اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے''

حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں اس وارثت کے عہدہ دار تھے: امام حسین علیہ السلام اس عظیم میراث کو کربلا تک لے گئے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ دلیل پیش کریں اس کا دفاع کریں اس

---

(۱) سورۂ آلِ عمران آیت ۳۳۔۳۴۔

کی مخالفت کرنے والوں سے جنگ کریں یہ بلاغ المبین اسی رسالت کیلئے ہے جس میراث کوحضرت امام حسین علیہ السلام نے آل ابراہیم اورآل عمران سے پایا تھا۔

اس معرکہ کے وسط میں زائرحضرت امام حسین علیہ السلام کیلئے گواہی دیتا ہے:

۱۔اس مقام پرواضح طور پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یزید سے جنگ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود سے مقابلہ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے ٹکراؤاور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوسفیان سے مخالفت نیز حضرت علیؑ کی معاویہ سے جنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔تمام مرحلوں میں اس جنگ کامحور،روح توحید ہے۔

۳۔جو میراث حضرت امام حسین علیہ السلام کو آل ابراہیم اور آل عمران سے ورثہ میں ملی جس کیلئے آپ نے کربلا کے میدان میں قیام کیا وہ میراث آپ کے بعد آپ کی ذریت میں موجود رہی انصار جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کا اتباع کیا اسی طرح یہ میراث ان کے تابعین جو آل ابراہیم اورآل عمران کی راہ سے ہدایت حاصل کرتے رہے ان میں باقی رہی۔

ہم صالحین کی وراثت کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کیلئے زیارت وارثہ کے جملے پڑھتے ہیں:

﴿السلام علیک یاوارث آدم صفوۃ اللہ،السلام علیک یاوارث نوح نبي اللّٰہ السلام علیک یاوارث ابراھیم خلیل اللّٰہ ،السلام علیک یاوارث موسیٰ کلیم اللّٰہ،السلام علیک یاوارث عیسیٰ روح اللّٰہ،السلام علیک یاوارث محمّدحبیب اللّٰہ،السلام علیک یاوارث امیرالمؤمنین ولي اللّٰہ﴾

''سلام آپ پراے آدم صفی اللہ کے وارث،سلام آپ پراے نوح نبی خدا کے وارث، سلام آپ پراے ابراہیم خلیل خدا کے وارث،سلام آپ پراے موسیٰ کلیم اللہ کے وارث،سلام آپ پراے عیسیٰ روح اللہ کے وارث،سلام ہوآپ پراے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ حبیب خدامحمد مصطفیٰ کے

وارث، سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین ولی اللہ کے وارث"

آل ابراہیم اور آل عمران کی اس وراثت کی اگر چہ قرآن کی آیت کے مطابق ایک نسل ذریت کی طرف نسبت دی گئی ہے:

﴿ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ (۱)

"یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے"

مگر یہ کہ یہ رسول خدا ﷺ اور مولائے کائنات کی جانب فرزندی کی طرف ذریتی انتساب کے عنوان کے علاوہ ایک اور عنوان ہے کیونکہ یہ عنوان براہ راست اس شہادت کے بعد وارد ہوا ہے:

"السلام علیک یابن محمّد المصطفیٰ، السلام علیک یابن علی المرتضیٰ السلام علیک یابن فاطمة الزهراء السلام یابن خدیجة الکبریٰ"

"سلام آپ پر اے محمد مصطفےٰ کے فرزند سلام آپ پر اے علی مرتضیٰ کے دلبند سلام آپ پر اے فاطمہ زہرا کے لخت جگر سلام آپ پر اے خدیجۃ الکبریٰ کے فرزند"

شاہد و مشہود

زیارتوں میں گواہی سے متعلق روایات میں شاہد اور مشہود کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے ان گواہیوں میں زائر جس کی زیارت کر رہا ہے اس کی گواہی دیتا ہے:

﴿انّک قد اقمت الصلاة و آتیت الزکاة و امرت بالمعروف ونهیت عن المنکر وجاهدت في سبیل الله حقّ جهاده﴾

"بیشک آپ نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ کی

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۳۴۔

راہ میں جہاد کیا جو جہاد کا حق تھا“

پس زائر شاہد اور جس کی زیارت کر رہا ہے وہ مشہود لہ ہے اور اس کا عکس بھی صحیح ہے

بیشک اللہ کے انبیاء علیہم السلام اس کے رسول اور ان کے اوصیاء امتوں پر شاہد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصیاء اس امت کے شاہد ہیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَيَومَ نبعثُ فی كُلّ اُمّةٍ شهيداًعليهم مِن انفُسِهِم وَجِئنابك شهيداًعلىٰ هٰؤُلاء﴾(۱)

”اور قیامت کے دن ہم ہر گروہ کے خلاف انھیں میں کا ایک گواہ اٹھائیں گے اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر لے آئیں گے ...“

﴿يَاأيُّهاالنّبيُّ اِنّاارسلناكَ شَاهِداًوَمُبَشِّراًوَنَذِيراً﴾(۲)

”اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا“

﴿كَذٰلِكَ جَعَلنَاكُم اُمّةً وَسَطاًلِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَىٰ النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيكُم شَهِيداً﴾(۳)

”اور تحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں“

﴿وَلِيَعلَمَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُم شُهَدَاءَ﴾(۴)

---

(۱) سورۂ نحل آیت/۸۹۔

(۲) سورۂ احزاب آیت/۴۵۔

(۳) سورۂ بقرہ آیت/۱۴۳۔

(۴) سورۂ آل عمران آیت/۱۴۰۔

''تا کہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہداء قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے''

﴿فأُولٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنعَمَ اللهُ عَلَیهِم مِنَ النَّبِیّینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِینَ﴾(۱)

''وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین''

پس زائرین شاہد کی منزل سے مشہود کی منزل میں پہونچ جاتے ہیں اسی طرح مشہود لہ جن کے لئے ہم نماز زکات، امر بالمعروف اور جہاد کی گواہی دیتے ہیں وہ شاہد بن جاتے ہیں۔

زیارتوں میں وارد ہوا ہے:

﴿انتم الصراط الاقوم وشهداء دار الفناء وشفعاء دار البقاء﴾

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی آٹھویں زیارت میں آیا ہے:

﴿مضیت للذی کنت علیه شهیداً وشاهداً ومشهوداً﴾

''اور جس مقصد پر آپ تھے اسی پر شہید ہوئے اور شاہد و مشہود ہوئے''

ب: الموقف

شہادت کے فیصلہ میں حکم کا تابع ہے۔

اور حکم سیاست میں موقف کا تابع ہوتا ہے۔

موقف کو واضح وصاف شفاف اور قوی ہونا چاہئے نیز نفس کو قربانی اور فدا کاری کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

---

(۱) سورۂ نساء آیت/۶۹۔

اور مسلمانوں کی تاریخ صفین اور کربلا جیسے واقعات میں ان افراد سے مخصوص نہیں ہے جو اس حادثہ کے زمانہ میں موجود تھے بلکہ یہ موقف خوشنودی، رضایت، محبت اور دشمنی کا لحاظ ان افراد کے لئے بھی ہوگا جو اُس حادثہ کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔

تاریخ میں یہ ایام فرقان کی خصوصیات میں سے ہے جن میں لوگ دو ممتاز محاذوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سے اختلاف برطرف ہو جاتا ہے جس کی بناء پر حق اور باطل کسی شخص پر مخفی نہیں رہ جاتا مگر یہ کہ اللہ نے اس کے دل، کان اور آنکھ پر مہر لگا دی ہو۔

یہ ایام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور اُن کو تاریخ میں خوشنودگی ناراضگی، محبت اور دوستی کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور تیسرے فریق کو میدان میں چھوڑتے رہے ہیں صفین اور کربلا انھیں میں سے ہے۔

جو شخص بھی دونوں برسر پیکار فریقوں کو درک کر کے بدر، صفین اور کربلا کے واقعہ کا جائزہ لے وہ یا تو اِس فریق کی طرفداری کرے گا اور اس محاذ میں داخل ہو جائیگا یا دوسرے فریق کی طرفداری کرے گا اور دوسرے محاذ میں داخل ہو جائیگا اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے مفر نہیں ہے اور یہی موقف ہے۔

خداوند عالم سید حمیری پر رحم کرے جنھوں نے اس تاریخی پہلو کو حق اور باطل کے درمیان ہونے والی جنگ کو اشعار میں بیان کیا ہے:

انی ادین بما دان الوصی به یوم الربیضة من قتل المحلینا

وبالذی دان یوم النهر دنت له وصافحت کفه کفی بصفینا

تلک الدماء جمیعاربّ فی عُنُقی ومثله معه آمین آمینا

''میں جنگ جمل کے دن اسی موقف کا حامل ہوں جس کو مولائے کائنات نے اختیار کیا

تھا یعنی مخالفین کو قتل کرنا''

''اور نہروان کے دن بھی ایسے ہی موقف کا حامل ہوں اور میرا یہی حال صفین کے سلسلہ میں ہے''

''پروردگار وہ سارے خون میری گردن پر ہیں اور مولائے کائنات کے ساتھ ایسے وقائع میں ہمراہی کیلئے میں ہمیشہ آمین کہتا رہتا ہوں''

جو کچھ صفین اور کربلا کی جنگ میں رونما ہوا وہ حقیقی اور آمنے سامنے کی جنگ تھی جو مصاحف کے اٹھ جانے اور حکمین کے صفین میں حکم کرنے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے شہید ہو جانے سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ صفین اور کربلا کو مخصوص طور پر یاد کیا جانے لگا اس لئے کہ یہ ہمارے نظریہ کے مطابق تاریخ اسلام میں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی جنگیں تین ہیں جنگ بدر، صفین اور کربلا تاریخ اسلام میں ان ہی تینوں کو ایام فرقان کہا جاتا ہے۔

یہ جنگ آج بھی فریقین کے درمیان اسی طرح باقی و ساری ہے ... یہ تاریخ ہے۔ اگرچہ تاریخ موجودہ امت کیلئے یہی سیاسی اور متمدن تاریخ کی ترکیب شدہ شکل ہے اور ماضی (گزرے ہوئے زمانہ) اور موجودہ زمانہ میں فاصلہ ڈالنا نہ ممکن ہے اور نہ ہی صحیح ہے۔ چونکہ فرزند اپنے آباء و اجداد سے ''مواقع'' اور ''مواقف'' میں میراث پاتے ہیں۔ موقف سے ہماری مراد تاریخ میں حادث ہونے والے واقعات ہیں اور واقعہ حادث ہونے کے وقت انسان پر اپنے رفتار و گفتار سے عکس العمل دکھانا واجب ہے اس کو موقف کہا جاتا ہے۔ تو جب یہ جنگ ثقافتی جنگ تھی اور سمندر کے کسی جزیرہ یا زمین کے کسی ٹکڑے سے مخصوص نہیں تھی تو یہ جنگ یقیناً ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوگی ماضی کو پارہ کر کے حال سے متصل ہو جائیگی اور اس کو اولاد اپنے آباء و اجداد سے میراث میں پائیگی ایسی صورت میں موقف کو موقع سے جدا کرنا ممکن نہ ہوگا جس کی بناء پر یہ مواقع موجودہ نسل کی طرف

دونوں برسرپیکار فریقوں میں سے ہر ایک کے موقف کی حمایت کی بناء پر منتقل ہو جائیں گے۔

یہ میراث ایک فریق سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جس طرح مواقع و مواقف سے صالحین کو صالحین کی میراث ملتی ہے اسی طرح مستکبرین اور ان کی اتباع کرنے والے مستکبرین کے مواقع اور مواقف کی میراث پاتے ہیں۔ہم اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں واضح طور پر مواقف کی میراث کا مختلف صورتوں میں زیارتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں،ہم ذیل میں ان کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

ولایت و برائت

اس کا آشکار نمونہ اولیاء اللہ سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے اس دوستی اور دشمنی کا مطلب ان جنگوں اور ٹکراؤ سے خالی ہونا نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا ایسا جزء ہے جو اِن جنگوں میں سیاسی موقف سے جدا نہیں ہوسکتا جس کو اسلام نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ہم دوستی کے سلسلہ میں زیارت جامعہ معروفہ میں پڑھتے ہیں:

﴿اشھد اللہ و اشھدکم انی مؤمن بکم وبما آمنتم بہ، کافر بعدوکم وبما کفرتم بہ مستبصر بکم وبضلالۃمن خالفکم،موال لکم ولاولیائکم مبغض لاعدائکم ومعادٍلھم،سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم محقق لماحققتم، مبطل لماابطلتم﴾

”میں خدا کو اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر اور ہر اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے، آپ کے دشمن کا اور جس کا آپ انکار کردیں سب کا منکر ہوں آپ کی شان کو اور آپ کے دشمن کی گمراہی کو جانتا ہوں۔آپ کا اور آپ کے اولیاء کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور ان سے عداوت رکھتا ہوں اس سے میری صلح ہے جس سے آپ نے صلح کی ہے اور جس سے آپ کی جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جسے آپ حق کہیں وہ میری نظر میں بھی حق

ہے اور جس کو آپ باطل کہیں وہ میری نظر میں بھی باطل ہے"

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پڑھتے ہیں:

﴿لعن اللہ امة اسست اساس الظلم و الجور علیکم اهل البیت، ولعن اللہ امة دفعتکم عن مقامکم وازالتکم عن مراتبکم التی رتبکم اللہ فیها﴾

"خدایا! اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کے اہل بیت پر ظلم وجور کیے اور اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کو آپ کے مقام سے ہٹادیا اور اس جگہ سے گرادیا جس منزل پر خدا نے آپ کو رکھا تھا"

اور

﴿اللهم العن اول ظالم ظلم حقّ محمّدو آل محمّدو آخر تابع له علی ذلک، اللهم العن العصابة التی جاهدت الحسین و شایعت و تابعت علی قتله اللهم العنهم جمیعا﴾

"خدایا! اس پہلے ظالم پر لعنت کر جس نے محمد وآل محمد پر ظلم کیا ہے اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔ خدایا! اس گروہ پر لعنت کر جس نے حسینؑ سے جنگ کی اور جس نے جنگ پر اس سے اتفاق کرلیا اور قتل حسین پر ظالموں کی بیعت کرلی"

زیارت عاشوراء غیر معروفہ میں آیا ہے:

﴿اللّهم وهذا یوم تجدد فیه النقمة وتنزل فیه اللعنة علی یزید و علی آل زیاد وعمر بن سعد والشمر. اللّهم العنهم والعن مَن رضي بقولهم وفعلهم من اول و آخر لعناً کثیرا واصلهم حر نارک واسکنهم جهنم وساء ت مصیرا، واوجب علیهم وعلی کلّ مَن شایعهم وبایعهم وتابعهم وساعدهم ورضي بفعلهم لعناتک التي لعنت بها کل ظالم و کل غاصب و کل جاحد، اللهم العن یزید و آل زیاد وبنی مروان

جمیعا،اللّھم وضاعف غضبک وسخطک وعذابک ونقمتک علی اوّل ظالم ظلم اهل بیت نبیک،اللّھم والعن جمیع الظالمین لھم وانتقم منھم انک ذونقمۃمن المجرمین﴾

''خدایا! یہ وہ دن ہے جب تیرا غضب تازہ ہوتا ہے اور تیری طرف سے لعنت کا نزول ہوتا ہے یزید، آل زیاد، عمر بن سعد اور شمر پر۔ خدایا ان سب پر لعنت کر اور ان کے قول وفعل پر راضی ہو جانے والوں پر بھی لعنت کر چاہے اولین میں ہوں یا آخرین میں سے کثیر لعنت فرما اور انھیں آتش جہنم میں جلا دے اور دوزخ میں ساکن کر دے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ان کے لئے اور ان کے تمام اتباع اور پیروی کرنے والوں اور ان کے فعل سے راضی ہو جانے والوں کے لئے ان لعنتوں کے دروازے کو کھول دے جو تو نے کسی ظالم، غاصب، کافر، مشرک اور شیطان رجیم یا جبار وسرکش پر نازل کی ہے۔ خدا لعنت کرے یزید وآل یزید اور بنی مروان پر خدایا اپنے غضب اپنی ناراضگی اور اپنے عذاب وعقاب کو مزید کر دے اس پہلے ظالم پر جس نے اہل بیت پیغمبر پر ظلم کیا ہے اور پھر ان کے تمام ظالموں پر لعنت کر اور ان سے انتقام لے کہ تو مجرمین سے انتقام لینے والا ہے''

رضا اور غضب

دوستی اور دشمنی میں رضا اور غضب بھی داخل ہے: رضا یعنی جس سے اولیاء اللہ راضی ہوتے ہیں غضب جن سے اولیاء اللہ غضب ناک ہوتے ہیں۔

خوشی اور غضب، محبت اور عداوت ایمان کی واضح نشانیاں ہیں اور ان کے ستون میں سے ہیں یہ سیاسی موقف کیلئے عمیق فکر ہے ان دونوں (رضا اور غضب) کے بغیر سیاسی موقف مضمحل اور پائیدار نہیں ہے۔

یہ وہ رابطہ اور ذاتی ایمان ہے جو سیاسی موقف کو عمق، مقاومت اور استحکام عطا کرتا ہے رضا اور غضب کے سلسلہ میں زیارت صدیقہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام میں آیا ہے:

﴿اشهد الله ورسله وملائكته اني راض عمّن رضيت عنه ساخط على مَن سخطت عليه، متبرء ممن تبرّئت منه موالٍ لمن واليت معادٍ لمَن عاديت مبغض لمن ابغضت، محبّ لمن احبّبت﴾

''میں اللہ، رسول اور ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس شخص سے راضی ہوں جس سے آپ راضی ہیں اور ہر اس شخص سے ناراض ہوں جس سے آپ ناراض ہیں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے آپ بیزار ہیں آپ کے چاہنے والوں کا چاہنے والا آپ کے دشمنوں کا دشمن، آپ سے بغض رکھنے والوں کا دشمن اور آپ سے محبت کرنے والوں کا دوست ہوں''

اور زیارت کے دوسرے فقرے میں آیا ہے:

﴿اشهد انی ولی لمن والاک وعدو لمن عاداک وحرب لمن حاربک﴾

''میں آپ کے دوستوں کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں جو آپ سے جنگ کرنے والے ہیں اس سے ہماری جنگ ہے''

سلم اور تسلیم

موقف کی خصوصیات میں سے سلم اور تسلیم ہے تسلیم کا سلم و صلح سے بلند مرتبہ ہے لہٰذا موقف میں سب سے پہلے مسالحت صلح ہونی چاہئے اور سلم میں اللہ، رسول اور اولیاء اللہ اور اس کے صالحین بندوں کی اتباع کی جائے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً﴾(۱)

---

(۱) سورۂ بقرۃ آیت/۲۰۸۔

''ایمان والو تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہو جاؤ''

اس سے چیلنج کو شامل نہ کیا گیا ہو:

﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّہُ مَنْ یُحَادِدِاللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ فَاَنَّ لَہُ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا﴾(۱)

''کیا یہ نہیں جانتے ہیں کہ جو خدا اور رسول سے مخالفت کرے گا اس کیلئے آتش جہنم ہے اور اسی میں ہمیشہ رہنا ہے''

نہ اللہ کے سامنے سرکشی اور استکبار کیا جائے:

﴿وَلَا تَطْغَوْا فِیْہِ فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ﴾(۲)

''اور اس میں سرکشی اور زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے''

مخالفت نہ ہو:

﴿وَاِنَّ الظَّالِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ﴾(۳)

''اور ظالمین یقیناً بہت دور رس نافرمانی میں پڑے ہوئے ہیں''

دوسرے مرحلہ میں اس موقف کو رسول اور مسلمین کے امور کے سرپرستوں سے تسلیم کی اطاعت پر قائم ہونا چاہئے صلح اور تسلیم میں سے ہر ایک کو انسان کی نیت، قلب، عمل اور رفتار میں ایک ہی وقت میں رچ بس جانا چاہئے صلح، تسلیم اور پیروی دل سے ہونی چاہئے اور جب ایسی صورت حال ہو اور سیاسی موقف، نیت، عمل اور باطن و ظاہر میں صلح و تسلیم سے متصف ہو تو لوگ اکٹھا ہو کر اس موقف کو اختیار کریں اور اس موقف کے لوگ اس کے خلاف موقف والوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں مومن انسان اکیلا ہی ایک امت شمار ہوگا جو امت کا پیغام لیکر قیام کرتا ہے اور وہ امت کی

---

(۱) سورۂ توبہ آیت/۶۳۔

(۲) سورۂ طٰہٰ آیت/۸۱۔

(۳) سورۂ حج آیت ۵۳۔

طرح پائیدار اور مضبوط ہوگا جیسا کہ ہمارے باپ ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی قرآن کی نص کے مطابق ایک امت تھے:

﴿اِنَّ اِبرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِيفاًوَلَمْ يَکُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾(۱)

''بیشک ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے اطاعت گذار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے''

اور صلح وسلامتی کے بغیر تاریخ میں کوئی موقف رونما نہیں ہوتا اور اگر ہم موقف کو صلح وسلامتی سے خالی کردیں تو موقف کالعدم ہو جائیگا صلح تسلیم خدا اور رسول اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی ہر بیعت کی جان ہے کیونکہ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم کی عطا کردہ ہر چیز منجملہ محبت، نفرت، جان، مال اور اولاد کو یکبارگی خداوند عالم کے ہاتھوں فروخت کردے اور وہ دل خداوند عالم کیلئے ہر چیز سے خالی ہو جائے، پھر اس کے بعد اپنے معاملہ پر نہ حسرت کرے اور نہ ہی اپنے کام میں شک کرے کیونکہ وہ اب ہر چیز خداوند عالم کے ہاتھوں بیچ چکا ہے اور اس کی قیمت لے چکا ہے لہٰذا نہ معاملہ فسخ کرسکتا ہے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے اور یہ سودمند معاملہ ہے یہ امور مسلمین کے سرپرستوں اور مومنین کے پیشواؤں کے موقف کی جان ہے جنھوں نے اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام ج (و مسلمانوں کے امام ہیں) کی زیارت میں آنے والی عبارتوں پر غور کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

﴿فَقَلبِی لَکُم مُسَلِّمٌ ونصرتي لكم معدة حتّیٰ يحكم اللّٰه بدينه فمعكم معكم لامع عدوكم﴾

''میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری نصرت آپ کیلئے حاضر ہے یہاں تک

---

(۱) سورۂ نحل آیت ۱۲۰۔

کہ پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کردے تو میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں''

حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

﴿لبیک داعي اللّٰہ ان کان لم یجبک بدني عنداستغاثتک ولساني عند استنصارک قد اجابک قلبي وسمعي وبصري﴾

''میں نے خداوند عالم کی دعوت پر لبیک کہی اے اللہ کی طرف بلانے والے اگر چہ میرے جسم نے آپ کے استغاثہ کے وقت لبیک نہیں کہی اور میری زبان نے آپ کے طلب نصرت کے وقت جواب نہیں دیا لیکن میرے دل، کان اور آنکھ نے لبیک کہی''

زیارت حضرت ابوالفضل العباس:

﴿وقلبي لکم مسلّم وانالکم تابع ونصرتي لکم معدة حتی یحکم اللّٰہ وھو خیر الحاکمین﴾

''میرا دل آپ کے سامنے جھکا ہے اور تابع فرمان ہے اور میں آپ کا تابع ہوں اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام روز اربعین:

﴿وقلبي لقلبکم سلم، وامري لامرکم متبع، ونصرتي لکم معدة، حتیٰ یاذن اللّٰہ لکم، فمعکم معکم لامع عدوکم﴾

''اور میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میرا امر آپ کے امر کے تابع ہے اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کو اجازت دے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں ہیں''

یہ معیت جس کو زائر اپنے موقف اور ائمہ مسلمین سے دوستی کے ذریعہ آمادہ و تیار کرتا ہے یہ موقف اور دوستی کی روح ہے۔ان کی خوشی و غم، صلح و جنگ آسانی عافیت اور سختی و مشکل میں ساتھ رہنا

دنیا میں ان کے ساتھ رہنا انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ رہنا ہے۔

انتقام کیلئے مدد کی دعا

موقف کے مطالبوں میں سے ایک مطالبہ مدد کیلئے دعا مانگنا ہے۔ جب موقف کا سرچشمہ سچا دل ہوگا تو انسان اللہ سے مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں کی مدد کیلئے ہر وسیلہ سے دعا مانگے گا دعا کے ان وسائل میں سے ایک وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا مانگتا ہے اور دعا ان وسائل میں سے سب سے افضل اور بہترین وسیلہ ہے مگر دعا عمل، عطا اور قربانی دینے سے مستغنی نہیں ہے۔

سیاسی موقف کے ستون کے لئے اس مضمون کی دعا اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں ہے اور ہم ذیل میں اس دعا کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ہم آل محمد علیہم السلام سے مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

﴿اللّهم انصره وانتصر به لدينك، وانصر به اوليائك، اللّهم واظهر به العدل، وايّده بالنصر، وانصر ناصريه واخذل خاذليه، واقصم به جبابرة الكفر واقتل الكفار والمنافقين واملابه الارض عدلاً واظهر به دين نبيك﴾

''خدایا! اپنے ولی کی نصرت فرما اور ان کے ذریعہ دین کی مدد فرما اپنے اولیاء اور ان کے اولیاء کی مدد فرما... اور ان کے ذریعہ عدل کو ظاہر فرمانا اور اپنی نصرت سے ان کی تائید فرمانا ان کے ناصروں کی مدد کرنا اور ان کو رسوا کرنے والوں کو ذلیل کر اور دشمنوں کی کمر توڑ دے تمام جابر کافروں کی کمر توڑ دے تمام کفار و منافقین اور تمام ملحدین کو فنا کر دے... اور ان کے ذریعہ زمین کو عدل سے بھر دے اور ان کے ذریعہ اپنے نبی کے دین کو غالب فرما''

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کیلئے دعاؤں کے چند نمونے:

﴿اللّهم انک ايدت دينک في کل اوان بامام أقمته لعبادک ومنارافي بلادک، بعدان اوصلت حبله بحبلک، وجعلته الذريعة الى رضوانک... اللهم

فاوزع لولیک شکر ماانعمت به علیه،واوزعنامثله فیه،وآته مِن لدنک سلطانا نصیرا،وافتح له فتحایسیراًوأعنه برکنک الاعز،واشددازره،وقوّعضده وراعه بعینک،واحمه بحفظک،وانصره بملائکتک وامدد،بجندک الاغلب،واقم به کتابک وحدودک وشرائعک وسنن رسولک واحیی به مااماته الظّالمون من معالم دینک،واجل به صدأالجورعن طریقک،وابن به الضراء من سبیلک،وازل به الناکبین عن صراطک وامحق به بغاةقصدک عوجاً،والن جانبه لاولیائک،وابسط یده علی اعدائک،وهبّ لنارافته ورحمته وتعطفه وتحنّنه،واجعلناله سامعین مطیعین،وفی رضاه ساعین والی نصرته والمدافعةعنه مکنفین﴾

''بارالہا! تو نے اپنے دین کی، ہر زمانہ میں ایسے امام کے ذریعہ نصرت کی ہے جس کو تو نے اپنے بندوں کیلئے منصوب فرمایا اپنی مملکت میں منارۂ ہدایت قرار دیا اس کے بعد جبکہ تو نے اس کو اپنی رضا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا بارالہا لہٰذا اپنے ولی کو اپنے اوپر نازل ہونے والی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس سلسلہ میں ہم کو بھی شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اپنی جانب سے اس امام کو کامیاب حکومت عطا فرما آسانی کے ساتھ فتح ونصرت عطا فرما اپنے مضبوط ارکان کے ذریعہ اس کی مدد فرما اس کو ہمت دے، اس کو قوی کر، اس کی نگرانی کر، اپنے ملائکہ کے ذریعہ اس کی مدد کر، اپنے فاتح لشکر کے ذریعہ ظفریاب کر، اس کے ذریعہ اپنی کتاب، حدود شریعت اور اپنے رسول کی سنتوں کو قائم کر، اس کے ذریعہ اپنے دین کی ان نشانیوں کو زندہ کر جن کو ظالمین نے مردہ کر دیا ہے، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے انحراف کی جلا بخش، اس کے ذریعہ اپنی تاریک راہ کو روشن کر، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے دوری اختیار کرنے والوں کو نابود کر، اس کے ذریعہ تیرا بیجا طور پر قصد کرنے والوں کو فنا کر دے، اس کو اپنے دوست داروں کیلئے خوش اخلاق کر دے اس کو اپنے دشمنوں پر مسلّط کر دے اس کی محبت

سے ہم کو بہرہ مند فرما، ہم کو اس کا اطاعت گذار قرار دے اس کی رضا کے سلسلہ میں کوشش کرنے والا قرار دے اس کی مدد اور دفاع کرنے کے سلسلہ میں آمادہ کردے"

نیز زیارت امام صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہے:

﴿اللّهم انجز لوليک ما وعدته،اللّهم اظهر كلمته واعل دعوته وانصره على عدوه وعدوک،اللّهم انصره نصراعزيزاً،وافتح له فتحايسيراً،اللّهم واعزّبه الدين بعدالخمول،واطلع به الحق بعدالافول،واجل به الظلمة،واكشف به الغمة، وآمن به البلادواهدبه العباد،اللّهم املأبه الارض عدلاًوقسطاً كماملئت ظلماًوجوراً﴾

"خدایا! جس کا تونے وعدہ کیا ہے اسے اپنے نبی کیلئے پورا کردے خدایا! اس کے کلمہ کو ظاہر کردے اور اس کی دعوت کی آواز کو بلند کر اور اس کے اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد فرما... خدایا! اس کی غلبہ عطا کرنے والی مدد سے مدد کر اور اس کو آسانی سے مکمل فتح عطا کر خدایا! اس کے ذریعہ سے گمنامی کے بعد دین کو غلبہ عطا کر اور اس کے ذریعہ حق کو ڈوبنے کے بعد طالع کر اور اس کے ذریعہ سے ظلمت کو نورانیت عطا کر اور اس کے ذریعہ مشکلات کو دور فرما اور خدایا اس کے ذریعہ شہروں کو امن عطا کر اور بندوں کی ہدایت کر خدایا اس کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے جبکہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو"

انتقام اور خون خواہی کیلئے دعا

"انتقام" اور انتقام کیلئے دعا مانگنا موقف کا جزء ہے حضرت ابراہیمؑ بلکہ حضرت نوحؑ سے لیکر آج تک خاندان توحید کا ایک ہی موقف ہے۔ ان کا راستہ اور ان کی غرض وغایت ومقصد ایک ہے اور یہ موقف حضرت ابراہیم سے لیکر امام مہدی کے ظہور تک اس طرح باقی رہے گا تاکہ خداوند عالم ان

کے ذریعہ اس خون واشک کے فتوحات، اور مشکلات کی راہ میں ان کو فتح ونصرت عطا کرے اور خدا ان لوگوں سے جنھوں نے ان کو شہید کیا، ان پر ظلم وستم کیا اس راستہ میں ظلم وستم کرنے والوں کی قیادت کی، ان کے رہبر، ان کی نسل اور جنھوں نے اللہ کے دین سے روکا ان سے انتقام لے۔

اس خاندان پر سب سے زیادہ ظلم وستم، مصائب، پیاس قتل وغارت کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب پر ڈھائے گئے۔

ہم خداوند قدوس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان لوگوں سے انتقام لینے والوں میں سے قرار دے جنھوں نے ظلم وستم ڈھائے، اس روش پر برقرار رہے، ان کی اتباع کی اور جو ان کے اس فعل پر راضی رہے۔

﴿اللّهم واجعلنامن الطالبين بثأره مع امام عدل تعزّبه الاسلام وأهله يارب العالمين﴾

''خدایا! ہم کو امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے والوں میں امام عادل (امام زمانہ) کے ساتھ قرار دے جس کے ذریعہ تو اسلام اور اہل اسلام کو عزت دے گا اے عالمین کے پروردگار''

۱۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا

ان پر درود اور خداوند عالم کی جانب سے ان کیلئے طلب رحمت:

﴿اللّهم صلّ على محمّدو آله صلوات تجزل لهم بهامن نحلك و كرامتك،وتكمل لهم الاشياء من عطاياك ونوافلك،وتوفّرعليهم الحظ من عوائدك وفواضلك﴾

''خدایا! محمد وآل محمد پر ایسے درود بھیج جس کے ذریعہ تو ان کیلئے اپنی بزرگواری اور کرم کو وافر مقدار میں ان کو عطا کر اور ان کیلئے اپنی بخششیں کامل کر اور ان پر بکثرت اپنی نعمتیں نازل فرما''

﴿اللّھم صلّ علی محمّد وبارک علی محمّد وآل محمّد، کأفضل ماصلّیت وبارکت وترحمت وتحنّنت وسلّمت علی ابراھیم وآل ابراھیم﴾

''خدایا محمد اور آل محمد پر درود بھیج اور محمد وآل محمد پر برکت نازل فرماجس طرح کہ تو نے صلوات وبرکت ورحمت، مہربانی اور سلام ابراہیم اور آل ابراہیم پر قرار دیا ہے،

۲۔رسول کیلئے دعا: رسول اور اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ دعا خدا ان کو اپنے بندوں کیلئے اپنی رحمت تک پہنچنے کا ذریعہ اور شفیع قرار دے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

﴿اللّھم اعط محمداً الوسیلۃ والشرف والفضیلۃ والمنزلۃ الکریمۃ اللھم اعط محمّداًاشرف المقام وحباء السلام وشفاعۃ الاسلام،اللّھم الحقنابہ غیر خزایا ولاناکثین ولانادمین﴾

''خدایا! محمد کو وسیلہ، شرف اور فضیلت اور کریم منزلت عطا فرما خدایا تو محمد کو بہترین مقام اور سلام کا تحفہ اور شفاعت اسلام عطا کر خدایا ہم کو ان سے اس طرح ملا کہ نہ رسوا و ذلیل ہوں نہ عہد کے توڑنے والے اور نہ شرمندہ ہوں''

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے: ﴿اللھم واعطہ الدرجۃ والوسیلۃ من الجنۃ وابعثہ المقام المحمود،یغبطہ بہ الاوّلون والآخرون﴾

''خدایا! ان کو بلند درجہ عطا کر اور وسیلۂ جنت عطا کر اور ان کو مقام محمود پر مبعوث کر کہ ان پر اولین وآخرین غبطہ کریں''

۳۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے اللہ کے اذن سے توسل کرنا:

﴿فاجعلني اللّھم بمحمّدواھل بیتہ عندک وجیھاًفی الدنیاوالآخرۃ،یا رسول اللہانی اتوجہ بک الی اللہربّک وربي لیغفرلي ذنوبي ویتقبل مني عملي

ویقضي لي حوائجي فکن لي شفیعاًعندربّک وربي فنعم المسؤول المولیٰ ربي و نعم الشفیع أنت یامحمّدعلیک وعلی أهل بیتک السلام﴾

''بارالٰہا! پس مجھ کو محمد اوران کے اہل بیت کے نزدیک دنیااورآخرت میں سرخرو قرار دے یا رسول اللہ بیشک میں آپ کے اوراپنے پروردگار کی طرف آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میرے گناہ بخش دے اور مجھ سے میرا عمل قبول کرے اورمیری حاجتیں پوری کرے، لٰہذا آپ اپنے اورمیرے پروردگار کے نزدیک میرے شفیع ہوجایئے کیونکہ پروردگار بہت اچھا آقا اورسوال کرنے کے لائق ہےاوراے محمد! آپ بہترین شفیع ہیں آپ پراورآپ کے اہل بیت پر درودوسلام ہو''

زیارت ائمہ اہل بقیع علیہم السلام میں آیا ہے:

﴿وهذامقام مَن اسرف وأخطأواستکان،وأقرّبماجنیٰ،ورجیٰ بمقامه الخلاص...فکونوالی شفعاء فقد وفدت الیکم اذ رغب عنکم أهل الدنیاواتخدوا آیات اللّٰه‌هزوأواستکبرواعنها﴾

''آپ کے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے زیادتی کی ہے غلطی کی ہے مسکین ہے، اپنے گناہوں کا معترف ہے اوراب نجات کا امیدوار ہے...آپ اہل بیت اس کی بارگاہ میں میرے شفیع بن جائیں کہ میں آپ کی بارگاہ میں اس وقت آیا ہوں جب اہل دنیا آپ سے کنارہ کش ہوگئے اورانھوں نے آیات خدا کا مذاق اڑایا ہے''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:

﴿اتیتک من شقةطالب فکاک رقبتي من النار وقدأوقرت ظهري ذنوبي وآتیت مااسخط ربي ولم أجدأحداًافزع الیه خیراًلي منکم أهل بیت الرحمه فکن لي شفیعاً﴾

''میں بہت دور سے آیا ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ میری گردن کو جہنم سے آزاد کردے کہ

گناہوں نے میری کمر توڑ دی ہے اور میں نے وہ کام کئے ہیں جنھوں نے میرے خدا کو ناراض کردیا ہے اور اب کوئی نہیں ہے جس کے سامنے فریاد کروں یا آپ سے بہتر ہو آپ اہل بیت رحمت ہیں لہٰذا روز فقر وفاقہ میری شفاعت فرمائیں''

۴۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب اہل بیت علیہم السلام کی ہمنشینی قیامت میں ان کی ہمسائیگی اور دنیا میں ان کی ہدایت اور ان کے راستہ پر ثابت قدمی کا سوال کر کے متوجہ ہونا اور یہ کہ ہم دنیا میں انھیں کی طرح زندہ رہیں اور ہم کو انھیں کی طرح موت آئے اور ہم آخرت میں اُن ہی کے گروہ بلکہ ان ہی کے ساتھ محشور کئے جائیں جیسے اللہ نے مجھے دنیا میں ان کی ہدایت اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں وارد ہوا ہے:﴿اللّهم وأعوذ بكرم وجهك أن تقيمني مقام الخزي والذّل يوم تهتك فيه الأستار وتبدو فيه الأسرار،وترعد فيه الفرائص ويوم الحسرة والندامة،يوم الآفكة،يوم الآزفة،يوم التغابن،يوم الفصل،يوم الجزاء،يوماً كان مقداره خمسين الف سنة،يوم النفخة،يوم ترجف الراجفة،تتبعها الرادفة،يوم النشر،يوم العرض، يوم يقوم الناس لربّ العالمين،يوم يفرّ المرء من اخيه وامّه وأبيه وصاحبته وبنيه، يوم تشقق الارض واكناف السماء،يوم تأتي كلّ نفس تجادل عن نفسها،يوم يُردون الى اللهفيُنبؤهم بماعملوا،يوم لايغني مولىٰ عن مولىٰ﴾

''اور میں تیری کریم ذات کی پناہ میں آیا ہوں کہ تو مجھ کو ذلت ورسوائی کی منزل میں کھڑا نہ کرنا اس دن جس دن تمام پردے چاک ہو جائیں گے اور تمام راز ظاہر ہو جائیں گے اور بند بند کانپیں گے اور وہ دن حسرت وندامت کا دن ہوگا وہ دن برائیوں کے کھل جانے کا اور انسان کے خسارہ کا دن ہوگا ،جس دن فیصلہ بھی ہوگا اور جزاء بھی دی جائیگی جو دن پچاس ہزار سال کے برابر

ہوگا، جب صور پھونکا جائیگا جب زمین لرز جائے گی اور اسے مسلسل جھٹکے لگیں، نامہ اعمال نشر ہوگا، معاملات پیش ہوں گے اور بندے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، جب ہر شخص اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سے بھاگ رہا ہوگا زمین شق ہو جائے گی آسمان پھٹ جائیگا اور ہر شخص اپنے سے دفاع کرنے کی کوشش کریگا، تمام لوگ اللہ کی بارگاہ میں پلٹا دئے جائیں گے تو اور وہ لوگوں کو ان کے اعمال سے باخبر کریگا جب کوئی دوست کسی کے کام نہ آئے گا''

اور اس کے بعد قیامت کے خوفناک دن میں رسول خدا ﷺ اور اللہ کے اولیاء کی مصاحبت طلب کرنا:

﴿اللّهم ارحم موقفي في ذلك اليوم ولاتخزني في ذلك الموقف بما جنيت على نفسي،واجعل يارب في ذلك اليوم مع اولئك منطلقي وفي زمرة محمّدأهل بيته محشري واجعل حوضه موردي... واعطني كتابي بيميني﴾

''خدایا! اس دن کے موقف میں مجھ پر رحم کرنا آج کے اس موقف کے طفیل میں تو مجھے اس موقف میں رسوا نہ کرنا ان زیادتیوں کی بنا پر جو میں نے اپنے اوپر کی ہیں اور اے خدا اس دن مجھے اور میری منزل کو اپنے اولیاء کے ساتھ قرار دینا اور مجھے اپنے پیغمبر اور اہل بیت کے زمرہ میں محشور کرنا ان کے حوض کوثر پر وارد کرنا... اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا''

زیارت حضرت ابوالفضل العباس میں آیا ہے:

﴿فجمع الله بينناوبينك وبين رسوله واوليائه﴾

''اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قرار دے

بعض زیارات کی نصوص میں وارد ہوا ہے:

﴿وثبّت لي قدم صدق مع الحسين واصحاب الحسين الذين بذلوا مهجهم دون الحسين﴾

''خدایا! مجھے روز قیامت ثبات قدم دینا حسین اور اصحاب حسین کے ساتھ جنھوں نے تیرے حسینؑ کے سامنے اپنی جانیں قربان کردی ہیں''

زیارت عاشوراء کے بعد دعاء علقمہ میں آیا ہے:

﴿اللهم احيني حياة محمّد وذرية محمّد وامتني مماتهم وتوفني على ملّتهم واحشرني في زمرتهم ولاتفرّق بيني وبينهم طرفة عين ابداً في الدنيا والآخرة﴾

''خدایا! مجھ کو محمد اور ان کی ذریت کی حیات اور انھیں کی موت عطا فرما انھیں کی ملت پر اٹھانا اورانھیں کے زمرہ میں محشور کرنا اور میرے اور ان کے درمیان دنیا اور آخرت میں ایک لحظہ کی جدائی نہ ہونے دینا''

زیارت عاشورا غیر معروفہ میں آیا ہے:

﴿اللّهم فصلِّ علىٰ محمّدٍ وآل محمّد واجعل محياي محياهم ومماتي مماتهم، ولاتفرّق بيني وبينهم في الدنيا والآخرة انّک سميع الدعاء﴾

''خدایا! محمد آور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری زندگی کو ان کی جیسی زندگی اور میری موت کو ان کی جیسی موت بنادے اور میرے اور ان کے درمیان دنیا اور آخرت میں جدائی نہ ہونے دینا تو دعاؤں کا سننے والا ہے''

زیارت جامعہ میں آیا ہے:

﴿فثبتني الله ابداً ما حييت على موالاتكم ومحبتكم و، وفقني لطاعتكم، ورزقني شفاعتكم وجعلني من خيار مواليكم التابعين لمادعوتم اليه وجعلني ممن يقتص آثاركم ويسلک ويهتدي بهداكم ويحشر في زمرتكم، ويكرّ في رجعتكم ويملک في دولتكم، ويشرف في عافيتكم ويمكن في ايامكم وتقرّعينه غدا

بُرؤیتکم﴾.

''اللہ مجھے تاحیات آپ کی محبت آپ کی موالات اور آپ کے دین پر ثابت رکھے آپ کی اطاعت کی توفیق دے آپ کی شفاعت نصیب کرے اور آپ کے بہترین غلاموں میں، آپ کی دعوت کا اتباع کرنے والوں میں قرار دے اور ان میں قرار دے جو آپ کے آثار کا اتباع کریں اور آپ کے راستہ پر چلیں، آپ سے ہدایت حاصل کریں اور قیامت میں آپ کے ساتھ محشور ہوں، آپ کی رجعت میں واپس ہوں، آپ کی حکومت میں حاکم بنیں اور آپ کی عافیت کا شرف حاصل کریں اور آپ کے زمانہ میں اختیار حاصل کریں''

زیارت حضرت ابوالفضل العباسؑ میں آیا ہے:

﴿فجمع اللہ بیننا و بینک و بین رسولہ و اولیائہ فی منازل المخبتین﴾

''اللہ ہمیں اور آپ کو درمیان اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قرار دے'

اس طرح زیارت کرنے والے اور زیارت کئے جانے والے شخص کے درمیان رابطہ کامل ہو جاتا ہے یہ دو طرفہ رابطہ ہے جس میں دعا اور زائر کی جانب سے زیارت کی جانے والی ہستی پر درود و سلام، اس میں خداوند عالم سے دعا ہے کہ زیارت کئے جانے والی ہستی کی شفاعت اور قیامت میں اس کی ہمنشینی حاصل ہو یہاں زائر اور جس کی زیارت کی جائے دونوں کے مابین رابط خدا ہے اسی لئے وہ ابتداء اور انتہاء دونوں ہی میں توجہ کا مرکز ہے۔

786/550